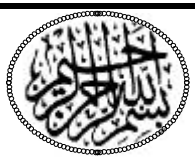

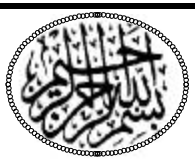

وھابیت

کا تنقیدی جائزہ

وھابیت کا تنقیدی جائزہ

تالیف

شیخ نجم الدین طبسی

ترجمہ

سید غافر حسن رضوی "چھولسی"

ناشر: ابو طالب انٹرنیشنل اسلامک انسٹی ٹیوٹ لاھور پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ھیں

مشخصات کتاب

نام کتاب:.....وہابیت کا تنقیدی جائزہ
تالیف:.....شیخ نجم الدین طبسی
ترجمہ.....سید غافر حسن رضوی چھولسی ''ہندی''
صفحات:.....۲۵۰
تعداد:.....۵۰۰۰
طباعت:.....اوّل؛ دسمبر ۲۰۱۴ء
پیشکش:.....شعور ولایت فاؤنڈیشن (لکھنؤ)
ناشر:.....ابوطالبؑ انٹرنیشنل اسلامک انسٹی ٹیوٹ لاہور پاکستان

وہابیت کا تنقیدی جائزہ

ملنے کا پتہ:

۱۔ جامعہ شیر شاہ اینڈ ابوطالبؑ اسلامک انسٹی ٹیوٹ محبّ پور سادات، خوشاب
۲۔ جامعہ رضویہ، چھولس سادات ضلع جی بی نگر (ہندوستان) +919720023544
۳۔ شعور ولایت فاؤنڈیشن، لکھنؤ (ہندوستان) +919044865176
۴۔ شائقین حضرات شعور ولایت فاؤنڈیشن کی سائٹ پر بھی مراجعہ کر سکتے ہیں:

www.shaoorewilayat.com

فہرست مطالب

فہرست مطالب ۳

عرض ناشر ۱۳

حرف دل مترجم ۱۵

مقدمہ مولف ۱۷

پہلی فصل: شفاعت کی درخواست ۲۱

شفاعت کے بارے میں وہابیوں کا نظریہ ۲۱

محمد ابن عبد الوہاب کا نظریہ ۲۲

محمد ابن عبد الوہاب کے قول کا تنقیدی جائزہ ۲۲

شفاعت کا معنی ۲۲

شفاعت سے فائدہ اٹھانا ۲۳

شفیع کا کردار.....۲۳
شفاعت کرنے والے.....۲۵
دنیا میں شفاعت کرنے والے.....۲۵
۱۔توبہ.....۲۵
۲۔ایمان.....۲۶
۳۔عمل صالح.....۲۶
۴۔قرآن کریم.....۲۷
۵۔انبیائے الٰہی.....۲۷
۶۔فرشتے.....۲۷
۷۔مومنین.....۲۸
روز قیامت شفاعت کرنے والے.....۲۸
۱۔انبیائے الٰہی.....۲۸
۲۔فرشتے.....۲۹
۳۔شہداء.....۲۹
۴۔مومنین.....۳۰
فرشتوں کی شفاعت.....۳۳
حجر اسود کی شفاعت.....۳۴
مُردوں کی شفاعت.....۳۵
بعد وفات، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات.....۳۶
حیات بعد از وفات کے متعلق، علماء کے نظریات.....۴۰

وھابیت کا تنقیدی جائزہ

ایک اہم سوال.....۴۳
روح کی بقا کے بارے میں سبکی کا نظریہ.....۴۹
روایات میں شفاعت.....۵۲
صحابۂ کرام کی سیرت میں شفاعت کی درخواست.....۵۳
دوسری فصل: مقبروں کو متبرک شمار کرنا.....۵۵
وہابیوں کا نظریہ.....۵۵
وہابیوں کے نظریہ پر تنقید.....۵۵
الف: قبر پیغمبرؐ کی خاک پاک کو فاطمہ کا متبرک شمار کرنا..۵۶
ب: ابوایوب انصاری کا قبر پیغمبرؐ کو مبارک شمار کرنا....۵۷
ج: بلال کا قبر پیغمبرؐ کو مبارک شمار کرنا.....۵۸
د: ابن عمر کا قبر نبویؐ کو مبارک شمار کرنا.....۵۸
ہ: ابن منکدر کا قبر نبویؐ سے تبرک حاصل کرنا.....۵۸
علمائے اہل سنت کے نظریات اور فتوے.....۵۹
احمد بن حنبل کا فتویٰ.....۵۹
ابن تیمیہ کی حیرت.....۵۹
رملی شافعی کا فتویٰ.....۶۰
رملی شافعی کا دوسرا فتویٰ.....۶۰
محبّ الدین طبری کا فتویٰ.....۶۰
شہاب الدین حنفی کا فتویٰ.....۶۱
ابن ابی صیف کا فتویٰ.....۶۱

زرقانی مالکی کا فتویٰ.....۶۱
عزامی شافعی کا فتویٰ.....۶۱
ابن حجر کا فتویٰ.....۶۳
شیخ ابراہیم شافعی کا فتویٰ.....۶۳
شیخ عداوی مالکی کا فتویٰ.....۶۳
قبر چومنے کے متعلق روایات.....۶۳
منبر رسولؐ سے حصول برکت.....۶۴
پہلا نمونہ.....۶۴
دوسرا نمونہ.....۶۵
تیسرا نمونہ.....۶۵
چوتھا نمونہ.....۶۵
پانچواں نمونہ.....۶۶
چھٹا نمونہ.....۶۶
تبرک کے بارے میں فقہاء کے فتوے.....۶۶
پہلا فتویٰ.....۶۶
دوسرا فتویٰ.....۶۶
تیسرا فتویٰ.....۶۷
حضور اکرمؐ کی خاک قبر سے تبرک.....۶۷
خاک مدینہ، بیماریوں میں شفا.....۶۹
سونے کا مبارک سکّہ.....۷۱

وھابیت کا تنقیدی جائزہ

پیغمبر اسلامؐ کی نشانیوں کا متبرک ہونا.....۷۳
در فاطمہ زہراؑ کے پتھر کا متبرک ہونا.....۷۷
کوہ مروہ کا پتھر متبرک.....۷۸
بعض متبرک قبریں اور جنازے.....۷۹
تیسری فصل: استغاثہ اور حاجت طلبی.....۸۳
وہابیوں کا نظریہ.....۸۳
اس نظریہ کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ.....۸۴
سمہودی کا بیان.....۸۷
ابن تیمیہ کا بیان.....۸۸
مردہ سے مدد طلب کرنا.....۸۹
دعا کے اصطلاحی معنی.....۹۰
انبیائے الٰہی سے مدد طلب کرنا.....۹۲
قبر رسولؐ پر نابینا کا استغاثہ.....۹۵
قبروں سے استغاثہ.....۹۷
۱۔ قبر رسولؐ سے استغاثہ.....۹۷
۲۔ قاہرہ میں سر حسینؑ سے استغاثہ.....۹۸
۳۔ مدفن سر حسینؑ سے نابینا کا استغاثہ.....۹۹
۴۔ ابن حبان کا امام رضاؑ سے شفاعت طلب کرنا....۱۰۰
ابن حبان کا تعارف.....۱۰۱
۵۔ امام رضاؑ کی قبر پر ابن خزامہ کا گریہ.....۱۰۲

ابن خزیمہ کا تعارف.....۱۰۲
قبر سے استغاثہ کے چند نمونے.....۱۰۳
توسل کے متعلق امام قیروانی کا نظریہ.....۱۰۶
قبر رسولؐ سے استغاثہ کی چند داستانیں.....۱۰۸
۱۔داستان ابن منکدر.....۱۰۸
۲۔مہمان نوازی.....۱۰۹
۳۔ایک روٹی سے مہمان نوازی.....۱۰۹
۴۔بابرکت دولت.....۱۱۰
۵۔ایک پیالہ دودھ.....۱۱۰
۶۔لذیذ کھجوریں.....۱۱۱
۷۔آبگوشت کی تمنا.....۱۱۱
۸۔ایک بھوکے انسان کی آرزو.....۱۱۲
۹۔سمہودی کا واقعہ.....۱۱۳
چوتھی فصل: زیارت قبور.....۱۱۵
قبر رسولؐ کی زیارت.....۱۱۵
ابن تیمیہ کے نظریہ کا تنقیدی جائزہ.....۱۱۶
۱۔قرآن کریم.....۱۱۶
۲۔روایات.....۱۱۸
۳۔صحابہ کرام کی سیرت.....۱۲۱
۴۔عقل.....۱۲۲

وھابیت کا تنقیدی جائزہ

حدیث سفر زیارت کی تحقیق.....۱۲۲
ابن تیمیہ کے مقابل، علمائے اسلام کے نظریات.....۱۲۷
زیارت قبور اور زیارتگاہوں کی زیارت.....۱۲۹
زیارت قبور کے متعلق روایات.....۱۳۰
اصحاب وتابعین کی سیرت.....۱۳۲
لائق زیارت قبریں.....۱۳۴
علمائے اہل سنت کے نظریات.....۱۴۲
پیغمبر اکرمؐ اور قبر مادر کی زیارت.....۱۴۳
پیغمبر اکرمؐ کے والدین کا ایمان.....۱۴۳
ایک اہم نکتہ.....۱۴۷
پانچویں فصل: خواتین کا زیارت قبور کے لئے جانا.....۱۵۱
خواتین کے لئے زیارت قبور کا جواز.....۱۵۱
روایت کا تنقیدی جائزہ.....۱۵۳
زیارت قبور کے جواز میں علمائے اہلسنت کے فتاویٰ.....۱۵۴
روایت کی سند کا تنقیدی وتحقیقی جائزہ.....۱۵۸
چھٹی فصل: قبروں کے پاس نماز ودعا.....۱۶۱
قبر رسولؐ اور دیگر قبروں کے پاس نماز ودعا.....۱۶۱
ابن تیمیہ کے نظریہ کا تنقیدی جائزہ.....۱۶۲
علماء کا وہابیوں کی مخالفت کرنا.....۱۶۹
دعا: رو بقبلہ یا قبر رسولؐ کی جانب رخ کر کے؟.....۱۷۰

ابن تیمیہ کا جواب.....۱۷۱
مقبروں کو مسجد قرار دینا.....۱۷۵
مذکورہ بالا روایت کا تنقیدی جائزہ.....۱۷۵
اس روایت کے بارے میں علمائے اہلسنت کے نظریات.....۱۷۷
قبرستان میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء کے فتوے.....۱۷۹
ساتویں فصل: مقبروں کی مرمت اور گنبد بنانا.....۱۸۳
وہابیوں کا نظریہ.....۱۸۳
وہابیوں کے فتاویٰ کا تنقیدی جائزہ.....۱۸۵
حضرت علیؑ سے منقول روایات پر اعتراضات.....۱۸۶
حضرت علیؑ کی جانب منسوب روایت کا تنقیدی جائزہ.....۱۹۰
صحابۂ کرام اور مسلمانوں کی سیرت.....۱۹۱
قبر پیغمبر اکرمؐ کی مرمت.....۱۹۲
صحابۂ کرام اور دیگر افراد کی قبریں.....۱۹۴
ابوزبیر کی روایت سے وہابیوں کا استناد.....۱۹۸
پہلا طریق.....۱۹۸
دوسرا طریق.....۱۹۸
تیسرا طریق.....۱۹۹
چوتھا طریق.....۱۹۹
پانچواں طریق.....۱۹۹
روایت کی سند کا تحقیقی جائزہ.....۱۹۹

وھابیت کا تنقیدی جائزہ

روایت کا مفہوم اور اس کا تحقیقی جائزہ.....۲۰۵
مقبرہ بنانے کے فوائد.....۲۰۸
آٹھویں فصل: قبر پر چراغ جلانا.....۲۰۹
وہابیوں کا نظریہ.....۲۰۹
اس نظریہ کا تنقیدی جائزہ.....۲۱۰
مسلمانوں کی سیرت.....۲۱۰
روایت کا تنقیدی جائزہ.....۲۱۲
روایت کی دلالت اور اس کا مفہوم.....۲۱۲
نویں فصل: نذر.....۲۱۵
غیر خدا کی نذر کے متعلق وہابیوں کا نظریہ.....۲۱۵
وہابی عقیدہ کا تحقیقی جائزہ.....۲۱۶
نذر کے متعلق مسلمانوں کی سیرت.....۲۲۰
نذر کے متعلق علماء کے فتوے.....۲۲۳
دسویں فصل: غیر خدا کی قسم کھانا.....۲۲۷
وہابیوں کا نظریہ.....۲۲۷
ابن تیمیہ کا نظریہ.....۲۲۷
وہابی نظریہ کا تنقیدی جائزہ.....۲۲۸
صحابہ کرام کی سیرت.....۲۳۱
روایت ابن عمر کا تنقیدی جائزہ.....۲۳۳

گیارہویں فصل: محافل ومجالس کا انعقاد.....۲۳۵
جشن میلاد کا انعقاد.....۲۳۵
جشن میلاد کے متعلق وہابیوں کے نظریات.....۲۳۵
۱۔ابن تیمیہ کا نظریہ.....۲۳۵
۲۔آل شیخ کا نظریہ.....۲۳۶
۳۔محمد حامد الفقی کا نظریہ.....۲۳۶
وہابی افکار کا تنقیدی جائزہ.....۲۳۷
۴۔سیرت علماء.....۲۳۹
روایت کا تحقیقی جائزہ.....۲۴۰
روایت کے معنی اور اس کی تفسیر.....۲۴۲
حسن ختام.....۲۴۵
منابع وماخذ.....۲۴۷

☆☆☆

وھابیت کا تنقیدی جائزہ

اس وقت دنیا کی کل آبادی کا پانچواں حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے پوری دنیا کے گوش و کنار میں اسلام کے پیروکار آباد ہیں اور بہت سے غیر اسلامی ممالک میں بھی مسلمان موجود ہیں جن کی علمی تشنگی کو دور کرنے کے لئے ایک ایسے ادارے کا قیام ناگزیر تھا جو اسلام سے متعلق پیش آنے والے نت نئے اعتراضات اور سوالات کا علمی اور قانع کنندہ جواب تیار کر کے دنیا کے سامنے پیش کر سکے۔ جیسا کہ ولی امر مسلمین حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خامنہ ای دام ظلہ العالی نے بھی اس بات کی تاکید فرمائی ہے: ''ہمیں اس بات کا منتظر نہیں رہنا چاہئے کہ عوام اور جوانوں کے ذہن میں کوئی شبہ آئے بلکہ ہمیں پہلے سے ہی شبہات کے لئے تیار رہنا چاہئے اور بے نیاز منابع سے استفادہ کرتے ہوئے ان کا جواب دینا چاہئے''۔

اسی ضرورت کے مدنظر ابوطالب علیہ السلام انٹرنیشنل اسلامک انسٹی ٹیوٹ کا افتتاح کیا گیا تا کہ نوجوانوں کی علمی تشنگی کو دور کیا جا سکے اور الحمدللہ اس راہ میں ادارہ ھذا نے بہت کامیابی حاصل کی اور بہت ہی کم عرصہ میں زیادہ موضوعات پر مشتمل سینکڑوں کی تعداد میں دنیا کے گوش و کنار میں مفت کتب پہنچائیں اور یہ سلسلہ اب بھی مومنین کے تعاون سے جاری وساری ہے۔ یاد رہے کہ ادارۂ ھذا برصغیر پاک و ہند کا وہ واحد ادارہ ہے جو مومنین کی خدمت میں دنیا کی مختلف زبانوں میں متعدد کتب مفت پیش کرنے کی ذمہ داری اٹھائے ہوئے ہے۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی کتاب حاضر ''وہابیت کا تنقیدی جائزہ'' ہے جس میں ابن تیمیہ اور وہابیت کے شبہات کا عالمانہ اور منھ توڑ جواب دیا گیا ہے، امید ہے کہ قارئین محترم اس کتاب سے بھرپور استفادہ کریں گے۔ آخر کلام میں صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں برادر عزیز **حجۃ الاسلام والمسلمین عالیجناب مولانا سید غافر حسن رضوی چھولسی "ھندی" صاحب** کا کہ جنھوں نے اس کتاب کو اردو کے سانچہ میں ڈھالنے کی زحمت گوارا فرمائی تا کہ اردو زبان حضرات کے لئے بہترین تحفہ ثابت ہو سکے۔ خداوند عالم موصوف کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور ان کے قلم کی روانی میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ ''آمین''۔

والسلام بانی ادارہ: **ناظم حسین اکبر**

۲۸ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۳ اکتوبر ۲۰۱۴ء

وہابیت اس دیمک کا نام ہے جو شجر اسلام کو کھوکھلا کر رہی ہے، وہابیت ایسا ناسور ہے جو اسلام کے قلب میں سوراخ کرنا چاہتا ہے، وہابیت کا حقیقی اور گھناؤنا چہرہ پہچاننا بہت ضروری ہے اور اس کی تاریخ کا مطالعہ بھی نہایت ضروری ہے لہٰذا ہم اس کتاب میں وہابیوں کے افکار نقل کریں گے اور ان کا تنقیدی جائزہ لیں گے لیکن اس سے پہلے وہابیت کی مختصر تاریخ بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں: ۱۲ھ کے اواخر میں دنیائے اسلام ایک نام نہاد مسلمان کے بے رحم افکار کا شکار ہوئی، اس شخص (ابن تیمیہ) نے اپنے باطل نظریات کو ہر جگہ عام کر دیا، اگر چہ اسے بہت سے دانشوروں نے نصیحت کی اور ہر دوست و دشمن نے روکنے کی کوشش کی لیکن یہ اپنی گمراہی پر قائم رہا، آخر کار علمائے اسلام مجبور ہو کر اس کی مخالفت میں کھڑے ہوئے اور اس کو اسلامی معاشرہ سے خارج کر دیا، اس کو قید کر لیا گیا اور اسی قید خانہ میں واصل جہنم ہو گیا۔ ابن تیمیہ کی زندگی کے ساتھ

ساتھ اس کے باطل افکار بھی زمین بوس ہونے لگے، اس کے شاگردوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ اس کے مذہب کو رائج کریں اور اس کے افکار کو عام کریں لیکن اس میں کامیابی نہ مل سکی۔ محمد بن عبدالوہاب نے محمد بن سعود کی پشت پناہی میں ابن تیمیہ کے افکار کو عام کیا اور آخر کار اپنی دعوت کو عام کر کے تمام دنیائے اسلام پر کفر کی تہمت لگادی۔ اس نے دین اسلام کے مسلّم اصولوں کو اپنے پیروں تلے روندا، مسلمانوں کے اعتقادات پر حملہ کیا، قتل وغارتگری کو عام کیا اور ہزاروں بے گناہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ سب سے پہلے اس کے مقابلہ میں خود اس کے باپ اور بھائی نے قدم اٹھایا۔ اس کے بھائی ''شیخ سلیمان'' نے اس کے عقائد کی مخالفت میں کتاب تحریر کی اور مسلمانوں سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس کے باطل افکار کے مقابل کوہ محکم کی مانند ڈٹ جائیں۔ اس کے بعد تمام اسلامی مذاہب نے مخالفت کا اظہار کیا۔ اسی مقصد کے پیش نظر، اپنی عوام تک کچھ حقائق پہونچانے کے پیش نظر میں نے یہ سوچا کہ اس کتاب کو اردو سانچہ میں ڈھالوں تا کہ ان حقائق سے عوام کو روشناس کرایا جاسکے اور انھیں وہابیت کا حقیقی چہرہ پہچنوایا جاسکے۔ آخر کلام میں برادر عزیز **مولانا سید شاھد جمال رضوی صاحب** کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنا قیمتی وقت دے کر مجھے اپنے بہترین مشوروں سے نوازا اور بہترین رہنمائی فرمائی، خداوند عالم ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور مومنین کے حق میں حقائق کا انکشاف فرمائے۔ ''آمین''۔ ''**والسلام علی من اتبع الہدیٰ**''

سید غافر حسن رضوی چھولسی "ھندی"

۱۲/شوال ۱۴۳۵ھ بروز شنبہ بمطابق: ۹/اگست ۲۰۱۴ء

☆☆☆

مقدمہ مولف

اگر غور کیا جائے تو وہابیوں کے افکار؛ اسلام، قرآن اور خلافت الٰہیہ کے مخالف نظر آئیں گے، وہ عقل کا استعمال کیے بغیر مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں اور ان کی جان اور ان کے اموال کو جائز شمار کرتے ہیں!۔

اسی طرح اگر وہابیوں کے تفکرات کا منصفانہ مطالعہ کیا جائے اور ان کو خوارج کے مقابل قرار دیا جائے تو کوئی فرق نظر نہیں آئے گا یعنی وہابیوں کا راستہ وہی ہے جو خوارج کا راستہ تھا۔ ابن وہّاب کے زمانے سے دور حاضر تک کے مسلمان اسی کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔

خوارج اور وہابیوں میں موازنہ کے چند نمونے مندرجہ ذیل ہیں:

وہابی عقائد کے مطابق: دعا صرف بارگاہ خداوندی سے مخصوص ہے، شفاعت صرف خدا کا حق ہے اور توسل صرف خدا سے ہی کرنا چاہیئے، ان کی یہ تمام باتیں خوارج کا شعار یاد دلاتی ہیں، ان کا یہی نعرہ تھا: ''حکم صرف خدا سے مخصوص ہے'' اسی

طرح اگر کوئی وہابی عقائد کی مخالفت کرتا تھا تو اس کو مشرک وکافر شمار کیا جاتا تھا بالکل ایسے ہی جیسے کہ خوارج اپنی جماعت کے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر شمار کرتے تھے۔

وہابی گروہ، مسلمانوں کو اس بہانہ سے قتل کرتا ہے کہ یہ لوگ مردوں سے شفاعت طلب کرتے ہیں اور پیغمبر اسلامؐ اور صالحین سے توسل اختیار کرتے ہیں، ان کی یہ رفتار خوارج کی کج فکری کی یاد دلاتی ہے۔

خوارج اپنے خیال خام کے مطابق: اتنی زیادہ احتیاط سے کام لیتے تھے کہ راستہ میں پڑا ہوا ایک خرمہ بھی کھانے کو تیار نہیں تھے کہ کہیں اس کا مالک ناراض نہ ہوجائے! اسی طرح سڑک پر ٹہلتے ہوئے خنزیر (سور) کو بھی قتل نہیں کرتے تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا مالک صاحب کتاب ہو، لیکن یہی خوارج اتنے زیادہ گستاخ تھے کہ ایسے صحابی رسولؐ کو بھی قربت کی نیت سے شہید کردیتے تھے جو روزہ کے عالم میں اپنی گردن میں قرآن لٹکائے رہتا تھا، یہی سبب تھا کہ اس زمانہ کے مسلمان، خوارج کے مظالم کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنے اسلام کو پنہاں رکھتے تھے اور یہ ظاہر کرتے تھے کہ ہم اہل کتاب ہیں۔(۱)

یہاں تک کہ اگر کوئی شخص مولا علیؑ کی مدح وثنا کرتا تھا تو اس کی گردن کو شمشیر برّاں سے سلامی دی جاتی تھی۔

.....

۱. مسلمانوں کے ایک گروہ نے خوارج سے ملاقات کی، خوارج نے ان سے دریافت کیا: تم کون ہو؟ ان میں سے ایک ہوشیار انسان آگے بڑھ کر بولا: ہم اہل کتاب ہیں، ہم تمہاری پناہ میں آئے ہیں تا کہ کلام الٰہی کو سن سکیں اور اپنے وطن میں تبلیغ کرسکیں، خوارج نے جواب دیا: تم امان میں ہو پھر انھیں کچھ قرآنی تعلیمات دیں اور چند افراد کو ان کے ساتھ روانہ کیا تا کہ وہ انھیں ان کے وطن پہونچا کر آئیں۔ (السیرة الحلبیة: ج۳، ص۱۴۰).

اگر خوارج کو دیکھا جائے تو وہ بھی کفار ومشرکین کے بارے میں نازل شدہ آیات کی بے جا تاویلیں کر کے انھیں مسلمانوں کی طرف منسوب کرتے تھے، اس بارے میں عبداللہ ابن عمر کا بیان ہے: ''خوارج، کفار کے بارے میں نازل شدہ آیات کو دستاویز قرار دیتے ہوئے ان آیات کا مخاطب مومنین کو قرار دیتے تھے''۔(۱)

ابن عباس سے مروی ہے: ''خوارج کی مانند نہ ہو جاؤ کہ وہ (کفار کے بارے میں نازل شدہ) آیات کو اہل قبلہ کے بارے میں تاویل کرتے تھے، خوارج نے آیات الٰہی میں غور وخوض نہیں کیا یہی سبب ہے کہ (مسلمانوں کا) ناحق خون بہایا اور ان کا مال ومتاع تاراج کیا''۔(۲)

دین اسلام کے اہم اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ جو شخص اپنی زبان پر کلمۂ شہادتین جاری کرے وہ مسلمان کہلاتا ہے اور اس کا خون، اس کی جان اور اس کا مال ومتاع اسلام کی حفاظت میں ہے، اس کی تمام شرعی تکالیف بھی وہی ہیں جو ایک مسلمان کی ہوتی ہیں۔ اسلام نے ہرگز ایسا حکم نہیں دیا کہ بال کی کھال نکالی جائے، یہ دیکھا جائے کہ اس کے دل میں بھی ایمان ہے یا فقط ظاہراً اسلام لایا ہے!۔ شاید وہابیوں نے اس اسلامی حکم پر غور نہیں کیا اور جو ان کے باطل افکار کو قبول نہ کرے اس کو کافر شمار کیا گویا انھوں نے اس آیۂ کریمہ کو فراموشی کی نذر کر دیا: ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْقَىٰ اِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِناً﴾ یعنی اگر تم کسی سے صلح وآشتی کرنا چاہتے ہو تو اس کو یہ طعنہ مت دو کہ تم مسلمان نہیں ہو۔(۳)

.....

۱. صحیح بخاری: ج۴، ص۱۹۷.

۲. کشف الارتیاب: ص۱۲۴.

۳. سورۂ نساء/۹۴.

روایت میں آیا ہے کہ خوارج، دین سے اس طرح خارج ہوتے ہیں جیسے کمان سے تیر۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ خوارج دین کی گہرائیوں میں ضرور اترتے ہیں لیکن کمان سے تیر کی مانند دین سے خارج ہو جاتے ہیں۔(۱)

جب پیغمبر اسلامؐ سے ''نجد'' کے بارے سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ''نجد، زلزلہ کی جگہ ہے، فتنے بھی وہیں سے ابھرتے ہیں اور شیطانی امت بھی وہیں سے قیام کرتی ہے''۔(۲)

ہمیں خوف ہے کہ نجد سے اٹھنے والا گروہ اور اس کے پیچھے چلنے والے گروہ کہیں اسی روایت کا مصداق نہ ہوں۔

خداوند عالم سے یہ دعا ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں متحد کر دے اور ان کے عزم کو دشمنوں کے مقابل محکم و مستحکم فرما، ان کے قلوب کو نور اسلام سے منور فرما اور ان کو زیادہ سے زیادہ درک کرنے کی صلاحیت مرحمت فرما۔

ہمیں امید ہے کہ یہ فرقہ مناظرہ کی دعوت کو قبول کرے تا کہ شاید ان کے ذہنوں پر پڑے ہوئے پردے اٹھ جائیں اور تعصب کی عینک اتر جائے اور خدا انھیں نور بصیرت عنایت فرمائے، بے شک وہی توفیق دینے والا ہے۔

والسلام: نجم الدین طبسی

☆☆☆

....

۱. مسند احمد: ج۲، ص۱۱۸. الجامع الصحیح: ج۴، ص۴۸۱.

۲. مسند احمد: ج۲، ص۸۱. ج۴، ص۵.

شفاعت کی درخواست

شفاعت کے بارے میں وہابیوں کا نظریہ

اگر چہ خداوند عالم نے پیغمبرؐ، صالحین اور فرشتوں کے حقِّ شفاعت کی خبر دی ہے لیکن وہابیوں کا یہ نظریہ ہے کہ خدا کے علاوہ کسی کی شفاعت جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے؛ وہابی فرقہ، خدا کے علاوہ کسی سے شفاعت طلب کرنے والوں پر کفر کا فتویٰ لگاتا ہے اور ان کی جان اور مال ومتاع کو مباح شمار کرتا ہے۔

شفاعت کے بارے میں چند اہل سنت کے نظریات مندرجہ ذیل ہیں:

محمد بن عبدالوہاب:

''اگر شفاعت طلب کرنے والوں کا منظور نظر یہی ہو کہ پیغمبروں، ملائکہ اور اولیاء سے شفاعت طلب کر کے خدا تک پہونچیں تو یہ وہی چیز ہے کہ جس کے ذریعہ ان کی جان اور ان کا مال مباح ہو جاتا ہے''۔

محمد ابن عبدالوہاب کے قول پر تنقید:

محمد ابن عبدالوہاب کا یہ نظریہ وہی ہے جو بعینہ ابن تیمیہ کا نظریہ ہے: پیغمبر اکرمؐ نے ان لوگوں سے جنگ کی جو بتوں سے شفاعت طلب کر رہے تھے اور چاہتے تھے کہ انھیں خدا سے بخشوائیں، لہٰذا اگر کوئی دیندار شخص ایسا عقیدہ رکھتا ہے تو درحقیقت وہ بھی انھیں کفار کے عقیدہ پر قائم ہے، کیونکہ اس زمانہ کے کفار کا بھی یہی نظریہ تھا کہ ﴿مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفَىٰ﴾ یعنی ہم ان کی پرستش صرف اس غرض سے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا سے نزدیک کر دیں۔(۱)

شفاعت کا معنی

''شفع'' جوڑے کے معنی میں اور ''وتر'' منفرد اور فرد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، یعنی یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ شفاعت، کلمۂ شفع سے مشتق ہے، درحقیقت شفیع کی شفاعت مجبور کے حق میں ہوتی ہے جس کے سبب اس کے ناقص کام کامل ہو جاتے ہیں اور شفیع کی ہمراہی اسے اس منزل پر پہونچا دیتی ہے کہ وہ اپنے مقصد کو حاصل کر لے۔

.....

۱. سورۂ زمر/۳.

شفاعت سے فائدہ اٹھانا

اگر انسان اعلیٰ درجہ تک رسائی حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنی حیثیت کے مطابق ایڑی چوٹی کا زور لگائے، وسائل واسباب فراہم کرے تاکہ شفاعت بھی فائدہ مند ثابت ہو، شفاعت صرف اسی وقت میسر ہوتی ہے جب انسان اپنی بلندی کے لئے خود کوشش کرے اور مقصد حاصل نہ کر سکے، شفاعت اس کے ناقص کام کو کامل کر دیتی ہے اور اسے حقیقی کمال تک پہونچا دیتی ہے، اس لئے تنہا شفاعت مستقل کمال کا سبب نہیں ہے بلکہ یہ انسان کو کمال تک پہونچانے میں کمال کا کردار ادا کرتی ہے۔

شفیع کا کردار

سب سے پہلے یہ غلط فہمی دور ہونی چاہئے کہ شفاعت میں شفیع کا کردار ولایت الٰہی یا بندے کی عبودیت کو کم رنگ کرنا نہیں ہے؛ اسی طرح شفاعت کے معنی یہ بھی نہیں ہیں کہ جو حکم الٰہی بندہ کے لئے نازل ہوا ہے اس سے ہاتھ کھینچ لیا جائے! بلکہ شفیع کا کام یہ ہے کہ وہ خداند عالم کے بعض اوصاف سے تمسک اختیار کرتا ہے، مثلاً کرم، بزرگی وغیرہ جو گنہگار کی بخشش کا سبب قرار پاتے ہیں یا یہ کہ شفیع، بندہ کے اوصاف کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے، گویا شفیع خداوند عالم سے یہ عرض کرتا ہے: ''اے معبود! یہ تیرا بندہ حق کا حامی ہے، تیری مرضی کا خواہاں ہے، تیرے دوستوں کا دوست ہے، اس کا دل ٹوٹا ہوا ہے اور اپنے کئے پر نادم ہے'' تاکہ ان فقروں کے ذریعہ خداوند عالم وجد میں آجائے اور اپنے گنہگار بندہ کو معاف کر دے۔ دوسری جانب سے شفیع جو مقام خداوند عالم کے نزدیک رکھتا ہے اس کے وسیلہ سے خداوند عالم سے التجا کرتا ہے کہ جس کی میں شفاعت کر رہا ہوں اس کے گناہوں کو بخش دے! گویا شفیع کہتا ہے: ''اے میرے پروردگار!

میں تجھ سے یہ نہیں چاہتا کہ تو اپنی خدائی کو بھول جایا سزا کے قانون کو باطل کردے بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنی بزرگی ورحمت کے پیش نظر، اس کی نادانی سمجھتے ہوئے اور میری منزلت کی خاطر اس عبد حقیر کی خطاؤں سے درگذر فرما!''۔ اس بنا پر حقیقت شفاعت، عبد ومعبود کے درمیان صرف شفیع کا واسطہ اور وسیلہ قرار پانا ہے جو بندہ کو نفع پہونچائے یا اس کے ضرر کا خاتمہ کرے اس طرح سے کہ شفاعت کا پلڑا عذاب الٰہی سے وزنی ہوجائے نہ یہ کہ شفاعت اور عذاب الٰہی میں تضاد پیدا ہوجائے۔

اگر مذکورہ بالا مطالب کی اس طرح تعبیر کی جائے تو شاید بہتر ہو: ''شفیع، پروردگار کی بارگاہ میں بعض ایسے اسباب کا خاتمہ کردیتا ہے جو بندے کو عذاب الٰہی کا مستحق قرار دیتے ہیں، تاکہ جس کی شفاعت کی جارہی ہے وہ عذاب الٰہی سے نجات حاصل کرلے اور خداوند عالم کے نزدیک مشمولِ رحمت الٰہی قرار پائے''۔

جس طرح خدا کے نزدیک بعض فرشتوں کو اذن خداوندی کے تحت شفاعت کا حق حاصل ہے اسی طرح اس کے بندوں کو بھی یہ حق حاصل ہے لیکن اس کے لئے شرط ہے کہ انسان رحمت الٰہی کے زیر سایہ زندگی گزارے اور اپنی ذلت وحقارت کو توبہ کے وسیلہ سے نیکیوں میں تبدیل کرے اور اپنی ذات کو گنہگاروں کی صف سے نکال کر صالح افراد کی صف میں شامل کرے، خداوند عالم ایسے بندے کے متعلق فرماتا ہے: ﴿فَأُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ﴾ یعنی خداوند عالم ان کے گناہوں کو نیکیوں سے تبدیل کردیتا ہے۔(۱)

.....

۱. سورۂ فرقان/ ۷۰.

اس بنیاد پر خداوند عالم اس بات پر قادر ہے کہ وہ اپنے بندہ کے گناہوں کونیکیوں میں تبدیل کردے، جیسے کہ کل جمع پونجی کا خاتمہ کردیتا ہے، ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَ قَدِمْنَا اِلیٰ مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُوْرًا﴾ یعنی ہم ان کے ان اعمال پر نظر کرتے ہیں جوانھوں نے انجام دیئے ہیں اوران کے اعمال کوگرد وغبار کی مانند ہوا میں بکھیر دیتے ہیں۔(۱)

شفاعت کرنے والے

شفاعت کی دو قسمیں ہیں: (الف) شفاعت تکوینی (ب) شفاعت تشریعی؛ شفاعت تکوینی میں تمام اسباب وعوامل وجودی ہوتے ہیں جو خدااور موجودات کے درمیان واسطہ قرار پاتے ہیں لیکن شفاعت تشریعی مکلَّف سے مربوط ہوتی ہے۔

اس قسم کی بعض شفاعتیں اسی دنیا میں بندہ کی بخشش کا سبب قرار پاتی ہیں اوراس کوخداوند عالم سے نزدیک کردیتی ہیں، اس تعریف کے مدنظر، شفاعت تشریعی میں شفیع، خدااور بندہ کے درمیان واسطہ قرار پاتا ہے۔

دنیامیں شفاعت کرنے والے

۱۔توبہ

توبہ کے متعلق خداوندمتعال ارشادفرماتا ہے: ﴿قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ أَسْرَفُوْا عَلیٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعاً اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْم وَ اَنِیْبُوْا اِلیٰ رَبِّکُمْ﴾ یعنی (اے رسول!) کہہ دیجئے کہ اے

....

۱. سورۂ فرقان/۲۳.

میرے بندو! تم نے اپنے اوپر اسراف اور ستم کیا ہے، تم رحمت الٰہی سے ناامید نہ ہو کہ خداوند عالم تمام گناہوں کو بخش دے گا کیونکہ وہ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے، اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پلٹ آؤ۔(۱)؛ توبہ تمام گناہوں کو بخشوا دیتی ہے یہاں تک کہ شرک جیسے عظیم گناہ میں بھی متأثر ہوتی ہے۔

۲۔ایمان

ایمان کے متعلق ارشاد ربانی ہوتا ہے: ﴿یَا اَیُّھَاالَّذِیۡنَ آمَنُوۡا اتَّقُوۡااللّٰہَ وَ آمَنُوۡا بِرَسُوۡلِہٖ یُؤۡتِکُمۡ کِفۡلَیۡنِ مِنۡ رَحۡمَتِہٖ وَ یَجۡعَلۡ لَکُمۡ نُوۡرًا تَمۡشُوۡنَ بِہٖ وَ یَغۡفِرۡلَکُمۡ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌرَحِیۡمٌ﴾ اے صاحبان ایمان! تقویٰ اختیار کرو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ تا کہ اس کی رحمت تمہارے شامل حال ہو جائے اور تمہارے لئے ایک ایسا نور قرار دے جس کے ذریعہ تم راستہ طے کر سکو اور وہ (خدا) تمہارے گناہوں کو بخش دے کہ خداوند عالم بخشنے والا اور مہربان ہے۔(۲)

۳۔عمل صالح

اعمال صالحہ کی بابت خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا وَعَمِلُوۡا الصَّالِحَاتِ لَھُمۡ مَغۡفِرَۃٌ وَ أَجۡرٌ عَظِیۡمٌ﴾ خداوند عالم نے صاحبان ایمان اور اعمال صالحہ انجام دینے والے افراد سے بخشش اور عظیم انعام کا وعدہ کیا ہے۔(۳)

....

۱. سورۂ زمر/۵۳،۵۴.

۲. سورۂ حدید/۲۸.

۳. سورۂ مائدہ/۹.

۴۔قرآن کریم

قرآن کریم کی شفاعت کے بارے میں ارشاد رب العزت ہوتا ہے: ﴿ يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهِ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ ﴾ یعنی خداوند عالم اس (قرآن) کی برکت سے اطاعت کرنے والوں کی راہ سلامتی کی جانب ہدایت فرماتا ہے اور انھیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے اور راہ مستقیم کی جانب ہدایت فرماتا ہے۔(۱)

۵۔انبیائے الٰہی

خداوند عالم اپنے پیغمبروں کے متعلق فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاؤُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ﴾ یعنی اگر یہ ستمگر لوگ اپنی ذاتوں پر ستم کرتے تھے اور احکام وفرامین الٰہی کو پیروں تلے روندتے تھے پھر توبہ کرتے تھے اور پیغمبر بھی ان کے لئے استغفار کرتے تھے تو یہ لوگ خدا کو توبہ کا قبول کرنے والا اور مہربان پاتے تھے۔(۲)

۶۔فرشتے

فرشتوں کے متعلق خداوند منان ارشاد فرماتا ہے: ﴿ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا ﴾ وہ فرشتے جو حاملان عرش الٰہی ہیں اور اس کا طواف کرتے ہوئے تسبیح و تہلیل الٰہی انجام دیتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں، وہ صاحبان ایمان کے

....

۱. سورۂ مائدہ/۱۶.

۲. سورۂ نساء/۶۴.

وهابیت کا تنقیدی جائزہ

لئے بخشش طلب کرتے ہیں۔(۱)

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَالْمَلاَئِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَلاَإِنَّ اللهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ فرشتے مسلسل اپنے پروردگار کی حمد وثنا کرتے رہتے ہیں اور اہل زمین کے لئے بخشش طلب کرتے ہیں، آگاہ ہوجاؤ کہ خداوند عالم بخشنے والا اور مہربان ہے۔(۲)

۷۔مومنین

مومنین کی صفت یہ ہے کہ یہ اپنے لئے بھی بخشش طلب کرتے ہیں اور اپنے دینی بھائیوں کے لئے بھی۔اس کے متعلق ارشاد پروردگار ہے: ﴿وَاعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلاَنَا﴾ ہمیں بخش دے، اپنی رحمت کے سائے میں قرار دے کہ تو ہمارا سرپرست اور مولا ہے۔(۳)

روز قیامت، شفاعت کرنے والے

۱۔انبیائے الٰہی

اس کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَانُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ ☆ لاَيَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ☆ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلاَيَشْفَعُونَ إِلاَّ لِمَنْ ارْتَضَى وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ﴾ انھوں نے کہا کہ خداوند رحمٰن نے اپنے لئے ایک بیٹے کا

.....

۱. سورۂ غافر/۷.

۲۔سورۂ شوریٰ/۵۔

۳۔سورۂ بقرہ/۲۸۶۔

انتخاب کیا ہے، وہ (ایسے کاموں سے) منزّہ و مبرّیٰ ہے بلکہ اس کے نیک بندے ہیں، جو کبھی بھی اس کی مرضی کے خلاف نہیں چلتے اور ہمیشہ اس کی اطاعت کرتے ہیں وہ اپنے ماضی و مستقبل سے آگاہ ہیں اور وہ صرف انھیں کی شفاعت کرتے ہیں جس کی شفاعت خدا کو منظور ہوتی ہے اور اس کے خوف سے لرزہ براندام رہتے ہیں۔(۱)

۲۔فرشتے

خداوند متعال فرشتوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لاتُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَى﴾ آسمانوں کی بلندیوں پر بہت سے فرشتے ایسے ہیں جن کی شفاعت، اللہ کی رضایت پر مشتمل ہے (کچھ فرشتوں کو خدا نے حق شفاعت دیا ہے)۔(۲)

۳۔شہداء

شہداء کی شفاعت کے متعلق خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلايَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُون﴾ یعنی جو لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں انھیں شفاعت کا حق حاصل نہیں سوائے ان افراد کے جنھوں نے حق کی شہادت دی اور وہ بخوبی آگاہ ہیں۔(۳)

اس آیت سے بخوبی سمجھ میں آتا ہے کہ خدا کے نزدیک ان لوگوں کو شفاعت کا حق حاصل ہے جو حق کی شہادت دیتے ہیں لہٰذا ہر شہید شفاعت کرنے کا حق رکھتا ہے، اس

وہابیت کا تقیدی جائزہ

.....

۱. سورۂ انبیاء/ ۲۶، ۲۸. ابن کثیر نے ان آیات کی تفسیر میں کہا ہے کہ بروز قیامت سب سے بڑے شفیع، پیغمبر اسلامؐ ہوں گے۔(تفسیر ابن کثیر: ج ۶، ص ۴۵۴).

۲. سورۂ نجم/ ۲۶.

۳. سورۂ زخرف/ ۸۶.

بنیاد پر اس آیت میں شہید سے مراد وہ شخص نہیں جو راہ خدا میں قتل ہوا ہو بلکہ شاہد اور گواہ کے معنی میں ہے۔

۴۔ مومنین

گذشتہ آیت سے مومنین کی شفاعت بھی واضح ہو جاتی ہے، کیونکہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے یہ بروز قیامت مومنین، شہدا کی صف میں ہوں گے: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرُسُلِهِ أُوْلَئِكَ هُمْ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِم﴾ یعنی وہ لوگ جو خدا اور اس کے پیغمبر پر ایمان لائے، وہ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شاہد ہیں۔(۱)

.....

۱. سورۂ حدید/ ۱۹. علامہ طباطبائی نے شفاعت کے سات اعتراضات کی جانب اشارہ کیا ہے اور ان کے جوابات بھی دیئے ہیں جن میں سے چند اعتراضات اور جوابات کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

پہلا اعتراض: اگر کسی مجرم اور گنہگار سے عذاب کو ہٹانا عدل ہے تو پھر کسی بندہ کو عذاب میں مبتلا کرنا ظلم ہے اور اگر عذاب ظلم ہے تو بعض پیغمبروں نے اپنی امت کو عذاب میں مبتلا ہونے کی بددعا کیوں دی؟

جواب: عذاب کا خاتمہ، حکم اول یا عقاب کے منافی نہیں ہے کہ عقاب کو ظلم شمار کیا جائے، بلکہ گنہگار کو عذاب کے مصداق سے خارج اور رحمت الٰہی میں شامل کرتا ہے۔

دوسرا اعتراض: خداوند عالم کی سنت یہ ہے کہ اس کا حکم تبدیل نہیں ہوتا لہٰذا اس قانون سے کسی حکم کو کیسے الگ کیا جا سکتا ہے؟ اگر شفاعت کے ذریعہ گنہگار انسان کے عذاب میں کمی واقع ہو رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قانون الٰہی میں تبدیلی واقع ہو گئی! جب کہ یہ محال ہے اور غرض کے منافی ہے!؟۔

جواب: خداوند عالم فقط اسباب کے پیش نظر، حکم جاری فرماتا ہے، اس بنیاد پر اگر ایک سبب ایک حکم کا موجب قرار پائے جیسے کہ گناہ، عذاب کا سبب ہے۔ ممکن ہے کہ دیگر اسباب بھی موجود ہوں جو اس حکم کے خلاف ہوں مثلاً رحمت و رأفت۔ اور خداوند عالم کی رحمت اس کے عذاب پر سبقت رکھتی ہے۔

تیسرا اعتراض: عرف عام میں شفاعت کا تصور یہ ہے کہ جو حاکم نے قصد کیا ہے اس کو اس سے روکیں یا کم سے کم نظر ثانی کی التجا کریں، اگر اسی مفہوم کو دیکھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق، خالق کے امور میں دخل اندازی کر رہی ہے جو محال ہے!؟۔

جواب: شفاعت، خداوند عالم کے علم و ارادہ میں کسی طرح کی تبدیلی رونما نہیں کرتی بلکہ تبدیلی تو صرف مراد اور معلوم میں ہوتی ہے، یعنی خدا یہ جانتا ہے کہ انسان پر مختلف حالات عارض ہوتے ہیں، ایک دن.....

یہاں اس بات کا تذکرہ لازم ہے کہ شفاعت، گنہگار انسان کی جانب سے شفیع کی خدمت میں درخواست کا نام ہے، اس اعتبار سے پیغمبر یا کسی اور کی شفاعت کا مطلب یہ ہے کہ وہ گنہگار کے لئے بارگاہ ایزدی میں دعا کرے یعنی شفیع، گنہگار کے گناہوں کی بخشش اور اس کی حاجت پوری ہونے کی دعا کرتا ہے لہٰذا شفاعت ایک قسم کی دعا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا﴾ یعنی جو شخص امور خیر میں کسی کی شفاعت کرے تو اس میں خود اس کا بھی حصہ ہوتا ہے۔(۱)

.....

.....انسان ایک حالت میں ہوتا ہے تو اسی کے مطابق، ارادۂ الٰہی ہوتا ہے اور دوسرے دن دوسری حالت میں ہوتا ہے کہ اس دن پہلے دن والا ارادہ نہیں ہوتا بلکہ دوسرا ارادہ ہوتا ہے۔ خداوند عالم نے خود ہی فرمایا ہے: ﴿ہر روز اس کی شان کے مطابق ہوتا ہے﴾ (سورۂ رحمٰن/۲۹) دوسرے مقام پر فرماتا ہے: ﴿خدا جو چاہے مٹادے اور جو چاہے ثابت رکھے کیونکہ کتاب اس کے ہاتھ میں ہے﴾ (سورۂ رعد/۳۹)۔

چوتھا اعتراض: شفاعت کا وعدہ، انسان کی جسارت میں اضافہ کا باعث ہے، کیونکہ جب اسے شفاعت کا یقین ہوگا تو بلا جھجک گناہوں میں ملوث ہوسکتا ہے!؟۔

جواب اول: یہ اعتراض، خداوند عالم کی رحمت کے خلاف ہے اور ان آیات کی مخالفت کرتا ہے جو خدا کے رحم وکرم کے بارے میں نازل ہوئی ہیں کیونکہ ان آیات میں یہ کہا گیا ہے کہ خداوند عالم، گنہگار انسان کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے سوائے شرک کے کہ جو توبہ کے ذریعہ لائق بخشش ہے۔

جواب دوم: شفاعت کا وجود جسارت کا سبب صرف اسی وقت ہوسکتا ہے جب شفاعت ہونے والے کا نام ونشان معلوم ہو یا اس گناہ کا علم ہو جس کے متعلق شفاعت ہوئی ہے! اور دوسری بات یہ کہ شفاعت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کامیابی میں سو فیصد کردار ادا کرے بلکہ اگر قبولیت کی راہ میں کچھ نمبر کم رہ گئے ہوں تو ان نمبروں کو شفاعت کے ذریعہ پورا کیا جاتا ہے نہ یہ کہ زیرو کو سو نمبر سے تبدیل کردیا جائے! کیونکہ ایسی شفاعت کا کوئی سی روایت میں تذکرہ نہیں ہوا ہے جو سو فیصد کردار ادا کرے۔ (تفسیر المیزان: طباطبائی، ج۱، ص۱۶۸)

۱. سورۂ نساء/۸۵.

فخر رازی، ابن مقاتل سے نقل کرتے ہوئے اس آیت کے بارے میں رقمطراز ہیں: ''شفاعت، بارگاہ خداوندی میں دعا کرنا ہے، اس کی دلیل پیغمبر اسلامؐ کی یہ روایت ہے: ابودرداء سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے پیٹھ پیچھے اس کے لئے دعا کرے تو اس کی دعا مستجاب ہوتی ہے اور فرشتۂ الٰہی دونوں کے لئے وہی دعا کرتا ہے''۔(۱)

اس بنا پر کسی سے شفاعت طلب کرنا یعنی اپنے لئے دعا کی التجا کرنا ہے اور دعا کی التجا ہر مومن سے کر سکتے ہیں۔ محمد ابن عبدالوہاب بھی زندہ سے دعا کی التجا کو جائز شمار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی سے دعا کی درخواست کرنا دین کی ضروریات میں سے ہے۔

اس اعتبار سے ہر مومن سے شفاعت طلب کرنا جائز ہے لہٰذا انبیائے الٰہی اور صالحین، بالخصوص پیغمبر اکرمؐ سے شفاعت طلب کرنا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔

شاید کوئی شخص یہ تصور کرے کہ شفاعت صرف اسی کی قبول ہوگی جو خداوند عالم کے نزدیک ''والا مقام'' ہوگا! تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ ہر وہ مومن جس کی دعا بارگاہ ایزدی میں قبول ہوتی ہے وہ خداوند عالم کے نزدیک بلند مقام کا حامل ہوتا ہے(۲)؛ دوسری جانب سے شفاعت صرف انبیائے الٰہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ خداوند عالم نے تمام مومنوں اور فرشتوں کو حقّ شفاعت سے نوازا ہے۔

.....

۱. التفسیر الکبیر: ج۱۰، ص۲۰۷.

۲. اسلمی سے منقول ہے: پیغمبر اسلامؐ نے کعبہ سے خطاب فرمایا: خداوند عالم کے نزدیک تجھ سے زیادہ قابل احترام کوئی شئے نہیں ہے لیکن مومن کی عظمت تجھ سے بلند و بالا ہے.

فرشتوں کی شفاعت

فرشتوں کی شفاعت کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿الَّـــذِيــنَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ☆ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُم وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ☆ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ﴾ وہ فرشتے جو حاملان عرش الٰہی ہیں اور خدا کی تسبیح وتہلیل میں مشغول رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں، وہ مومنین کی لئے طلب مغفرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں: پروردگار! تیرا علم تمام اشیاء کا احاطہ کئے ہوئے ہے! لہٰذا جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستہ پر گامزن ہوئے ان کی مغفرت فرما اور انھیں عذاب دوزخ سے نجات عطا فرما، پالنے والے! انھیں ان بہشتی باغوں میں داخل فرما جن باغوں کا وعدہ تو نے ان سے کیا ہے، اسی طرح ان کے نیک والدین، بیویوں اور اولاد کو باغ بہشت کی سیر کرادے، یقیناً تو صاحب قدرت و صاحب حکمت ہے، ان سب کو برائیوں سے دور رکھ!۔(۱)

ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر کبیر فخر رازی لکھتے ہیں: ''ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ فرشتگان الٰہی گنہگاروں کی شفاعت کرتے ہیں، لہٰذا جس طرح پیغمبرؐ اور دیگر انبیائے الٰہی اذن خداوندی کے تحت شفاعت کا حق رکھتے ہیں اسی طرح فرشتے بھی شفاعت کا حق رکھتے ہیں، خداوند عالم نے اپنے حبیبؐ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

....

۱. سورۂ غافر/۷، ۹.

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ یعنی (اے پیغمبر!) اپنے گناہوں اور مومنین ومومنات کے گناہوں کی بابت استغفار طلب کرو(۱)؛ اسی طرح قرآن کریم نے جناب نوحؑ کے فرمان کو نقل کیا ہے کہ آپؑ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی: ﴿رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ پروردگار! مجھے، میرے والدین کو، جو لوگ ایمان کے ساتھ میرے گھر میں داخل ہوئے انھیں اور تمام مومنین ومومنات کو بخش دے''۔(۲)

یہ تمام چیزیں اس بات کی گواہ ہیں کہ شفاعت، دعا اور طلب مغفرت کے سوا کوئی چیز نہیں ہے۔

حجر اسود کی شفاعت

مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہما السلام حجر اسود کی شفاعت کے متعلق فرماتے ہیں: ''اس پتھر (حجر اسود) کو اپنے اعمال کا گواہ قرار دو، کیونکہ یہ پتھر بروز قیامت، شفاعت کرنے والا ہوگا اور اس کی شفاعت قبول ہوگی! یہ پتھر زبان ولب کا مالک ہے اور جو شخص اس کو مس کرے گا یہ اس کے حق میں گواہی دے گا''۔(۳)

ابونعیم نے اس روایت کو نقل کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: ''یہ روایت، صحیح ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ مولا علیؑ کا ہی قول ہے''۔

اہل سنت کے بزرگ دانشور ''عزیزی'' کا بیان ہے: ''مولا علیؑ کے اس فقرہ (گواہ بناؤ) کا مطلب یہ ہے کہ جو نیک اعمال تم حجر اسود کے نزدیک انجام دو ان

---

۱. سورۂ محمد/۱۹.

۲. سورۂ نوح/۲۸.

۳. کنز العمال: متقی ھندی، ج۱۲، ص۲۱۷، ح۳۴۷۳۹. جامع الصغیر: سیوطی، ص۲۲۵.

اعمال پر حجر اسود کو گواہ بناؤ، مثلاً اس کو چھونا، چومنا، اس کے کنارے دعا کرنا اور ذکر الٰہی میں مصروف رہنا''۔(۱)

عزیزی آگے بیان کرتے ہیں: ''وہ شفیع ہوگا یعنی جو اس کو اپنے اعمال پر گواہ بنائے گا یہ اس کی شفاعت کرے گا اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی''۔(۲)

اس بنا پر اس روایت میں گواہ بنانا، یعنی شفاعت کی درخواست کرنا ہے، اگرچہ یہ پتھر کا ٹکڑا عقل وشعور سے عاری ہے لیکن ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کو اپنے اعمال پر گواہ بنائیں، اس سے بڑھ کر یہ کہ اس عمل کو شرک بھی نہیں کہا گیا ہے۔ لہٰذا اگر اس پتھر کو اپنے اعمال کا گواہ بنانا شرک کہلائے تو اس کا حکم اس کے شرک کہلانے کو ختم کردے گا کیونکہ حکم ہوا ہے کہ اس کو گواہ بناؤ کیونکہ حکم، اصل موضوع کو تبدیل نہیں کرتا؛ نتیجہ یہ ہوا کہ شفاعت ودعا ایک ہی شئے ہے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ اگر کوئی شفاعت چاہے تو یقیناً اس کی شفاعت بارگاہ الٰہی میں قبولیت کا درجہ حاصل کرلے گی! لیکن ہاں! یہ خداوند عالم کا لطف وکرم ہے کہ وہ دعا اور شفاعت کو قبولیت کا درجہ عنایت فرمائے۔

مُردوں کی شفاعت

ابن تیمیہ نے مُردوں سے شفاعت طلبی کو بدعت شمار کیا ہے، اسی طرح محمد بن عبد الوہاب اور صنعانی بھی معتقد ہیں کہ مُردوں سے شفاعت طلب کرنا کفر اور شرک ہے۔

اس بارے میں ابن تیمیہ کا بیان ہے: ''انبیائے الٰہی، صالحین اور دیگر مُردوں سے شفاعت طلب کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے کہ ہم مُردوں سے خطاب کرکے کہیں:

.....

۱. فیض القدیر: ج ۱، ص ۵۲۷.
۲. ایضاً.

ہمارے لئے دعا کرنا؛ یا ہمارے لئے خدا سے درخواست کرنا؛ کسی صحابی یا تابعی نے ایسی بات نہیں کی ہے، اہل سنت کے کسی بھی پیشوا نے ایسا حکم نہیں دیا؛ اسی طرح کوئی روایت وحدیث بھی ہم نے نہیں دیکھی جس میں مُردوں سے شفاعت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہو!''۔

ہم ابن تیمیہ کو جواب دیں گے: ''کیا مُردوں سے شفاعت طلب کرنے کی حرمت کی دلیل یہ ہے کہ وہ ہمارے درمیان سے چلے گئے ہیں اور ہم ان سے رابطہ برقرار نہیں کر سکتے لہٰذا ان سے شفاعت طلب کریں؟ اگر ایسا ہی ہے تو یہ کہنا ہوگا کہ پیغمبر اکرمؐ اور دیگر انبیاء الٰہی وفات کے بعد بھی زندہ ہیں! ہماری باتوں کو سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں، جو ان کو سلام کیا جاتا ہے ان تک پہونچتا ہے، انبیائے الٰہی کا علم، وفات کے بعد حیات کی مانند ہے۔ دوسری جانب سے آنحضرتؐ کی امت کے تمام اعمال آپؐ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں اور آپؐ اپنی امت کے لئے بخشش طلب کرتے ہیں''(۱)؛ علم کلام کے تمام علماء اور دانشوروں نے اس موضوع کی صراحت کی ہے اور اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

بعد وفات، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات

علم کلام کے تمام علماء کا اتفاق ہے کہ پیغمبر اکرمؐ، وفات کے بعد بھی زندہ ہیں، اس بارے میں سمہودی (۲) کا بیان ہے:

.....

۱. محاسبة النفس: ص۱۸، ب۳. کشف الارتیاب: ص۲۱۷.

۲۔ نور الدین علی ابن احمد سمہودی: مدینہ کے رہنے والے عالم، مفتی، مدرس، مورخ اور مذہب شافعی کے پیشوا تھے، آپ ماہ صفر ۸۴۴ھ، میں پیدا ہوئے اور ۹۱۱ھ میں وفات پائی، آپ علوم قرآن، فقہ اور حدیث کے امام تھے، مناظرہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ (شذرات الذھب: ابن عمار حنبلی، ج۸، ص۵۱۔ الضوء اللامع: سخاوی، ج۵، ص۲۴۵)۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ پیغمبر اسلامؐ، اپنی وفات کے بعد بھی زندہ ہیں اسی طرح دیگر انبیائے الٰہی بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی حیات ان شہداء سے افضل ہے جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہوا ہے، ہمارے پیغمبرؐ تمام شہیدوں کے سرور و سردار ہیں اور شہیدوں کے اعمال آنحضرتؐ کی میزان میں تولے جائیں گے۔ پیغمبر اسلامؐ نے خود فرمایا ہے: میری وفات کے بعد بھی میرا علم ویسا ہی ہے جیسا میری حیات میں'' اس روایت کو منذری نے نقل کیا ہے۔

ابن عدی نے اپنی کتاب ''کامل'' میں ابن ثابت سے اور انھوں نے انس سے نقل کیا ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا: ''انبیائے الٰہی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں''۔

ابو یعلی نے اس روایت کو موثق شمار کیا ہے اور بیہقی نے صحیح قرار دیتے ہوئے نقل کیا ہے۔(۱)

بیہقی کا بیان ہے: ''انبیائے الٰہی کی حیات بعد از وفات کے متعلق کئی احادیث موجود ہیں''۔ وہ پیغمبر اکرمؐ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں: ''میں (پیغمبر) شب معراج، موسیٰ کے پاس سے گزرا، وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز ادا کر رہے تھے''۔ اس کے بعد انھوں نے پیغمبر اکرمؐ کی کئی احادیث نقل کیں، جن میں یہ ثابت کیا گیا کہ آپؐ دیگر پیغمبروں کے مزارات مقدسہ کے کنارے سے گزرے اور انھیں نماز میں مشغول پایا اور آپؐ نے بھی ان کے ساتھ نماز ادا کی۔

منذری کی مانند، ابن ماجہ نے بھی صحیح حدیث کو ابو درداء سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: ''بروز جمعہ، میرے اوپر زیادہ سے زیادہ صلوات

.....

۱. وفاء الوفاء: ج۴، ص ۱۳۴۹.

بھیجو کیونکہ یہ درود فرشتوں کی نگاہوں کا محور رہتا ہے اور وہ اس درود کے شاہد رہتے ہیں، اس روز جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے، اس کے خاموش ہوتے ہی وہ درود مجھ تک پہونچ جاتا ہے''۔

ابودرداء نے آنحضرتؐ سے سوال کیا: ''وفات کے بعد بھی!؟ آپؐ نے جواب دیا: ہاں! میری حیات کے بعد بھی؛ خداوندعالم نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیائے الٰہی کے اجسام طاہرہ کو بوسیدہ کرے! لہٰذا تمام انبیائے الٰہی زندہ ہیں اور خالق کی جانب سے رزق پاتے ہیں''۔

بزاز نے ابن مسعود سے ایک مؤثق روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا: ''خداوندعالم نے کچھ فرشتوں کو کائنات کا دورہ کرنے پر مامور کیا ہے، وہ فرشتے میری امت کے اعمال میرے سامنے پیش کرتے ہیں''۔

دوسرے مقام پر آپؐ نے فرمایا: ''میری حیات تمہارے لئے خیر ہے کیونکہ میں تم سے گفتگو کرتا ہوں، اسی طرح میری وفات بھی تمہارے حق میں خیر ہے کیونکہ تمہارے تمام اعمال میرے سامنے پیش ہوتے ہیں، اگر میں تمہاری جانب سے اچھے اعمال دیکھتا ہوں تو شکر خدا بجالاتا ہوں اور اگر برے اعمال دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے بخشش طلب کرتا ہوں''۔

ابومنصور بغدادی کا بیان ہے: ''ہمارے علمائے علم کلام فرماتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر ''محمدؐ'' اپنی وفات کے بعد بھی زندہ ہیں، اپنی امت کی اطاعت دیکھ کر خوشحال ہوتے ہیں؛ انبیائے الٰہی کے اجسام طاہرہ کبھی بھی بوسیدہ نہیں ہوتے''۔

بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں تحریر کیا ہے: ''انبیائے الٰہی کی روح قبض کرنے کے بعد دوبارہ ان کے جسموں میں پلٹادی جاتی ہے، وہ بھی شہیدوں کی مانند اپنے

پروردگار کے نزدیک زندہ رہتے ہیں، ہمارے پیغمبرؐ نے کچھ انبیاء کی زندگی کا شب معراج بھی مشاہدہ کیا ہے''۔(۱)

بیہقی نے یہ بھی لکھا ہے: ''ہم نے انبیائے الٰہی کی حیات بعد از وفات کے متعلق مستقل کتاب تالیف کی ہے''۔

سمہودی رقمطراز ہیں: ''پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام جب حج کے ارادہ سے مدینہ کے پاس سے گزرتے تھے اور مجھے سلام کرتے تھے تو میں ان کا جواب ضرور دیتا تھا''۔

وہ اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ان دلائل کی بنیاد پر، پیغمبر کا بدن زندگی کی مانند ہی رہتا ہے لیکن خوراک کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ اس دنیا پر مکمل مسلط اور ناظر ہیں، سمہودی نے یہ روایت کتاب الوفاء میں بھی نقل کی ہے''۔(۲)

قسطلانی کا بیان ہے: ''انبیائے الٰہی کی حیات بعد از وفات ثابت ہے، نیز پیغمبر اکرمؐ دیگر انبیاء سے بلند مقام کے حامل ہیں، اس بنا پر آپؐ کی حیات بھی دیگر انبیاء سے کامل ترین حیات ہے''۔(۳)

علماء کے صریحی نظریات اور اہلسنت کی معتبر کتابوں سے منقول صحیح روایات اس بات کا منھ بولتا شاہکار ہیں کہ انبیائے الٰہی اور صالحین سے شفاعت طلب کرنا

.....

۱۔ پیغمبر اکرمؐ سے روایت ہے: میں شب معراج جب موسیٰ کی قبر کے نزدیک سے گزرا تو ان کو محو عبادت پایا؛ ان کی قبر شہر مدین میں ہے جو مدینہ اور بیت المقدس کے درمیان واقع ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ج۱۶، ص۹۹۔ صحیح مسلم: ج۲، ص۲۳۷۵۔ سنن نسائی: ج۳، ص۲۱۶۔ مسند احمد بن حنبل: ج۳، ص۱۴۸)۔

۲. وفاء الوفاء: ج۴، ص ۱۳۴۹.

۳. المواهب اللدنية: ج۳، ص۴۱۳. ۴۱۹.

بدعت، کفر اور شرک نہیں ہے بلکہ ابن تیمیہ اور اس کے پیروکاروں کو ان کی کم علمی نے بدعت کا فتویٰ دینے پر مجبور کیا لہٰذا ان کے عقائد پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ اگر وہ خود ہی دیگر علماء کے نظریات میں غور وخوض کریں تو انھیں اپنی کم علمی کا احساس ہو جائے گا اور یہ بھی سمجھ میں آ جائے گا کہ ان کی دلیلیں بے بنیاد اور پوچ ہیں۔

حیات بعد از وفات کے متعلق علمائے کرام کے نظریات

علمائے اسلام کا عقیدہ ہے کہ انسان وفات کے بعد حیات سے نوازا جاتا ہے، اس کو ثابت کرنے کے لئے چند علماء کے اقوال کا تذکرہ کرنا مناسب ہے:

۱۔ابوبکر عربی: اپنی کتاب ''الامد الاقصیٰ فی تفسیر الاسماء الحسنیٰ'' میں گویا ہیں: ''اس بات پر علمائے اہل سنت کا اجماع ہے کہ تمام مکلفین، مرنے کے بعد قبر میں زندہ کئے جاتے ہیں اور ان سے سوالات کئے جاتے ہیں''۔(۱)

۲۔سیف الدین آمدی: اپنی کتاب ''ابکار الافکار'' میں تحریر کرتے ہیں: ''گذشتہ امت مسلمہ اس بات پر متفق تھی کہ قبر میں ہر مکلّف کو زندہ کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس موضوع کی مخالفت کے باوجود مسلمانوں کی اکثریت کا یہی اعتقاد تھا کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کیا جاتا ہے''۔(۲)

۳۔سبکی: تمام اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبر میں مردہ کو زندہ کیا جاتا ہے، امام الحرمین اپنی کتاب ''شامل'' میں لکھتے ہیں ''گذشتہ تمام امت مسلمہ کے نزدیک عذاب قبر، قبر میں مردوں کا زندہ ہونا اور ان کی ارواح کا ان کے اجسام میں پلٹنا قابل

---

۱. شفاء السقام: ص ۲۰۴.

۲. وفاء الوفاء: ج۴، ص ۱۳۵۱.

قبول تھا اور وہ ان چیزوں پر ایمان رکھتے تھے''۔ سبکی نے اپنی تحریر میں علماء کے اقوال سے یہ ثابت کیا ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کے جسم میں دوبارہ روح پلٹا دی جاتی ہے اور اس سے سوال و جواب کئے جاتے ہیں اور اسی وقت سے خدا کی نعمتوں کے حصار میں یا اس کے عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔(۱)

۴۔ ابن تیمیہ: اپنی کتاب ''اقتضاء الصراط المستقیم'' میں لکھتا ہے: ''اگر کوئی مسلمان شہیدوں کے مزارات پر حاضر ہوتا ہے یا مومنین کی قبروں کے نزدیک جا کر انھیں سلام کرتا ہے تو وہ اس کو پہچانتے ہیں اور سلام کا جواب بھی دیتے ہیں''۔

جب سمہودی نے ابن تیمیہ کی یہ گفتگو سنی تو سوال کیا: ''مومنین میں یہ طاقت ہے کہ مرنے کے بعد بھی سلام کا جواب دے سکیں! لیکن پیغمبروں کے سردار محمد مصطفیٰؐ میں اتنی طاقت نہیں!؟''۔(۲)

۵۔ امام غزالی: نقل کرتے ہیں: محمد بن واسع، ہر شب جمعہ قبروں پر جاتے تھے، ان سے سوال کیا گیا کہ کیا پیر کے دن نہیں جا سکتے؟ انھوں نے جواب دیا: میں نے یہ سنا ہے کہ جمعرات، جمعہ اور سنیچر کے روز مُردوں میں ایسی طاقت آجاتی ہے کہ وہ اپنے زائروں کو پہچان لیتے ہیں۔(۳)

اسی طرح شیخ منصور حیات بعد از وفات کے متعلق گویا ہیں: ''ابن عباس سے منقول ہے: ایک روز پیغمبر اکرمؐ مدینہ کے قبرستان سے گزرے تو آپؐ نے اپنا رخ قبروں کی جانب کر کے فرمایا: اے اہل قبور! تم پر میرا سلام ہو، خداوند عالم میری اور تمہاری مغفرت

.....

۱. وفاء الوفاء: ص ۱۴۱۲.
۲. وفاء الوفاء: ج ۴، ص ۱۳۵۱.
۳. ایضاً: ص ۱۴۱۲.

فرمائے تم ہم سے پہلے گزر گئے، ہم بھی تمہارے پیچھے پیچھے آرہے ہیں''۔

شیخ منصور نے مزید بیان کیا: ''ترمذی نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے، انھوں نے حدیث کی شرح میں لکھا ہے: جو شخص قبرستان جائے تو مناسب ہے کہ اہل قبور کو سلام کرے، اپنے لئے اور مردوں کے لئے خلوص نیت سے دعا کرے، جی ہاں! ہمیں یہ حکم اسی لئے دیا گیا ہے کہ مردوں میں شعور ہوتا ہے؛ کیونکہ موت کا مطلب بطور کامل نابود ہونا نہیں ہے بلکہ نقل مکانی (ایک منزل سے دوسری منزل میں جانا) ہے۔ اگر چہ (ہماری ظاہری آنکھوں کے اعتبار سے) ان کے جسم ہمارے درمیان سے چلے جاتے ہیں لیکن روح زندہ رہتی ہے اور قیامت تک ثواب یا عذاب الٰہی کا احساس کرتی ہے''۔(۱)

پیغمبر اسلامؐ سے منقول ہے: ''سوائے اس کے کہ خداوند عالم میری روح کو میرے بدن میں واپس پلٹا دے''۔

اس قول کی توضیح میں شیخ منصور گویا ہیں: ''حضرتؐ کی مراد یہ ہے کہ وفات کے بعد جب تک روح نہیں پلٹے گی تب تک گفتگو اور جواب سلام کا امکان نہیں ہے لیکن روح پلٹنے کے بعد یہ ممکن ہے، ورنہ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی کہا ہے کہ انبیائے الٰہی اپنی قبروں میں بھی زندہ رہتے ہیں''۔(۲)

پیغمبر اسلامؐ نے دوسرے مقام پر فرمایا: ''روز جمعہ، تمہارے لئے بہترین روز ہے، اس روز آدمؑ کو خلق کیا گیا، اسی دن آدمؑ دنیا سے گزرے، آدمؑ کے جسم میں روح بھی اس روز پھونکی گئی، لہٰذا اس روز میرے اوپر بہت زیادہ درود بھیجو کہ اس روز کا درود

.....

۱. التاج الجامع للاصول: ج ۱، ص ۳۸۱.

۲. التاج الجامع للاصول: ج ۱، ص ۲۹۱.

میرے سامنے پیش ہوتا ہے۔سوال کیا گیا: یارسول اللہ! آخر آپ کی وفات کے بعد آپ تک درود وسلام کس طرح پہونچتا ہے؟ آپؐ نے جواب دیا: خداوندعالم نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام طاہرہ کو بوسیدہ کرے''۔

شیخ منصور کہتے ہیں: ''اس روایت کو ابوداؤد اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے؛ اور خود شیخ منصور اس کی توضیح میں لکھتے ہیں: حکم خداوندی کے تحت پیغمبر اسلامؐ، درود کو سنتے ہیں اور خوشحال ہوتے ہیں کیونکہ آپؐ اپنی قبر میں زندہ ہیں، اور ان سے بھی خوش ہوتے ہیں جو آپؐ پر درود بھیجتا ہے، جس روز درود بھیجا جاتا ہے اس روز خود درود بھیجنے والے کا مرتبہ اور رسول اسلامؐ کا مرتبہ بلند ہوجاتا ہے۔ فرشتگان الٰہی، ان کی امت کے اعمال اور تحفۂ درود کو ان کی خدمت میں پیش کرتے ہیں''۔(۱)

شافعی اور ابن ماجہ نے بھی عبداللہ بن ابی عوفی سے روایت نقل کی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: ''روز جمعہ، میرے اوپر بہت زیادہ درود پڑھو، بے شک تمہارے پڑھے ہوئے تمام درود مجھ تک پہونچتے ہیں اور میں سنتا ہوں''۔(۲)

ایک اہم سوال

پیغمبرؐ کے اس فرمان ''سوائے اس کے کہ خدا میرے جسم میں میری روح کو اپس پلٹادے'' کو دیکھتے ہوئے ایک اہم سوال سر اٹھاتا ہے کہ: ''کیا روایت کا یہ مفہوم ہے کہ موت کے بعد حیات کا وجود نہیں؟''۔

.....

۱. التاج الجامع للاصول: ج ۱، ص ۲۹۲.

۲. ایضاً.

اس سوال کے دو جواب دیئے جا سکتے ہیں:

پہلا جواب: ''پیغمبر اسلامؐ کی روح مطہر، اس دنیا سے زیادہ اُس دنیا میں والا مقام کی حامل ہے، لہٰذا اگر کوئی آپؐ پر سلام بھیجتا ہے تو آپ کی روح اُس جہان سے اِس جہان میں اس کا جواب دیتی ہے، یا دوسرے الفاظ میں یوں تعبیر کیا جائے کہ حضرتؐ کی نظر التفات ابھی بھی اِس جہانِ فانی کی جانب باقی ہے، اس اعتبار سے شاید روح کی واپسی کا معنی معنویت کا حامل ہے جیسا کہ سبکی نے بھی بیان کیا ہے''۔

دوسرا جواب: ''شاید یہ روایت، مخاطب کی فکر کے مطابق اس دنیا سے ماوراء (دوسری دنیا) کے بارے میں بیان ہوئی ہے، اس طرح روح کو جواب دینے کے لئے جسم میں آنا ہی پڑے گا، گویا پیغمبر اسلامؐ فرمانا چاہتے ہیں کہ میں بطور کامل سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں''۔

اسی طرح یہ حدیث اس بات پہ دلالت کرتی ہے کہ روح فقط ایک مرتبہ سلام کا جواب دینے کے لئے جسم میں پلٹائی جاتی ہے نہ کہ ہر بار سلام کا جواب دینے کے لئے، کہ ہر بار روح کو قبض کیا جائے اور ہر بار سلام کا جواب دینے کے لئے جسم میں پلٹایا جائے!۔ کوئی بھی اس بات کا معتقد نہیں ہے کہ ہر بار روح قبض ہو اور ہر بار سلام کے لئے جسم میں پلٹائی جائے، کیونکہ اس اعتبار سے کئی بار موت وحیات کا تصور وجود میں آتا ہے۔

ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ فقط خدا ہی نہیں بلکہ تمام مُردوں میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ ہماری گفتگو کو وہ سن سکیں، دوسری جانب سے سنت میں یہ بیان ہوا ہے کہ وفات کے بعد ہر مردہ کی روح قبر میں اس کے جسم میں پلٹا دی جاتی ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ موت کا کوئی تصور نہیں ہے، اسی طرح سنت سے یہ بھی ثابت ہے کہ قبر میں آرام

اور اضطراب کا وجود ہے جسے مردہ محسوس کرتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ آرام وآسائش اور عذاب واذیت کا احساس زندگی سے مربوط ہوتا ہے، یہ احساس صرف اسی شخص کو ہوسکتا ہے جو زندہ ہو چاہے حیات جزئی ہی کیوں نہ ہو؛ لہٰذا ہم معتزلہ کے خلاف، یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فہم وادارک کو جزئی حیات کے ذریعہ بھی حاصل کیا جاسکتا ہے اور اس کو ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔(۱)

اب ابن تیمیہ کی گفتگو کی جانب پلٹتے ہیں جو انبیائے الٰہی سے شفاعت طلب کرنے کو جائز نہیں جانتا اور کہتا ہے کہ اس طرح کی درخواست، مردہ سے شفاعت طلب کرنے کی مانند ہے؛ لیکن روایات سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ انبیائے الٰہی اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں اور ان سے شفاعت کی درخواست کرنا مردہ سے شفاعت طلب کرنا نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن کریم نے شہید کو زندہ قرار دیا ہے: ﴿بَلْ اَحيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ یعنی وہ اپنے پروردگار کے نزدیک زندہ ہیں۔(۲)

اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیائے الٰہی کا مرتبہ، شہداء کے مرتبہ سے بلند ہے! یہاں تک کہ علماء کے قلم کی روشنائی شہیدوں کے خون سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے(۳)؛ ظاہر سی بات ہے کہ جب شہداء زندہ ہیں تو جو ان سے بالاتر مقام کے حامل (انبیائے الٰہی) ہیں وہ تو بدرجۂ اولیٰ زندہ ہیں!۔

بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں لکھا ہے: ''انبیائے الٰہی کی روح قبض ہونے کے بعد ان کے اجسام طاہرہ میں واپس پلٹا دی جاتی ہے اور وہ شہیدوں کی مانند پروردگار کے نزدیک زندہ رہتے ہیں''۔(۴)

....

۱. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۳۵۵.

۲. سورۂ آل عمران/ ۱۶۹.

۳. کنزالعمال: ج۱۰، ص۱۴۱

۴. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۳۵۵.

ان تمام دلائل سے غض نظر، اگر یہ بھی فرض کیا جائے کہ مردہ کچھ نہیں سنتا اور وہ ہمارے لئے دعا بھی نہیں کرسکتا پھر بھی مردہ سے دعا کی درخواست کرنا کوئی عیب نہیں ہے اور یہ عمل انسان کو کفر کے زمرہ میں قرار نہیں دیتا کیونکہ اس التجا کی مثال اس جیسی ہے کہ کسی نابینا سے کہیں کہ فلاں چیز اٹھادو اور ہمیں اس کی نابینائی کا علم نہ ہو، کیا نابینا سے کوئی چیز چاہنا انسان کو کافر بنادے گا!؟۔

اسی طرح ابن تیمیہ کو یہ بھی جان لینا چاہئے کہ وفاتِ پیغمبر اسلاؐم کے بعد صحابہ اور دیگر افراد نے آنحضرتؐ سے شفاعت، استغاثہ اور دعا کی درخواست کی ہے۔ نہ صرف یہ کہ پیغمبر اسلاؐم سے طلب کرتے تھے بلکہ پیغمبر اسلاؐم کے علاوہ دیگر صالحین سے بھی تمسک اختیار کرتے تھے! لہٰذا ان کا یہ عمل شفاعت کے جواز کا ثبوت ہے۔

آخری بات جو ابن تیمیہ اور اس کے پیروکاروں کے لئے اہم ہے وہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے اور روح سے دعا کی درخواست کی جاسکتی ہے، فخر رازی اپنی تفسیر ''تفسیر کبیر'' میں ﴿قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ﴾ یعنی (اے رسول!) کہہ دیجئے کہ روح میرے پروردگار کے حکم کی تابع ہے(۱) کے ذیل میں سترہ دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ جو موت کے بعد روح کی بقا کو ثابت کرتی ہیں، ان میں سے چند دلیلوں کی جانب اشارہ کرنا مناسب ہے:

پہلی دلیل: پیغمبر اسلاؐم نے فرمایا: ''تشییع جنازہ کے وقت، روح جسم کے اوپر اوپر پرواز کرتی رہتی ہے اور کہتی ہے: اے میرے بچو! اے میرے اہل خاندان! جس طرح دنیا نے میرے ساتھ کھلواڑ کیا اس طرح وہ تم سے کھلواڑ نہ کرنے پائے''۔

.....

۱. سورۂ اسراء/۸۵.

اس روایت کی صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت مردہ جسم کو قبرستان کی جانب لے جاتے ہیں اس وقت انسان زندہ ہوتا ہے اور سب کچھ سمجھتا ہے۔

دوسری دلیل: خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَرْضِیَّةً﴾ اے نفس مطمئنہ! اپنے معبود کی جانب پلٹ آ، اس حال میں کہ تیرا رب تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی۔(۱)

آیۂ کریمہ کے پیش نظر، موت کے بعد جو چیز خدا کی جانب پلٹے وہ زندہ ہے، اس سے خدا راضی اور وہ خدا سے راضی، جو خوشنودی کے عالم میں اپنے معبود کی جانب پلٹتا ہے وہ انسان ہی ہے لہٰذا انسان موت کے بعد بھی زندہ اور باقی رہتا ہے۔

تیسری دلیل: پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں: ''انبیائے الٰہی مرتے نہیں بلکہ ایک منزل سے دوسری منزل کی جانب منتقل ہوتے ہیں'' نیز آپؐ نے فرمایا: ''جو مرجائے اس کی قیامت برپا ہوجاتی ہے'' نیز آپؐ نے فرمایا: ''قبر، جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے''۔(۲)

بہرحال حضور اکرمؐ کے مبارک اقوال سے سمجھ میں آتا ہے کہ انسان مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔

.....

۱. سورۂ فجر/۲۷، ۲۸.

۲. یعنی اگر نیک انسان ہوگا تو اس کی قبر اس کے لئے باغ بہشت اور اگر بدخصلت، بدطینت اور بداعمال ہوگا تو اس کی قبر اس کے لئے جہنم کا گڑھا قرار پاتی ہے۔(مترجم).

چوتھی دلیل: ارشاد خداوند منان ہے: ﴿حَتَّی إِذَا جَاءَ أَحَدَکُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لاَیُفَرِّطُونَ ☆ ثُمَّ رُدُّوا إِلَی اللَّهِ مَوْلاَهُمْ الْحَق﴾ یہاں تک کہ تم میں سے کسی ایک کو موت آ دبوچے، ہمارے فرستادہ اس کی روح قبض کرتے ہیں اور اس میں ذرّہ برابر بھی کوتاہی نہیں کرتے پھر اپنے حقیقی پروردگار کی جانب پلٹ جاتے ہیں۔

اس آیۂ کریمہ کی بنیاد پر مُردے اپنے پروردگار کی جانب پلٹتے ہیں اور چونکہ بے روح جسم خداوند عالم کی جانب نہیں پلٹ سکتا لہٰذا جسم کے علاوہ بھی کوئی ایسی شئے ہونی چاہیۓ جو پروردگار کی جانب پلٹے!۔(۱)

پانچویں دلیل: دنیا کے تمام فرقے مثلاً ہندی، رومی، عرب، عجم اور تمام ادیان کے پیروکار مثلاً یہودی، عیسائی، ہندو، مسلمان اور آتش پرست سبھی اپنے مردوں کی جانب سے صدقہ نکالتے ہیں؛ ان کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں اور ان کی قبروں کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ اگر لوگ وفات کے بعد زندہ نہ ہوں تو ان کی جانب سے صدقہ دینا، دعا کرنا اور ان کے مزارات کی زیارت کرنا وغیرہ بے ہودہ کاموں کے سوا کچھ نہیں۔ دوسری جانب سے تمام لوگوں کا ایک جیسے امور انجام دینا مثلاً دعا، خیرات، زیارت وغیرہ اس بات کے گواہ ہیں کہ انسان کی حقیقت صرف ایک میت یا جنازہ ہی نہیں بلکہ اس کی حقیقت اس کے علاوہ بھی ہے اور وہ حقیقت کبھی نہیں مرتی، فقط انسانی جسم مرتا ہے۔(۲)

....

۱. جسم کے علاوہ دوسری شئے کا نام روح ہے اور یہی وہ شئے ہے جو پروردگار کی جانب پلٹتی ہے۔(مترجم).

۲. التفسیر الکبیر: ج ۲۱، ص ۴۱.

ان تمام باتوں کا لبّ لباب یہ ہے کہ انسانی فطرت اس بات کی متقاضی ہے کہ روح، موت کے بعد بھی زندہ رہتی ہے، اسی طرح آیات و روایات بھی دلالت کرتی ہیں کہ روح، موت کے بعد بھی باقی اور زندہ رہتی ہے۔

لہٰذا آیات، روایات اور فطرت انسانی کے پیش نظر روح زندہ رہتی ہے اور اس سے دعا کی التجا اور شفاعت طلب کی جاسکتی ہے۔ دوسری جانب سے ان امور کا انجام دینا نہ تو کسی بدعت کا سبب ہے اور نہ کفر و شرک کا باعث بلکہ اس طرح کی فکر فطرت کے تقاضہ پر عمل نہ کرنے اور آیات و روایات میں غور و خوض نہ کرنے کا نتیجہ ہے کہ اس کو بدعت قرار دیا جائے۔

روح کی بقا کے بارے میں سبکی کا نظریہ

سبکی سے سوال کیا گیا: ''کیا جسم کی مانند روح بھی فنا ہو جاتی ہے؟'' سبکی نے جواب دیا: ''تمام علماء، حکماء، فلاسفہ، فقہاء اور انبیاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے، تمام شریعتیں اور ادیان قبول کرتے ہیں کہ روح باقی رہتی ہے، ہمارے نزدیک ادیان کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا، لیکن فخر الدین رازی اس بارے میں کہتے ہیں: اگر اس دنیا میں اعتبارات عقلی پر نظر کی جائے مثلاً روح کی بقا، تو یہ چیز سبب بنتی ہے کہ انسان کو یہ یقین حاصل ہو جائے کہ نفس، ہمیشہ زندہ اور باقی رہتا ہے''۔

ممکن ہے کہ کوئی فخر رازی کی تحریر سے یہ سمجھے کہ تمام انبیاء کا یہ نظریہ نہیں ہے کہ روح جسم سے نکلنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے، لیکن یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ فخر رازی کا یہ کہنا ہے کہ تمام انبیاء کا اجماع ہے کہ روح باقی رہتی ہے، لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ اپنا عقیدہ پختہ کریں کہ روح جسم سے جدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہے۔ تمام

شریعتیں اور تمام ادیان بالخصوص آیات وروایات اس بات پر گواہ ہیں کہ روح جسم سے جدا ہونے کے بعد بھی زندہ اور باقی رہتی ہے اور اس میں کسی تاویل کی بھی گنجائش نہیں ہے، کوئی مسلمان چاہے وہ عالم ہو یا جاہل، اس بارے میں کسی قسم کا شک نہیں کرتا بلکہ تمام انسان اس بات کے معتقد ہیں کہ تمام مردے زندہ ہوتے ہیں۔

گذشتہ امت مسلمہ کی ایک جماعت نے بھی یہی اظہار خیال کیا ہے کہ روح باقی رہتی ہے اور شہیدوں کی فضیلت میں نازل ہونے والی آیت صرف شہیدوں سے ہی مخصوص نہیں ہے(۱)؛ بلکہ اس آیت سے مراد کافروں کی باتوں کی تردید ہے، کیونکہ وہ یہ کہتے تھے کہ انسان مرنے کے بعد بالکل نابود ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔

البتہ مُردوں کی حیات کے درجات میں فرق ہے، مثلاً سب سے بلند مرتبہ راہ خدا میں عروس شہادت سے بغلگیر ہونے والے کا ہے، جو مومن شہید نہیں ہوا اس کا مرتبہ شہید سے کم ہے، اور کفار کا درجہ سب سے پست ہے، لیکن اتنا ضرور ہے کہ تمام مردے حیات پاتے ہیں یہ بات الگ ہے کہ بعض اجسام بوسیدہ ہو جاتے ہیں اور بعض تر و تازہ رہتے ہیں لیکن روح ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

جو کچھ ہم نے بیان کیا وہی دین اسلام کا نظریہ ہے، جب ہم آیات وروایات میں غور وخوض کرتے ہیں تو بحسن وخوبی موضوع روشن ہو جاتا ہے اور اس سے زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ شریعت کے اہم مسائل میں سے ہے۔(۲)

.....

۱. جو لوگ راہ خدا میں شہید ہوئے ہیں ان کو مردہ گمان نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کی جانب سے رزق پاتے ہیں۔ (سورۂ بقرہ/ ۱۵۴).

۲. فتاویٰ السبکی: ج ۲، ص ۶۳۶.

آیات وروایات کی روشنی میں ہم نے ثابت کیا کہ انبیائے الٰہی کی ارواح مقدسہ، اولیاء خدا، صالحین اور دیگر ارواح باحیات ہوتی ہیں، اب سوال یہ ہے کہ جب تمام ارواح زندہ ہیں تو زندہ ارواح سے توسل اور شفاعت طلب کرنے والوں کو وہابی فرقہ کافر کیوں کہتا ہے؟۔

شاید اس کا سب سے اہم سبب ان کی نادانی اور آیات وروایات میں دقّت نظری کا فقدان ہو! البتہ اگر ان کی جہالت، حقیقت سے چشم پوشی کرنے کے مدنظر ہو تو ان کا عذر قابل قبول ہے ورنہ اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی بہانہ نہیں ہے!۔

وہابیوں کو ہم شفاعت کے متعلق اپنا آخری جواب اس طرح دیتے ہیں: ''مردہ سنتا ہے یا نہیں! یہ نہ تو اصول دین میں سے ہے، نہ ہی ارکان دین میں سے، اور نہ ہی دین کے واجبات میں سے، کہ اگر کسی نے اس قانون کی مخالفت کردی تو وہ زمرۂ اسلام سے خارج ہو گیا اور اس نے اسلام میں بدعت پھیلا دی! بلکہ کتب صحاح وسنن میں کہا گیا ہے کہ ایسا شخص یا تو عقیدہ کے اعتبار سے کجروی کا شکار ہو گیا ہے جسے اس کا اجر ملے گا یا اس سے کوئی غلطی ہوئی ہے کہ اس صورت میں معذور ہے''۔(۱)

.....

۱. صحیح بخاری: ج۹، ص۱۹۳. صحیح مسلم: ج۵، ص۱۳۱. یہ روایت شیعی کتب میں نہیں آئی ہے اور اہل سنت کے علمائے رجال کے نزدیک بھی معتبر نہیں ہے کیونکہ اس کے سلسلۂ سند میں عمرو عاص کا غلام بھی آتا ہے جو مجہول (☆) ہے اور اس روایت کی دوسرے سندی سلسلے بھی مرسل (☆☆) ہیں۔(عمدة القاری: ج۲۵، ص۶۷).

☆: مجہول: اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کا نام ونسب معلوم نہ ہو۔(مترجم)

☆☆: مرسل: اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کے سلسلہ سے کچھ راوی غائب ہوں۔(مترجم)

اس بنا پر، ان جیسے (بقائے روح) نظریات وعقائد انسان کو مشرک یا کافر قرار نہیں دیتے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو مفسر کبیر ''فخر رازی'' بھی کافر یا مشرک بلکہ دین میں بدعت پھیلانے والے شمار کئے جاتے (۱)؛ کیونکہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ روح باقی رہتی ہے اور اسی سبب روح سے دعا، اس کی نذر، اس کے نام کا صدقہ دینا اور اس کی قبر کی زیارت وغیرہ انجام دی جاتی ہے؛ اسی طرح دیگر مفسروں نے اس آیۂ کریمہ ﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ﴾ یعنی آج تمہارے بدن کو نجات دیں گے (۲)؛ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس آیت سے صراحتاً واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کا نفس اس کے بدن کے علاوہ ہے۔ (۳)

روایات میں شفاعت

طولانی بحث کے سبب صرف دو روایتوں کو نقل کرنے پر اکتفا کیا جا رہا ہے:

پہلی روایت: انس سے منقول ہے: ''میں نے رسول اسلامؐ سے عرض کی کہ روز قیامت میری شفاعت کیجئے گا! آنحضرتؐ نے میری درخواست کو قبول کیا اور فرمایا: میں تمہاری شفاعت کروں گا، میں نے پوچھا: آپؐ کو کہاں تلاش کروں؟ آپؐ نے جواب دیا: پل صراط کے کنارے''۔ (۴)

---

۱. فخر رازی: شہری (ایران) میں پیدا ہوئے، اصول دین میں اشعری اور فقہ میں شافعی مذہب تھے، امام فخر الدین رازی کے نام سے معروف ہوئے۔ (الکنیٰ والالقاب: ج۳، ص۱۳).

۲. سورۂ یونس/۹۲.

۳. تفسیر المیزان: طباطبائی، ج۱۰، ص۱۲۱.

۴. الجامع الصحیح: ج۴، ص۶۲۱، ح۲۴۳۳،

دوسری روایت: ''سواد بن قارب، رسول اسلامؐ کی خدمت میں آئے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے شفاعت طلب کی: یا رسول اللہؐ! جس روز سواد بن قارب کو کسی کی شفاعت فائدہ نہ پہونچائے تو آپؐ میری شفاعت فرمائیےگا''۔(۱)

صحابۂ کرام کی سیرت میں شفاعت کی درخواست

اس حصہ میں چند روایات بیان کریں گے جن میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کی سیرت میں بھی شفاعت طلبی کا وجود پایا جاتا ہے:

پہلی روایت: ابن عباس سے منقول ہے: ''علیؑ نے پیغمبرؐ کو غسل دینے کے بعد فرمایا: میرے والدین آپ پر فدا، آپ حیات میں بھی پاک و پاکیزہ اور بعد وفات بھی پاک و پاکیزہ، بارگاہ خداوندی میں ہمیں بھی یاد رکھئےگا''۔(۲)

دوسری روایت: ابوبکر نے پیغمبرؐ کے چہرہ سے کفن کو ہٹایا اور بوسہ دینے کے بعد وہی فقرے کہے جو مولا علیؑ کی زبان پر جاری ہوئے تھے۔(۳)

تیسری روایت: عمر کی خلافت کے دوران ایک بار قحط پڑا، بلال بن حارث قبر پیغمبرؐ پر گئے اور عرض کی: یارسول اللہؐ! لوگ تباہی کے گھاٹ اتر رہے ہیں، خدا سے اپنی امت کے لئے باران رحمت طلب کیجئے، پیغمبرؐ ان کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: بہت جلد باران رحمت کا نزول ہوگا۔(۴)

....

۱. الدرر السنیه: ص ۲۹. کشف الارتیاب: ص ۲۶۳. الاصابة: ج۲، ص ۹۶. ج۳، ص ۱۸۲. اسد الغابة: ج۳، ص ۳۷۵. الاحادیث الطوال: طبرانی، ص ۸۵.

۲. آمالی مفید: ص ۱۰۵. بحار الانوار: ج ۲۲، ص ۵۲۷. التمهید: ابن عبد البر، ج۲، ص ۱۶۲. شرح نهج البلاغة: ج ۱۳، ص ۴۲.

۳. کشف الارتیاب: ص ۲۶۵. خلاصة الکلام: زینی دحلان، ص ۳۴.

۴. فتح الباری: ج۲، ص ۴۱۲. سنن الکبریٰ: ج۳، ص ۳۵۱. وفاء الوفاء: ج۴، ص ۱۳۷۴. تمهید الاوائل و تلخیص الدلائل: باقلانی، ص ۴۸۸. الدررالسنیة فی الرد علیٰ الواهابیة: زینی دحلان، ص ۳۴. سبل الهدیٰ و الرشاد: ج۲، ص ۲۹۹، ب ۲۸.

اس واقعہ کی بنیاد پر، عالم برزخ میں پیغمبرؐ سے بارش کی درخواست کرنا اوران سے دعا کرنا ممکن ہے، اسی طرح آنحضرتؐ برزخ کے عالم میں بھی لوگوں کی درخواست جانتے ہیں لہٰذا جس طرح دنیا میں پیغمبرؐ سے درخواست کرنا بدعت اور شرک وکفر نہیں ہے اسی طرح جب آپؐ عالم برزخ میں ہیں تو بھی ان سے درخواست کرنا کفر، بدعت یا شرک نہیں ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ مردہ سے درخواست کرنا اس کی عبادت کرنے کی مانند ہے تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ کسی زندہ سے شفاعت طلب کرنا بھی عبادت کی شبیہ ہے! لہٰذا یہ منطقی بات نہیں ہے کہ مردہ کی شفاعت کے متعلق یہ اعتراض کیا جائے۔

اب جب کہ تمام تر آیات وروایات اور شواہد بیان کئے جا چکے ہیں، وہابیوں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ مردہ سے شفاعت طلبی کو حرام قرار دیں! اور دوسری جانب سے بہت تعجب کی بات ہے: ''وہابی کہتے ہیں کہ کسی بھی صحابی یا تابعی نے شفاعت طلب نہیں کی! جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ خود اپنی کتابوں کا بھی مطالعہ نہیں کرتے ہیں اوران کی گفتگو جاہلانہ ہے''۔

☆☆☆

دوسری فصل

مقبروں سے برکت حاصل کرنا

وہابیوں کا نظریہ

ابن تیمیہ اور اس کے پیروکار، قبر کو مس کرنے، چومنے اور اسے باعث برکت شمار کرنے کو حرام سمجھتے ہیں اور جو مسلمان ان امور کو انجام دیتے ہیں ان کو کافر و مشرک سمجھتے ہیں اور ان کو قبر پرست کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہابیوں کی نظر میں یہ امور دوران جاہلیت میں بتوں کی پرستش کرنے کی مانند ہیں۔

وہابیوں کے نظریہ پر تنقید

وہابیوں کے نظریہ کی تنقید کئی جہت سے ممکن ہے، جن میں سے چند جہات کی

جانب اشارہ کرنا مناسب ہے:

پہلی جہت: اہل سنت کے پیشوا ''امام مالک'' منصور دوانیقی سے کہتے ہیں: ''پیغمبرؐ کی وفات کے بعد بھی ان کا احترام ویسا ہی ہے جیسا آپؐ کی زندگی میں'' ہم بھی اسی کے قائل ہیں کہ انبیائے الٰہی کی وفات ان کے احترام پر کوئی اثر نہیں کرتی لہٰذا ان کی پاک و پاکیزہ قبریں بھی لائق صد احترام ہیں۔ اس اعتبار سے اگر شریعت میں صراحت کے ساتھ بیان بھی نہ ہوا ہو تب بھی یہ عمل پسندیدہ اور اچھا معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ عمل شعائر الٰہی کا احترام شمار ہوتا ہے۔

دوسری جہت: اگر تعظیم و تکریم عبادت شمار ہو لیکن حرام ہو یا قبر کا چومنا عبادت ہو لیکن شرک ہو تو اس اعتبار سے کعبہ کی تعظیم، طواف کعبہ، حجر اسود کو چومنا، حجر اسماعیل کا احترام، مقام ابراہیم کی تعظیم، مساجد کا اکرام، والدین کے سامنے خضوع و خشوع، آدمؑ کے لئے فرشتوں کا سجدہ، یوسفؑ کے مقابل ان کے والدین اور بھائیوں کا سجدہ کرنا، سپاہیوں کا اپنے افسر کی تعظیم کے لئے جھکنا، صحابہ کا احترام پیغمبر اسلامؐ کی بابت اور خود وہابیوں کا اپنے عہدہ داروں کی تعظیم کرنا بھی شرک شمار ہوگا جب کہ وہابیوں نے ان تمام چیزوں کو حرام قرار نہیں دیا۔

تیسری جہت: صحابہ کی رفتار اور ان کی گفتار، وہابی عقائد سے سازگار نہیں؛ کیونکہ صحابہ کرام قبور اور مرقدوں کا بوسہ دیتے تھے اور مرقدوں کی خاک کو تبرک شمار کرتے تھے جن میں سے چند نمونوں کا تذکرہ مناسب ہے:

الف: قبر پیغمبرؐ کی خاک پاک کو فاطمہؑ کا تبرک شمار کرنا

مولا علیؑ فرماتے ہیں: ''وفات پیغمبرؐ کے بعد، جناب فاطمہؑ آپؐ کی قبر اطہر کے پاس کھڑی ہوئیں اور خاک پاک کو اٹھا کر اپنے چہرہ پر ملا، اور بال بکھیرتے ہوئے یہ مرثیہ

پڑھا: اگر کسی نے قبر پیغمبرؐ کی خاک کو سونگھ لیا تو اسے آخری عمر تک کسی عطر کی کیا ضرورت ہے؟ اے بابا! آپ کے بعد میرے اوپر ایسے ایسے مصائب کے پہاڑ ڈھائے گئے کہ اگر وہ دن کے اجالوں پر پڑتے تو سیاہ رات کی مانند ہو جاتے"۔(۱)

ب: ابوایوب انصاری کا قبر پیغمبرؐ کی خاک کو مبارک شمار کرنا

داؤد بن صالح کا بیان ہے: "ایک روز مروان بن حکم مسجد میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ ایک شخص اپنا رخسار قبر نبویؐ پر رکھے ہوئے ہے، مروان نے اس کی گردن مضبوطی سے پکڑی اور اوپر کی طرف کھینچا اور اس سے کہا: کیا تم جانتے ہو کیا کر رہے ہو؟ جب اس شخص نے مروان کی جانب دیکھا تو مروان کو پتہ چلا کہ ابوایوب انصاری ہیں۔ ابوایوب نے کہا: ہاں! میں جانتا ہوں کہ کسی پتھر کے تختہ کے پاس نہیں آیا بلکہ پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں! اس کے بعد مروان سے کہا: میں نے پیغمبر اسلامؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: دین کے لئے اس وقت گریہ نہ کرنا جب اس کی لگام لائق رہبر کے ہاتھوں میں ہو، دین کے لئے صرف اس وقت گریہ کرنا کہ جب دین کا رہنما نااہلوں کے ہاتھوں میں پڑ جائے"۔(۲)

یہاں آکر یہ بتانا بھی لازم ہے کہ حاکم نیشاپوری اور ذہبی نے اس حدیث کو صحیح شمار کیا ہے اور سبکی نے کہا ہے: "اگر اس حدیث کی سند صحیح ہو تو قبر کی دیواروں پر ہاتھ مس کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے"۔(۳)

....

۱. ارشاد الساری: ج۳، ص۳۵۲. الاتحاف: شبراوی، ص۹۰. مشارق الانوار: ص۶۳.

۲. مستدرک حاکم: ج۴، ص۵۶۰، ح۸۵۷۱. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۴۰۴.

۳. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۴۰۴. کشف الارتیاب: ص۳۴۷.

وہابیت کا تنقیدی جائزہ

علامہ امینیؒ بیان کرتے ہیں: ''اس حدیث شریف سے سمجھ میں آتا ہے کہ پاکیزہ مقبروں سے توسل کی ممانعت کی بدعت، امویوں کی ایجاد کردہ ہے''۔(۱)

ج: بلالؓ کا قبر پیغمبرؐ کو مبارک شمار کرنا

بلالؓ نے پیغمبر اسلامؐ کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا: اے بلال! ایسی بے رخی کیوں! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ میری زیارت کے لئے آؤ؟ بلال نے خواب سے بیدار ہوتے ہی غم گساری اور حزن کے عالم میں رخت سفر باندھنا شروع کر دیا اور مدینہ کا قصد کیا، جب آپؓ قبر نبویؐ پر پہونچے تو گریہ کے عالم میں بال پریشان کر کے اپنے رخساروں کو قبر پر مَل رہے تھے۔(۲)

د: ابن عمر کا قبر نبویؐ کو مبارک شمار کرنا

یہ بھی روایت منقول ہے کہ ابن عمر اپنا دایاں ہاتھ قبر نبویؐ پر رکھتے تھے اور بلالؓ اپنے رخساروں کو رکھتے تھے۔(۳)

ہ: ابن منکدر کا قبر نبویؐ سے تبرک حاصل کرنا

ابن منکدر تابعی، وہ اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ان کی زبان میں گرہ لگ گئی، وہ اسی وقت اٹھے پیغمبرؐ کی قبر اطہر پر اپنا رخسار رکھا اور پلٹ آئے، ان کے دوستوں نے ان کی سرزنش کی لیکن انھوں نے جواب دیا: جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے میں قبر پیغمبرؐ سے ہی توسل کرتا ہوں اور انھیں سے شفا طلب کرتا ہوں۔(۴)

---

۱. الغدیر: ج۵، ص ۱۵۱. اشاعت جدید ص ۲۱۸.
۲. سیر اعلام النبلاء: ج ۱، ص ۳۵۸. اسد الغابہ: ج ۱، ص ۲۰۸. شفاء السقام: ص ۳۹.
۳. کشف الارتیاب: ص ۴۳۶. شرح الشفاء: ج ۲، ص ۱۹۹. وفاء الوفاء: ج ۴، ص ۱۴۰۵.
۴. وفاء الوفاء: ج ۲، ص ۴۴۴. الغدیر: ج۵، ص ۱۵۱.

ذہبی نے ابن منکدر کا قول ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ''میں آنحضرتؐ سے مدد طلب کرتا ہوں''۔(۱)

علمائے اہل سنت کے نظریات اور فتوے

احمد بن حنبل کا فتویٰ

عبداللہ بن احمد بن حنبل کا بیان ہے: ''میں نے اپنے باپ (احمد بن حنبل) سے پوچھا: آپ کی نظر اس شخص کے بارے میں کیا ہے جو پیغمبر اسلامؐ کے منبر کو چومتا ہے اور اسے باعث برکت شمار کرتا ہے؟ یا ثواب کی غرض سے آنحضرتؐ کی قبر کو بوسہ دیتا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: کوئی حرج نہیں ہے''۔(۲)

ابن تیمیہ کی حیرت

ابن تیمیہ نے جب امام احمد بن حنبل کا مذکورہ نظریہ دیکھا تو وہ حیرت زدہ ہو گیا اور تعجب بھرے لہجہ میں کہا: کیا یہ واقعاً احمد بن حنبل کا فتویٰ ہے، میں تو اس کو ایک باصلاحیت عالم سمجھتا تھا!!!۔(۳)

حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں خود ابن تیمیہ پر تعجب ہو رہا ہے کہ وہ تو ایسے امور انجام دینے والے کو کافر و مشرک کہتے ہیں! پھر امام احمد بن حنبل کو کافر کیوں نہیں کہا!؟۔

---

۱. سیر اعلام النبلاء: ج ۵، ص ۳۵۸. لیکن بہت افسوس کی بات ہے کہ اس کتاب کے شارح یا مصحح جب ان جیسی روایتوں پر پہونچتے ہیں تو بغیر غور و خوض کئے ان احادیث کی سند کو ضعیف بتا دیتے ہیں یا اپنے عقیدہ کے خلاف پاتے ہوئے ان کی تردید کرتے ہیں گویا حقیقی اسلام وہابیوں کے نظریات پر ہی مبنی ہے!.

۲. وفاء الوفاء: ج ۴، ص ۱۳۱۴.

۳. ایضاً.

رملی شافعی کا فتویٰ

رملی شافعی بیان کرتے ہیں: ''انبیاء واولیائے الٰہی اور علماء کی قبروں پر تبرکاً ہاتھ پھیرنا اور چومنا کسی حرج کا باعث نہیں ہے''۔(۱)

رملی شافعی کا دوسرا فتویٰ

قبر کا تکیہ اور اس کا سر چومنا مکروہ ہے لیکن ہاں! اگر یہ بوسہ دینا تبرک کی نیت سے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، میرے بابا کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ فقہاء نے بخوبی صراحت کی ہے کہ اگر کوئی حجر اسود تک رسائی حاصل نہ کر پا رہا ہو تو اپنا عصا حجر اسود کی جانب کرے اور پھر اسے چوم لے۔(۲)

محبّ الدین طبری کا فتویٰ

محبّ الدین طبری شافعی کا بیان ہے: ''قبر کو چومنا اور اس کو مس کرنا جائز ہے، علماء وصالحین کی سیرت میں بھی یہ عمل پایا جاتا ہے''۔(۳)

.....

۱. یہ فتویٰ شبراملی نے ابوضیاء سے نقل کرتے ہوئے "كتاب مواهب الدينية" کے حاشیہ میں اور حمزاوی نے اپنی کتاب "كنز المطالب: ص ۲۱۹" میں بھی ذکر کیا ہے.

۲. ایضاً. کتنے تعجب کی بات ہے کہ ابن تیمیہ نے ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جب کہ یہ ہم سے بھی آگے کی بات کر رہے ہیں کیونکہ شیعوں کا یہ عقیدہ نہیں کہ حجر اسود کو عصا کے ذریعہ چوما جائے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ براہ راست چوما جائے لیکن پھر بھی ہم ابن تیمیہ کے تیر کا شکار بن گئے اور ان کے فقہاء کو ان کا عصا بچا کر لے گیا۔(مترجم).

۳. اسنى المطالب: ج ۱، ص ۳۳۱. وفاء الوفاء: ج۴، ص ۱۴۰۷.

شہاب الدین حنفی کا فتویٰ

شہاب الدین خفاجی حنفی اپنی کتاب ''شفاء'' میں اس مسئلہ ''قبر پر ہاتھ پھیرنا اور اس کو چومنا مکروہ ہے'' کی توضیح میں لکھتے ہیں: ''چونکہ اس مسئلہ میں تمام فقہاء کا اجماع نہیں ہے لہٰذا امام احمد بن حنبل اور طبری نے کہا ہے کہ قبر کو چومنے اور اس سے مس ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے''۔(۱)

ابن ابی صیف کا فتویٰ

شافعی مذہب سے تعلق رکھنے والے، مکہ کے مشہور عالم ''ابن ابی صیف یمانی'' رقمطراز ہیں: ''قرآن، کتاب حدیث اور صالحین کی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے''۔(۲)

زرقانی مالکی کا فتویٰ

قبر شریف کا چومنا مکروہ ہے لیکن اگر تبرک کی غرض سے ہو تو مکروہ نہیں ہے۔(۳)

عزامی شافعی کا فتویٰ

ابن تیمیہ کہتا ہے: ''جو شخص صالحین کی قبروں کو چومے یا مس کرے یا طواف کرے وہ بڑے گناہ کا مرتکب ہوا ہے''؛ عزامی شافعی ابن تیمیہ کا جواب کچھ اس انداز سے دیتے ہیں: ''وہ اپنی زبان پر بغیر سوچے سمجھے کچھ بھی جاری کر دیتا ہے، وہ ایک مقام پر تو کہتا ہے کہ عظیم گناہ ہے اور دوسری جگہ کہتا ہے کہ شرک ہے، جب کہ ابن تیمیہ کی ولادت سے قبل، علماء نے اس مسئلہ کی وضاحت کر دی ہے اور یہ بالکل روشن ہے''۔

.....

۱. شرح الشفاء: ج۳، ص ۱۷۱. وفاء الوفاء: ج۴، ص ۱۴۰۴. الغدیر: ج۵، ص ۱۳۴.
۲. الغدیر: ج۵، ص ۱۵۳.
۳. شرح المواهب: ج۸، ص ۳۱۵.

دوسری جانب سے ابن تیمیہ کی گفتار، علماء کے اقوال سے سازگار نہیں ہے؛ کبھی یہ کہتا ہے کہ اس بارے میں علماء کا اجماع ہے حالانکہ علماء کا اجماع اس کے خلاف ہوتا ہے، اگر کوئی شخص ابن تیمیہ سے قبل کے علماء یا اس کے بعد والے علماء یا انصاف پسند افراد کی گفتگو پر غور وخوض کرے تو ہماری گفتگو کو حقیقت پر مبنی دیکھے گا، مثلاً عام طور سے امت مسلمہ قبر کو چومتی ہے اور طواف کرتی ہے؛ اس بارے میں علماء کے تین نظریات ہیں: (الف) یہ امور جائز ہیں (ب) ممنوع ہیں لیکن حرمت کی حد تک نہیں (ج) اگر کوئی زیارت میت کا اشتیاق رکھتا ہو تو اس کے لئے مکروہ نہیں ہے لیکن اگر اشتیاق نہیں ہے تو ایسی صورت میں قبر کو مس کرنا یا اس کا طواف کرنا ادب کے خلاف ہے۔ جس بنا پر ابن تیمیہ مسلمانوں کو کافر قرار دیتا ہے، اگر اس میں غور وخوض کیا جائے تو اس کا کلام دو مقدموں پر مشتمل ہے جن میں سے ایک مقدمہ صحیح ہے اور دوسرا مقدمہ غلط ہے، دونوں مقدمے مندرجہ ذیل ہیں:

صحیح مقدمہ (کبریٰ): غیر خدا کی عبادت کرنا شرک ہے۔

غلط مقدمہ (صغریٰ): مردہ کو آواز دینا، غائب انسان کو صدا دینا، قبر کا طواف کرنا، قبر کو مس کرنا اور مردہ کے لئے نذر یا قربانی کرنا وغیرہ جیسے امور غیر خدا کی عبادت شمار ہوتے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ یہ مقدمہ سراسر غلط ہے۔(۱)

۱. فرقان القرآن: ص ۱۳۳. کیونکہ کسی بھی عالم یا فقیہ نے ایسا فتویٰ نہیں دیا ہے، اور ابن تیمیہ کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ علماء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کیونکہ مسئلہ بالکل اس کے برخلاف ہے، کسی بھی عالم یا فقیہ نے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ مذکورہ بالا امور غیر خدا کی عبادت شمار ہوتے ہیں۔ (مترجم).

ابن حجر کا فتویٰ

''حجر اسود کے بوسہ کو دلیل بناتے ہوئے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ لائق احترام چیزوں کا چومنا جائز ہے''۔(۱)

شیخ ابراہیم شافعی کا فتویٰ

شیخ ابراہیم باجوری شافعی نے بیان کیا ہے: ''قبر کو چومنا اور اس سے اپنے ہاتھ کو مس کرنا مکروہ ہے، سوائے اس کے کہ تبرک کی نیت سے ہو''۔(۲)

شیخ عداوی مالکی کا فتویٰ

عداوی حمزاوی مالکی کا بیان ہے: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کی قبر مبارک کو تبرک کی غرض سے چومتے ہیں، اس بنا پر دیگر انبیاء الٰہی کی قبروں کو بوسہ دینے کا بھی جواز پیدا ہو جاتا ہے''۔(۳)

قبر چومنے کے متعلق روایات

کتاب ''کشف الارتیاب'' میں کتاب ''کفایۃ الشعبی۔فتاویٰ الغرائب۔ مطالب المومنین اور خزانۃ الروایۃ'' سے نقل کرتے ہوئے یہ روایت نقل ہوئی ہے: ''ایک شخص رسول اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہؐ! میں نے قسم کھائی ہے کہ جنت اور حوروں کی پیشانی کا بوسہ لوں؛ آپؐ نے جواب دیا: جاؤ اپنی ماں کے قدم اور باپ کی پیشانی کو چوم لو؛ اس نے پوچھا: اگر والدین زندہ نہ ہوں!

.....

۱. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۴۰۵.

۲. شرح الفقه الشافعي: ج۱، ص۲۷۶. الغدير: ج۵، ص۱۵۴.

۳. كنز المطالب: ص۲۰. الغدير: ج۵، ص۱۵۴. مشارق الانوار: ج۱، ص۱۴۰.

حضرتؐ نے جواب دیا: ان دونوں کی قبروں کا بوسہ لے لو؛ اس شخص نے کہا: اگر مجھے یہی معلوم نہ ہو کہ ان کی قبریں کہاں ہیں تو کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا: زمین پر دو لکیریں کھینچو، ایک لکیر قبر مادر کی نیت سے اور دوسری اپنے والد کی نیت سے، پھر ان دونوں لکیروں کو چوم لو لیکن (خبردار!) اپنی قسم نہ توڑنا''۔(۱)

منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حصول برکت

آج تک امت مسلمہ کی یہی سیرت رہی ہے کہ منبر رسولؐ، آپؐ کی جانماز اور ہر اس چیز کو مبارک سمجھتے ہیں جو آپؐ کے جسم اقدس سے مس ہوئی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی یہ بھی سیرت رہی ہے کہ خاک مدینہ کو مبارک سمجھتے ہیں بالخصوص جناب حمزہؓ کی قبر اطہر کی مٹی کو۔ مسلمانوں کی سیرت یہ بھی رہی ہے کہ منبر رسولؐ کو نہایت محترم شمار کرتے ہیں یہاں تک کہ اس کے نزدیک قسم کھانے سے بھی گریز کرتے ہیں تا کہ اس کی حرمت کا پاس ولحاظ باقی رہے، ان میں سے چند نمونے مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا نمونہ

مروان نے زید بن ثابت کو حکم دیا کہ منبر رسولؐ کے نزدیک پہونچ کر قسم کھائیں لیکن انھوں نے منبر رسولؐ کے احترام کی خاطر قسم کھانے سے انکار کر دیا اور مروان کے حکم سے سرپیچی کی۔(۲)

.....

۱. کشف الارتیاب: ص ۳۵۰. اس قول سے سمجھ میں آتا ہے کہ قبر کا چومنا جائز ہے ورنہ آنحضرتؐ کبھی بھی یہ حکم نہ دیتے کہ نشان قبر بناؤ اور اس کو قبر سمجھ کر چومو، دوسری جانب سے قسم کی اہمیت سمجھ میں آتی ہے کہ اگر قسم کھائی ہے تو اس کو پورا کرو چاہے کتنی ہی مشکلوں کا سامنا ہو۔(مترجم).

۲. صحیح بخاری: ج۳، ص ۲۴۳.

دوسرا نمونہ

عاقولی نے منبر رسولؐ کی تعریف کرتے ہوئے بیان کیا: ''جب منبر رسولؐ بوسیدہ ہوگیا تو ایک عباسی خلیفہ نے اس کی تعمیر کرائی اور باقی بچی ہوئی لکڑی کو مبارک قرار دیتے ہوئے اس سے اپنے لئے کنگھا بنوایا جیسا کہ صحابہ کرام بھی منبر رسولؐ کو مبارک شمار کرتے تھے''۔

تیسرا نمونہ

ایک مرتبہ منبر رسولؐ میں آگ لگ گئی، منبر رسولؐ میں آگ لگنا اہل مدینہ کے لئے ناگوار حادثہ تھا، کیونکہ جس مقام پر رسولؐ دست مبارک رکھتے تھے اور جہاں قدم مبارک رکھتے تھے وہ تمام مقامات خاکستر ہو چکے تھے جس کے سبب امت مسلمہ اس تبرک سے محروم ہوگئی تھی۔(۱)

چوتھا نمونہ

یزید بن عبداللہ بن قسیط (۲)؛ سے منقول ہے: ''منبر رسولؐ، آپؐ کی قبر مبارک کے کنارے تھا، جب مسجد میں خلوت ہوئی تو بعض صحابہ نے منبر کا دایاں حصہ پکڑا اور رو بہ قبلہ ہوکر دعا کی''۔(۳)

....

۱. الآثار السویة: ص ۳۱.

۲. ان کے بارے میں معروف ہے کہ یہ امام، فقیہ اور ثقہ تھے، صحاح ستہ میں ان سے روایات نقل ہوئی ہیں اور لوگوں نے ان کی فقاہت سے استفادہ بھی کیا ہے، ان کی وفات ۱۲۲ھ میں ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء: ج۵، ص۲۶۶).

۳. الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص۱۳. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۴۰۱.

پانچواں نمونہ

دسویں صدی کے دانشور ''شیخ احمد بن حمید'' گویا ہیں: ''لوگ، منبر رسولؐ کی لکڑیوں کو مبارک شمار کرتے تھے''۔(۱)

چھٹا نمونہ

سمہودی کا بیان ہے: ''منبر رسولؐ پر غلاف کی مانند ایک اور منبر بنا دیا گیا تھا اور اس میں ایک روشندان بنا دیا گیا تھا جس سے منبر رسولؐ نظر آتا تھا، اس روشندان سے مومنین اپنے ہاتھ منبر رسولؐ تک پہونچاتے تھے اور بوسہ دیتے تھے''۔(۲)

تبرک کے بارے میں فقہاء کے فتوے

پہلا فتویٰ

امام مالک اور ان کے استاد ''یحییٰ بن سعید انصاری''، ابن مسیّب اور ابن عمر نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ''منبر رسولؐ کے دستہ پر ہاتھ مس کرنا جائز ہے''۔(۳)

دوسرا فتویٰ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''جب قبر پیغمبرؐ پر دعا پڑھنے سے فارغ ہو جاؤ تو اپنا ہاتھ منبر رسولؐ سے مس کرو، دونوں دستوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑو اور اپنی آنکھوں کو مس کرو کہ یہ کام شفا کا باعث ہے''۔(۴)

.....

۱. عمدة الاخیار: ص۱۳۵.

۲. الصارم المنکی: ص۱۳۲. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۴۰۱. سیر اعلام النبلاء: ج۵، ص۴۶۸.

۳. ایضاً.

۴. وسائل الشیعة: ج۱۰، ص۲۷۰.

تیسرا فتویٰ

اسحاق ابن ابراہیم سے منقول ہے: ''بہتر ہے کہ حاجی مدینہ جا کر مسجد نبوی میں نماز ادا کرے اور آپؐ کے روضہ کا نظارہ کرے، پھر آپؐ کے منبر، آپ کی قبر اور ان مقامات کو چومے جہاں آپؐ کے قدم مبارک پڑے ہوں، اسی طرح اس ستون کا بھی بوسہ لے جس سے آپؐ تکیہ لیکر بیٹھتے تھے اور آپؐ پر جبرئیل نازل ہوتے تھے، اسی طرح صحابہ وتابعین یا مسلمانوں کے وہ رہنما جنھوں نے ان اشیاء کی مرمت کی ہے ان کو بھی مبارک اور لائق تعظیم شمار کرے''۔(۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاک قبر سے تبرک (۲)

امت مسلمہ کی سیرت رہی ہے کہ خاک قبر پیغمبرؐ، خاک قبر سید الشہداء حمزہؓ اور خاک مدینہ کو تبرک کا درجہ دیتے ہیں، مروی ہے کہ خاک مدینہ میں ہر درد کی شفا ہے مثلاً جذام اور سر درد۔ فقہاء نے بھی اس مبارک خاک سے تبرک حاصل کرنے کو جائز شمار کیا ہے، یہاں تک کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان مقامات (درد کے وقت) استعمال کرنا مستحسن اور پسندیدہ امر ہے، نمونہ کے طور پر چند روایات مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا نمونہ: سمہودی کا بیان ہے: ''صحابہ وغیر صحابہ، پیغمبر اکرمؐ کی قبر اطہر سے خاک پاک کو تبرک کے عنوان سے لے جاتے تھے یہاں تک کہ عائشہ کے حکم سے وہ جگہ بند

.....

۱. الصارم المنکی: ص ۱۴۸.

۲. ظاہری بات ہے کہ آپؐ کی ذات والا صفات، ان اوصاف کی حامل تھی کہ امت مسلمہ کو آپ کی گرد پا، توتیائے چشم قرار دینی چاہئے؛ لیکن چونکہ اس زمانہ میں آپؐ کے نقش پا موجود نہیں ہیں تو ہم غلامان پیغمبرؐ کی معراج یہی ہے کہ آپؐ کی قبر اطہر کی خاک پاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ قرار دیں تا کہ حق بین نگاہوں کا حصول با آسانی ممکن ہو۔ (مترجم).

کر دی گئی جس جگہ سے خاک اٹھائی جاتی تھی''۔(۱)

بعض لوگ عائشہ کے حکم کی کچھ یوں تاویل کرتے ہیں: ''عائشہ نے وہ مقام اس لئے بند کرایا کیونکہ انھیں خوف لاحق ہوا کہ اگر لوگ یوں ہی قبر اطہر کی مٹی لے جاتے رہے تو تمام خاک ختم ہو جائے گی اور قبر خراب ہو جائے گی!''۔(۲)

دوسرا نمونہ: امت مسلمہ، خاک مدینہ کو مبارک شمار کرتی ہے؛ اس کے متعلق سمہودی کا بیان ہے: ''مدینہ کے صعیب نامی مقام کی خاک کو بخار کی دوا سمجھتے تھے اور بخار میں اسی خاک کو استعمال کرتے تھے، سمہودی نے زرکشی سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا: رسول اللہؐ کی حرمت کے پیش نظر مدینہ کی خاک کو کہیں دوسری جگہ لے جانا حرام ہے لیکن حمزہؓ کی تربت کا حکم اس سے الگ ہے(۳) کیونکہ تمام فقہاء کا اجماع ہے کہ ان کی خاک کو علاج کی غرض سے لے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے''۔(۴)

تیسرا نمونہ: صنہاجی کا بیان ہے: ''میں نے احمد بن یکوت سے سوال کیا: لوگ قبروں کی مٹی کو تبرک کے عنوان سے اٹھاتے تھے، کیا یہ جائز ہے؟ انھوں نے جواب دیا: جائز ہے۔ اسی طرح لوگ علماء، صالحین اور شہداء کی قبروں کو تبرکاً استعمال کرتے تھے۔ اس زمانہ سے آج تک جناب حمزہؓ کی قبر سے خاک اٹھاتے ہیں''۔(۵)

.....

۱. وفاء الوفاء: ج ۱، ص ۵۴۴.

۲. ایضاً.

۳. کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ زرکشی صاحب، جناب حمزہؓ کی تربت کو شفا کا باعث قرار دے رہے ہیں لیکن جو رسول کل کائنات کے لئے رحمت بن کر آیا اس کی تربت کو شفا کی خاطر اٹھانے کو بھی حرام قرار دیتے ہیں۔(مترجم).

۴. وفاء الوفاء: ج ۱، ص ۵۶۹.

۵. ایضاً: ص ۱۱۶.

چوتھا نمونہ: ابن فرحون کا بیان ہے: ''دور حاضر میں لوگ، جناب حمزہؓ کی قبر کے نزدیک سے خاک اٹھاتے ہیں اور اس سے تسبیح کے دانے آمادہ کرتے ہیں''۔

ابن فرحون نے لوگوں کے اس عمل سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مدینہ کی خاک کو مدینہ سے باہر لے جانا جائز ہے اور کوئی حرج نہیں ہے۔(۱)

خاک مدینہ، بیماریوں سے شفا

خاک مدینہ، امراض میں شفا بخش ثابت ہوتی ہے؛ اس سلسلہ میں متعدد روایات موجود ہیں جن میں سے نمونہ کے طور پر چند روایات مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی روایت: سمہودی کا بیان ہے: ''ابن نجار کی کتاب اور کتاب وفاء الوفاء میں بیان ہوا ہے کہ مدینہ کے گرد وغبار میں، جذام کے لئے شفا ہے''۔

دوسری روایت: ابن اثیر نے اپنی کتاب ''جامع الاصول'' میں سعد سے نقل کرتے ہوا تحریر کیا ہے: ''جب رسول اسلامؐ جنگ بدر سے واپس آرہے تھے تو کچھ لوگ آپؐ کے استقبال کے لئے دوڑے، آپ کے ساتھیوں نے اپنی اپنی ناک اپنے سر پر پڑے کپڑے سے بند کرلی تا کہ گرد ناک میں داخل نہ ہو لیکن رسول اسلامؐ نے اپنی ناک سے کپڑا ہٹادیا اور فرمایا: اس خدا کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، خاک مدینہ ہر بیماری کے لئے شفا بخش ہے''۔

تیسری روایت: ابوسلمہ سے مروی ہے: ''میں نے رسول خداؐ کے دہن اقدس سے سنا کہ مدینہ کی گرد وغبار میں جذام سے شفا ہے''۔

.....

۱. وفاء الوفاء: ج ۱، ص ۱۱۶.

چوتھی راویت: سمہو دی کا بیان ہے: ''میں خود شاہد ہوں کہ ایک شخص جذام میں مبتلا تھا، وہ اپنی شفا کے لئے ''قُبا'' کی راہ میں ''درّۂ بطحان'' میں ''تودہ خاک سفید'' نامی علاقہ میں گیا، وہاں سے تھوڑی سے خاک اٹھا کر اپنے جسم پر مالش کی اور تھوڑی سی خاک اپنے ساتھ بھی لیکر چلا، یہ کام اس کے حق میں واقعاً فائدہ مند ثابت ہوا''۔

پانچویں روایت: ابن زبالہ، یحیٰی بن حسن بن جعفر علوی اور ابن نجار بیان کرتے ہیں: ''پیغمبر اسلامؐ، قبیلۂ بلحارث میں تشریف لے کر گئے تو آپؐ نے محسوس کیا کہ وہ لوگ سانس کی تنگی اور عقل کی پراگندگی سے دوچار ہیں، آپؐ نے پوچھا: تم لوگ ان بیماریوں میں کیوں مبتلا ہو؟ انھوں نے جواب دیا: یارسول اللہؐ! ہمیں بخار آیا ہے، آپؐ نے فرمایا: تم خاک صعیب (۱) سے کیوں استفادہ نہیں کرتے؟ انھوں نے پوچھا: کیسے؟ آپؐ نے جواب دیا: تھوڑی سی خاک کو پانی میں ملاؤ، پھر تم سے کوئی ایک شخص اس میں تھوڑا سا لعاب دہن ملائے اور کہے: خداوند عالم کے نام سے ہماری سرزمین کی خاک بحکم خداوند ہمارے بعض اہل وطن مریضوں کو شفا دینے والی ہے؛ انھوں نے حکم پیغمبرؐ پر عمل کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام لوگوں کا بخار ختم ہوگیا''۔

ابن نجار نے ابوالقاسم بن یحیٰی علوی سے نقل کیا ہے: ''یہ روایت صحیح ہے کیونکہ میں خود اس کا شاہد ہوں کہ صعیب کی خاک شفا بخش ہے اور آج بھی شفا دیتی ہے، میں نے خود بھی اس خاک سے استفادہ کیا ہے''۔

سمہو دی کا بیان ہے: ''مقام صعیب پر وہ گڑھا آج بھی موجود ہے جو مشہور ہے میں نے خود بھی اس گڑھے سے خاک لی اور اپنے بیمار دوستوں کے لئے بھیجی''۔

.....

۱. مدینہ میں ایک شہر کا نام.

زرکشی کے قول (۱) پر سمہودی نے اعتراض کیا: ''جناب حمزہؓ کی تربت کا حکم کیوں جدا ہے، آپ نے صعیب کی خاک کے حکم کو کیوں الگ بیان نہیں کیا؟ جب کہ خاک صعیب کو بھی مدینہ سے باہر شفا کی نیت سے لے جایا جاسکتا ہے!''۔(۲)

سونے کا مبارک سکّہ

۱۔ جابر ابن عبداللہ کا بیان ہے: ''میں ایک سفر میں پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ تھا، اچانک میرا اونٹ بیمار ہوگیا جس کے سبب میں قافلہ سے پیچھے رہ گیا، رسول اسلامؐ میرے پاس تشریف لائے اور پوچھا: کیا ہوگیا؟ میں نے جواب دیا: میرا اونٹ بیمار ہوگیا ہے! آپؐ نے میرے اونٹ کی دُم پکڑی اور اسے ہانکا، اس کے بعد میں بھی ایسے ہی کرنے لگا جس کے سبب میں قافلہ سے آگے ہوگیا، جب مدینہ نزدیک آیا تو حضورؐ نے مجھ سے پوچھا: تمہارے اونٹ کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا: اب بھی بیمار ہے، آپؐ نے فرمایا: وہ اونٹ مجھے فروخت کردو۔ میں نے کہا: یارسول اللہؐ! یہ اونٹ آپ کا ہی ہے، خریدو فروخت کی کیا ضرورت ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، میں تم سے اس کو چالیس درہم میں خریدوں گا، تم مدینہ تک اسی پر سوار ہوکر چلو مدینہ پہونچکر مجھے دے دینا، جب مدینہ

.....

۱. **زرکشی کا بیان**: ''مدینہ اور حرم رسولؐ کی خاک پاک کو مدینہ سے باہر لے جانا حرام ہے لیکن سید الشھداء جناب حمزہؓ کے حکم کو اس سے جدا کیا گیا ہے کیونکہ ان کی تربت میں شفا ہے اور اس کو مدینہ سے باہر لے جایا جاسکتا ہے''۔

زرکشی کا جواب: کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ زرکشی صاحب، جناب حمزہؓ کی تربت کو شفا کا باعث قرار دے رہے ہیں لیکن جو رسول کل کائنات کے لئے رحمت بن کر آیا اس کی تربت کو شفا کی خاطر اٹھانے کو بھی حرام قرار دیتے ہیں!۔(مترجم)

۲. وفاء الوفاء: ج ۱، ص ۶۹.

پہونچے تو میں حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ نے بلال کو حکم دیا کہ مجھے چالیس درہم دے دیں اور یہ بھی حکم دیا کہ مجھے چالیس درہم سے ایک قیراط (۱) زیادہ دیں، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ پیغمبر اسلامؐ کی جانب سے ایک اضافی قیراط کو میں ہمیشہ (برکت کے عنوان سے) اپنے پاس رکھوں گا، وہ قیراط ہمیشہ میرے پاس رہا یہاں تک کہ واقعۂ حرّہ رونما ہوا اور شامیوں نے مدینہ پر حملہ کیا تو مجھ سے وہ قیراط زبردستی چھین لیا''۔(۲)

جی ہاں! جابر بن عبداللہ جیسے عظیم صحابی رسولؐ نے حضور اکرمؐ کے دست مبارک سے دیا ہوا ایک قیراط، باعث برکت قرار دیا اور اس کو ہمیشہ اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھا۔(۳)

۲۔ جنگ خیبر میں پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ خواتین کا ایک گروہ تھا، آنحضرتؐ نے مال غنیمت میں سے ان کو بھی حصہ دیا، ان میں سے ایک خاتون کا بیان ہے: ''میں تمام خواتین کی نمائندگی میں پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں شرفیاب ہوئی اور کہا: ہم خواتین بھی آپ کے ساتھ آنا چاہتے ہیں اور حتی المقدور مسلمانوں کی مدد کرنا چاہتے ہیں، حضورؐ نے فرمایا: پروردگار کی برکت کے زیر سایہ۔ ہم رسول اسلامؐ کے ساتھ گئے، مسلمانوں نے جنگ خیبر فتح کی جس کے مال غنیمت میں سے ایک معین حصہ ہمیں بھی ملا، پیغمبر اسلامؐ نے ایک میرے گلے میں ایک گلوبند ڈالا، خدا کی قسم! میں نے

وھابیت کا تنقیدی جائزہ

.....

۱. قیراط: یعنی درہم کا بارہواں حصہ۔(مترجم)

۲. مسند احمد بن حنبل: ج۳، ص۳۱۴. سنن نسائی: ج۷، ص۲۹۸.

۳. اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلک صحابیت میں تبرک کی بہت اہمیت ہے لہٰذا ابن تیمیہ کو اپنے بیان سے پہلے تحقیق کی ضرورت تھی جس کو اس نے اہمیت نہیں دی۔(مترجم).

اس گلوبند کو کبھی بھی اپنے گلے سے جدا نہیں کیا اور وصیت کی کہ اس کو میرے ساتھ ہی دفن کیا جائے۔(۱)

کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ یہ خاتون جو مسلمانوں کی خدمت کرنے کی غرض سے گئی تھی اور چند روز رسولؐ کی صحبت میں رہی، آپؐ نے اس کی گردن میں گلوبند ڈالا تو اس نے اس کو تبرک سمجھا یہاں تک کہ وصیت بھی کی کہ اس کو اسی کے ساتھ دفن کیا جائے، لیکن اس خاتون پر کسی نے بھی بدعت کا فتویٰ نہیں لگایا۔(۲)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانیوں کا متبرّک ہونا

پہلا نمونہ: انس ابن مالک کا بیان ہے: ''میں نے پیغمبر اسلامؐ کو اس عالم میں دیکھا کہ ایک آرائش گر آپؐ کے بال کاٹ رہا تھا اور اصحاب کا جمگھٹ آپؐ کے اردگرد حصار کئے ہوئے منتظر تھا، جب بال کاٹے جا چکے تو ہر صحابی نے آنحضرتؐ کا ایک ایک بال لے لیا اور ایک بال بھی زمین پر نہ گرنے دیا''۔(۳)

دوسرا نمونہ: محمد بن سیرین نے عبید سے کہا: انس کی جانب سے میرے پاس حضور اکرمؐ کا ایک بال آیا ہے، عبید نے کہا: اگر یہ بال میرے پاس ہوتا تو اس کو دنیا سے زیادہ پسند کرتا۔(۴)

.....

۱. السیرة الحلبیة: ج۲، ص ۷۷۰.

۲. جب کہ یہ امر رسولؐ کی زندگی میں واقع ہوا اور آپؐ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ تبرک بدعت نہیں بلکہ سنت ہے۔(مترجم).

۳. جامع الاصول: ج۴، ص ۱۰۲. کتنے افسوس کی بات ہے کہ حضور اکرمؐ کے صحابہ آپؐ کے بال میں کچھ ایسے الجھے کہ آپؐ کی آل کو بھلا بیٹھے۔(مترجم).

۴. جامع الاصول: ج۴، ص ۱۰۲.

تیسرا نمونہ: کبشہ کا بیان ہے: ''ایک مرتبہ رسول اسلامؐ ہمارے پاس تشریف لائے، پانی کی وہ مشک جو ہم نے اپنے گھر میں لٹکائی تھی، آپؐ نے اس میں سے پانی پیا، آپؐ کے جانے کے بعد میں نے مشک کا دہانہ کاٹ کر (بطور تبرک) اپنے پاس رکھ لیا''۔(۱)

اس روایت کی تائید کرتے ہوئے ابن ماجہ نے کہا ہے: ''بہتر ہے کہ جس دہانہ سے رسولؐ کا دہن مبارک مس ہو جائے اس کو تبرک سمجھا جائے''۔(۲)

ترمذی نے مذکورہ بالا روایت کو صحیح روایت سے تعبیر کیا ہے۔(۳)

چوتھا نمونہ: سہل بن سعد نے اپنے دوستوں کو ایک واقعہ سنایا: ''ایک روز پیغمبر اسلامؐ اپنے صحابہ کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف فرما تھے، آپؐ نے مجھ سے پانی طلب فرمایا، میں حضرتؐ کے لئے پانی لے کر آیا، حضور اکرمؐ نے پانی پیا اور آپؐ کے بعد اسی کاسہ سے راوی نے بھی پانی پیا، بعد میں عمر ابن عبدالعزیز نے وہ کاسہ مجھ سے طلب کیا تو وہ کاسہ میں نے اسی کو بخش دیا''۔

اس کاسہ کے بارے میں بخاری کا بیان ہے: ''میں نے وہ کاسہ بصرہ میں دیکھا اور اس میں پانی پیا ہے، اس کاسہ کو نضر بن انس نے آٹھ لاکھ درہم میں خریدا''۔(۴)

.....

۱. الجامع الصحیح: ترمذی، ج۴، ص۳۰۶، ح۱۴۹۲. کیا عقل اسی بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ جس مشک کے دہانہ سے رسولؐ کے لب مبارک مس ہو جائیں وہ تبرک کے قابل! لیکن رسولؐ نے جن لبوں کے بوسے لئے ہوں ان لبوں پر خیزران کی چھڑی اور امت رسولؐ خاموش تماشائی!؟۔(مترجم).

۲. سنن ابن ماجه: ج۲، ص۱۱۳۲. ۳. الجامع الصحیح: ج۴، ص۳۰۶.

۴. فتح الباری: ص۱۰۱. ایک کاسہ جو رسولؐ کے لب مبارک سے مس ہوا اس کی قیمت آٹھ لاکھ درہم! لیکن جس گلوئے مبارک سے آپؐ کے لب مس ہوئے اس پر کند خنجر!؟۔(مترجم).

پانچواں نمونہ: جمال الدین کا بیان ہے: ''میں اپنے استاد ''تاج الدین فاکہانی'' کے ہمراہ حضور اکرمؐ کا نقش قدم چومنے کی غرض سے شام گیا، جب ہم معین مقام پر پہونچے تو میں نے اپنے استاد کی عجیب کیفیت دیکھی، وہ حضور اکرمؐ کے نقش قدم پر گر پڑے، آنکھیں ملنے لگے، رخسار مس کرنے لگے اور بے تحاشہ گریہ کرتے ہوئے ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا: اگر مجنوں سے یہ پوچھا جاتا تھا کہ تمہیں لیلیٰ کا نقش قدم چاہئے یا پوری کائنات؟ تو وہ یہی جواب دیتا تھا کہ مجھے لیلیٰ کا نقش قدم چاہئے کیونکہ میرے دردوں کی دوا لیلیٰ کے نقش قدم میں ہی ہے''۔(۱)

چھٹا نمونہ: نافع کا بیان ہے: ''اگر حضور اکرمؐ کی بابت ابن عمر کی عقیدت کو دیکھ لیتے تو یہی کہتے کہ یہ انسان ہوش و عقل و خرد سے عاری ہے''(۲)؛ جہاں بھی آپؐ نماز پڑھتے تھے وہیں ابن عمر نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ جس درخت سے آپؐ نے سہارا لیا تھا اس درخت کی حفاظت کرتے تھے اور اس کی آبیاری کرتے تھے تاکہ وہ درخت خشک نہ ہو جائے۔(۳)

....

۱. الدیباج المذھب: ص ۱۸۷. الغدیر: ج۵، ص ۱۵۵. فاکہانی کے شعر کا یہ مطلب ہے کہ ہمارے لئے حضور اکرمؐ کا نقش قدم ہی کافی ہے، ان کی مبارک نعلین ہمارے لئے تاج سر ہے لہٰذا ہمیں دنیاوی تخت و تاج کی ضرورت نہیں۔(مترجم).

۲. سیر اعلام النبلاء: ج۳، ص ۲۱۳. حلیۃ الاولیاء: ج۱، ص ۳۱۰.

۳. اسد الغابہ: ج۳، ص ۳۴۱. جس درخت کے سائے میں رسولؐ بیٹھ جائیں وہ اس اہمیت کا حامل! لیکن چمنستان رسولؐ خزاں کی نذر کر دیا جائے!؟۔(مترجم).

ابن عمر کی عقیدت کے متعلق، مالک کا بیان ہے: ''ابن عمر ہمیشہ حضور اکرمؐ کی ذات سے تبرک کی تلاش میں رہتے تھے اور اس امر میں اس قدر کوشاں رہتے تھے کہ لوگوں کی نظروں میں ان کی عقل بھی مشکوک ہو چکی تھی''۔(۱)

مرقوم ہے کہ ابن عمر، پیغمبر اکرمؐ کے منبر کی اس جگہ کا بھی احترام کرتے تھے اور اسے بوسہ دیتے تھے جہاں آپؐ تشریف فرما ہوتے تھے۔(۲)

ابراہیم بن عبد الرحمٰن کا بیان ہے: ''ابن عمر منبر کے اس مقام پر اپنے دونوں ہاتھوں کو مس کرتے تھے جہاں آپؐ تشریف فرما ہوتے تھے اور پھر اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر ملتے تھے''۔(۳)

ساتواں نمونہ: محمد بن منکدر کی سیرت میں بیان ہوا ہے: ''ابن منکدر مسجد النبوی میں آتے تھے اور ایک خاص مقام پر سیدھے لیٹ جاتے تھے اور اپنے بدن کو اس زمین سے مس کرتے تھے، اس کا سبب پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا: میں نے دیکھا ہے کہ حضور اکرمؐ اسی مقام پر تشریف فرما ہوتے تھے''۔(۴)

آٹھواں نمونہ: مامون کی سیرت، مامون نے یحییٰ ابن اکثم سے کہا: ''اگر کوئی شخص میرے پاس لکڑی کا کوئی ایسا ٹکڑا لے کر آئے جس کی قیمت ایک درہم سے زیادہ نہ ہو لیکن وہ یہ کہہ دے کہ یہ چیز رسول اسلامؐ سے منسوب ہے تو باوجود اس کے کہ اس کی سچائی ثابت نہیں اور اس کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا لیکن میں پھر بھی پیغمبر اسلامؐ

.....

۱. سیر اعلام النبلاء: ج۳، ص۲۱۳. ۲. ایضاً.

۳. المغنی: ابن قدامہ، ج۳، ص۵۵۹.

۴. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۴۰۶. سیر اعلام النبلاء: ج۵، ص۳۵۹. ابن منکدر صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں، لہٰذا انھوں نے حضورؐ کو خواب میں دیکھا ہے حقیقت میں نہیں دیکھا.

کی الفت کے پیش نظر اس چیز کو ایک ہزار درہم میں خریدنے کو آمادہ ہوں؛ میں اس کو اپنی پلکوں پر رکھوں گا، ہمیشہ اس کو دیکھوں گا اور متبرک شمار کروں گا، اس سے اپنی بیماری میں شفا حاصل کروں گا اور اپنے ہمنشیوں کی بیماریوں میں بھی استفادہ کروں گا، اسے جان سے زیادہ عزیز رکھوں گا، مجھے بخوبی معلوم ہے کہ وہ ایک لکڑی کے ٹکڑے سے زیادہ کچھ نہیں ہے لیکن چونکہ مجھ سے یہ کہا گیا کہ اس سے حضور اکرمؐ کا دست مبارک مس ہوا ہے لہٰذا مجھے پسند ہے''۔(۱)

ابن کثیر کے بقول: یحیٰی ابن اکثم، اہل سنت کے مشہور ومعروف علماء اور دانشوروں میں سے ہے۔(۲)

ذہبی کے بقول: یحیٰی ابن اکثم، قاضی القضاۃ، فقیہ، علامہ اور اجتہاد کا امام ہے، مامون کے بارے میں بھی کہا گیا ہے کہ وہ نیک سیرت، عدالت پسند، خوش بین، دانا اور بڑا عالم تھا، وہ پیغمبر اسلامؐ سے منسوب اشیاء کو متبرک سمجھتا تھا اور اس تبرک کو جائز گردانتا تھا، اس نے یہ عمل یحیٰی ابن اکثم سے بھی بیان کیا اور اس پر یحیٰی نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اس عمل کی تائید کی۔(۳)

درفاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے پتھر کا متبرک ہونا

امام حسین علیہ السلام کی دختر نیک اختر جناب فاطمہ(کبریٰؑ) جناب فاطمہ زہراؑ کے بیت الشرف میں قیام پذیر تھیں لیکن ان کو وہاں سے نکال کر بیت الشرف کو منہدم کر دیا گیا، بیت الشرف منہدم ہوتے وقت حسن مثنیٰ نے ایک پتھر کی نشانی اپنے فرزند

....

۱. تاریخ بغداد: طیفور، ص ۴۵.

۲. البدایة و النهایة: ج ۱۰، ص ۳۱۶.

۳. سیر اعلام النبلاء: ج ۱۰، ص ۲۷۹.

''جعفر'' کو دی اور انھیں روانہ کیا اور فرمایا کہ دیکھو اس پتھر کو گھر کی تعمیر میں استعمال کر رہے ہیں یا نہیں؟ جعفر گئے اور مثبت جواب ملا تو آپؑ فوراً سجدے میں گر کر شکر خدا بجالائے اور فرمایا: خدا کا شکر ہے کہ اس پتھر کو گھر میں لگا دیا گیا کیونکہ یہ پتھر وہ تھا جس پر حضور اکرمؐ نماز پڑھا کرتے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے شک ہے کہ شاید یہ کہا تھا کہ اس پتھر پر فاطمہ زہراؑ نماز پڑھتی تھیں؛ امام رضاؑ فرماتے ہیں: ''امام حسن و امام حسین علیہما السلام اسی پتھر پر دنیا میں آئے''۔

راوی بیان کرتا ہے: ''حسین بن عبداللہ بن عبداللہ، جو ہمارے درمیان معتبر شخصیت ہے، اگر وہ کبھی بیمار ہو جاتے تھے تو اس پتھر سے ذرّات جھاڑ کر اس سے اپنا بدن مس کرتے تھے''۔(۱)

یہاں یہ سوال سر اٹھاتا ہے کہ جس پتھر پر جناب فاطمہؑ نے امام حسن و امام حسین علیہما السلام کو جنم دیا، یا جس پتھر پر آپؐ نے یا رسول اسلامؐ نے نماز پڑھی وہ پتھر اتنا باعظمت ہو گیا! جب ان سے منسوب پتھر اتنا محترم ہو گیا تو پھر حضور اکرمؐ کی تربت پاک کیسے محترم نہ ہوگی؟ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ اپنی حاجات کو قبر نبویؐ کے پاس طلب کریں؟۔

کوہ مروہ کا پتھر متبرک

مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے رَزین کو نامہ تحریر کیا جس کا مفہوم یہ تھا: ''میرے لئے کوہ مروہ کے پتھر کا ایک ٹکڑا روانہ کرو تا کہ میں اس پر نماز پڑھوں اور اس کو اپنی سجدہ گاہ قرار دوں''۔(۲)

.....

۱. کشف الارتیاب: ص ۳۵۳.

۲. وفاء الوفاء: ج ۱، ص ۱۱۵.

بعض متبرک قبریں اور جنازے

۱۔ایک شخص نے سعد بن معاذ کی قبر سے ذرا سی خاک اٹھائی اور اپنے ساتھ لے گیا، بعد میں جب غور کیا گیا تو اس خاک سے مُشک کی خوشبو آرہی تھی۔(۱)

۲۔عبداللہ حدانی، ترویہ کے روز ۱۸۳ھ میں قتل ہوئے، ان کی قبر کی مٹی سے مُشک کی خوشبو آرہی تھی اور لوگ اس مٹی کو اٹھا کر اپنے لباس پر مل رہے تھے۔(۲)

۳۔معروف کرخی کی قبر کے بارے میں ابن جوزی کا بیان ہے: ''ان کی قبر بغداد میں آشکار ہے جو متبرک شمار ہوتی ہے'' ابراہیم حربی کا بیان ہے: ''معروف کرخی کی قبر زہر مولا (زہر کی کاٹ) ہے''۔(۳)

۴۔اہل سنت کے مشہور پیشوا ''امام احمد بن حنبل'' کی قبر معروف ہے، لوگ اس کی زیارت کے لئے جاتے ہیں اور اسے متبرک شمار کرتے ہیں۔(۴)

۵۔شافعی مذہب فقیہ ''خضر بن نضر اربلی'' کی قبر کے متعلق ابن خلکان کا بیان ہے: ''لوگ ان کی قبر کی زیارت کے لئے جاتے ہیں، میں خود بھی کئی بار زیارت کی غرض سے گیا ہوں، میں نے دیکھا ہے کہ لوگ ان کی قبر کے پاس نالہ وگریہ کرتے ہیں، سوگ

....

۱. الطبقات الکبریٰ: ج۳، ص ۱۰. سیر اعلام النبلاء: ج ۱، ص ۲۸۹. ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ بہت عظیم شخص تھے یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوئی تو عرش الٰہی میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۱، ص ۲۷۹). ہم بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ سعد بن معاذ عظیم صحابی تھے۔ (معجم رجال الحدیث: آیة اللہ خوئی، ج۸، ص ۹۱. تنقیح المقال: ج ۲، ص ۲۱. مستدرکات علم الرجال: ج۴، ص ۵۳).

۲. حلیة الاولیاء: ج ۲، ص ۲۵۸. تهذیب الکمال: ج۵، ص ۳۱۰.

۳. صفة الصفوة: ج ۲، ص ۳۲۴.

۴. مختصر طبقات الحنابلة: ص ۱۴.

وهابیت کا تنقیدی جائزہ

مناتے ہیں اور اس قبر کو متبرک گردانتے ہیں''۔(۱)

اس بنا پر صحابہ، تابعین اور راویوں کی سیرت رہی ہے کہ یہ تمام لوگ رسول اللہؐ سے منسوب اشیاء کا احترام کرتے تھے اور انھیں متبرک شمار کرتے تھے، یہاں تک کہ آنحضرتؐ کے بال، اس مشک کا دہانہ جس پر آپؐ نے لب مبارک مس کر دیا، آپؐ کے نقش قدم، آپؐ کے ناقہ کے نقش قدم، وہ لکڑی جو آپؐ سے منسوب ہوگئی اور آپؐ کی قبر اطہر غرض تمام اشیاء کو قابل قدر شمار کرتے تھے، حالانکہ یہ تمام لوگ معمولی افراد نہیں تھے، صحابی، تابعی اور راوی کی منزلت سے کون فرد بشر آگاہ نہیں ہے!۔

ان تمام خصوصیات کے باوجود ابن تیمیہ اس بات پر کیوں مصرّ (بہ ضد) ہے کہ قبروں کو متبرک شمار کرنا بالخصوص حضور اکرمؐ کی تربت پاک سے تبرک حاصل کرنا کفر ہے!؟ کیا وہ اپنی بات پر قائم رہے گا! کیا وہ صحابہ و تابعین اور رُواۃ احادیث کو بھی اسی زمرہ میں شمار کرے گا!؟۔

۶۔ نورالدین زنکی کے متعلق ابن کثیر کا بیان ہے: ''ان کی قبر دمشق میں لوگوں کی زیارتگاہ ہے، قبر سے بہت دور دریچے بنائے گئے ہیں جن کو مشک وعنبر سے معطر کیا جاتا ہے، اور جو بھی اس طرف سے گزرتا ہے اس قبر کو متبرک شمار کرتا ہے''۔(۲)

.....

۱. البداية و النهاية: ج ۱۲، ص ۳۵۳. الغدير: ج ۵، ص ۲۰۳. زیارت، نالہ وگریہ، سوگواری اور متبرک شمار کرنا! وغیرہ جیسے امور میں خضر بن نضر کی تربت کے لئے تو کوئی بدعت کا فتویٰ نظر نہیں آتا! آخر بدعت کا فتویٰ صرف ہم سے مخصوص کیوں ہوگیا؟۔(مترجم).

۲. البداية والنهاية: ج ۱۲، ص ۳۵۳. الغدير: ج ۵، ص ۲۰۳. یہ شام کا حاکم تھا جو ذرہ برابر بھی دنیا کو دین پر ترجیح نہیں دیتا تھا، لوگ اس کو نیک خصلت حاکم کے نام سے یاد کرتے تھے، اس نے یورپ سے جہاد کیا اور کافروں کے ہاتھوں سے تقریباً پچاس شہروں کو آزاد کرایا۔ (البداية و النهاية: ج ۱۲، ص ۳۰۶)

۷۔ابن تیمیہ کے جنازہ میں لوگوں کا ایک بڑا انبوہ تھا یہاں تک کہ راستہ بند ہوگیا، لوگ دور دراز راستہ طے کر کے آرہے تھے اور اپنے عماموں کو اس کے تابوت سے مس کررہے تھے، مجمع کی مقدار کچھ اتنی زیادہ ہوگئی کہ اس کا تابوت بھی ٹوٹ گیا، اس کے غسل دیئے ہوئے پانی کو لوگ تبرک کے عنوان سے پی رہے تھے، جو سدر پانی میں ملنے سے بچ گئی تھی اس کو لوگوں نے خرید لیا اور اپنے درمیان تقسیم کرلیا، یہاں تک کہ اس کے جنازہ پر مکھی اور مچھروں سے حفاظت کے لئے مچھر دانی لگائی گئی تھی اس کو بھی ایک سو پچاس درہم میں خرید لیا۔(۱)

اس منظر کو پڑھنے کے بعد ایک اہم سوال اٹھتا ہے کہ جو ابن تیمیہ ان تمام اشیاء کو بدعت شمار کرتا تھا، کیا اس کے تمام پیروکار مشرک و کافر تھے؟ کیا اس کے جنازہ میں ایک مسلمان نے بھی شرکت نہیں کی؟ کیا اس کی تشیع جنازہ میں تمام مشرک تھے؟۔(۲)

لیکن روایات واحادیث کے پیش نظر جنازہ اور تابوت سے ہاتھ مس کرنا مسلمانوں کے درمیان رائج اور عقل کے مطابق تھا لہٰذا اس کے خلاف فتویٰ دینا عقل و شریعت کے خلاف شمار ہوتا ہے۔

....

۱. البداية و النهاية: ج۱۴، ص۱۳۶. الکنیٰ و الالقاب: ج۱، ص۲۳۷. اے کاش ابن تیمیہ دوبارہ زندہ ہوجاتا اور اپنے مخلصین کے بارے میں نظریہ دیتا کہ ان کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ یہ لوگ کتنے بڑے کافر اور جاہل ہیں! یہ تو مردہ کو غسل دیئے ہوئے پانی کو بھی پی رہے ہیں۔(مترجم).

۲. اگر ایسا ہی تو خود ابن تیمیہ کا ایمان بھی زیر سوال آتا ہے، اس کا ایمان بھی مشکوک ہے کہ وہ مسلمان تھا یا نہیں؟ کیونکہ اگر مسلمان ہوتا تو اس کے جنازہ میں مسلمانوں نے شرکت کی ہوتی! اس کے جنازہ میں ایک بھی مسلمان کا نہ ہونا بلکہ تمام مشرکوں کا شریک ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ بھی مشرک تھا۔(مترجم).

۸۔ بخاری کی وفات اوران کے دفن کے متعلق سُبکی کچھ اس انداز سے بیان کرتے ہیں: ''لوگوں نے ان کی قبر سے تبرک کی خاطر اس قدر مٹی اٹھائی کہ قبر کا داخلی حصہ نظر آنے لگا، چونکہ قبر کی حفاظت نہایت ضروری تھی لہٰذا ہم نے مٹی کی جگہ لکڑی لگادی تا کہ لوگ قبر کو خراب نہ کریں''۔(۱)

کیا امام بخاری کی قبر کو متبرک شمار کرنے والے لوگ کافر ہیں؟ کیا ان کے جنازہ میں تمام کافروں نے ہی شرکت کی اور انھیں دفن کیا؟۔(۲)

مسلمانوں پر ایسا بہتان باندھنا بہت بڑی گستاخی ہے، لیکن افسوس کہ اس قوم کے درمیان سے حق گوئی، صداقت، دیانت اور اچھی بات رخصت ہوچکی ہے، اور تہمت تراشی دین اسلام اور سنت پیغمبرؐ کے خلاف ہے۔

بہرحال ان مطالب سے زیادہ بیان ضروری نہیں ہے، یہاں تک یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانہ سے آج تک قبروں سے تبرک حاصل کرنا اسلامی معاشرہ میں رائج رہا ہے اور کسی بھی فقیہ نے حرام قرار نہیں دیا بلکہ تمام فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ عمل جائز اور پسندیدہ بلکہ مستحب ہے۔

.....

۱. طبقات الشافعية: ج۲، ص۲۳۳. سير اعلام النبلاء: ج۱۲، ص۴۶۷.

۲. مسلمان کی میت میں مسلمان ہی شرکت کرتے ہیں اور کافر کی میت میں کافر ہی شرکت کرتے ہیں لہٰذا ابن تیمیہ کو فتویٰ دینے سے پہلے یہ سوچ لینا چاہئے تھا کہ یہ لگائی آگ خود اسی کے چمن کو خاکستر نہ کردے۔ ابن تیمیہ کی مانند بخاری کا ایمان بھی خطرہ کی زد میں ہے کہ ان کے جنازہ میں کسی مسلمان نے شرکت نہیں کی بلکہ سب کافر تھے۔(مترجم).

استغاثہ اور حاجت طلبی

وہابیوں کا نظریہ

ابن تیمیہ مردہ سے استغاثہ اور درخواست کے متعلق کہتا ہے: ''اگر عالم برزخ میں موجود لوگوں سے ہم یہ کہیں: ہماری فریاد کو سنو، ہماری شفاعت کرو، ہمیں ہمارے دشمنوں سے بچاؤ (اور ان جیسے دیگر جملے جو خداوند عالم کے لئے استعمال ہوتے ہیں) ایک قسم کا شرک شمار ہوتا ہے''۔

اسی طرح (ابن تیمیہ) زیارۃ القبور والاستنجاد بالمقبور نامی کتابچہ میں رقم کرتا ہے: ''اگر کوئی شخص کسی پیغمبر یا کسی صالح کی قبر پر جائے اور وہاں اپنی حاجت طلب کرے مثلاً اپنی بیماری سے شفا کی دعا، قرض کی ادائیگی یا اس قسم کی دیگر دعائیں (جو صرف

خداوندعالم کے دست قدرت میں ہے) آشکار شرک شمار ہوتا ہے، ایسے شخص کو توبہ کرنی چاہئے، اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے تختۂ دار پر چڑھا دینا چاہئے"۔(۱)

ابن تیمیہ نے ایک جگہ کچھ یہ انداز اپنایا: "بہت سے گمراہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص خدا کی بہ نسبت مجھ سے زیادہ نزدیک ہے اور میں خدا سے دور ہوں، میں فقط اسی شخص کے وسیلہ سے خدا سے دعا کرسکتا ہوں اور اسی طرح کی دوسری باتیں جو مشرکین کی زبانوں پر جاری ہوتی ہیں"۔(۲)

محمد ابن عبدالوہاب کا یہ اعتقاد تھا: "غیر خدا سے دعا اور استغاثہ، دین سے خارج ہونے، مرتد و مشرک ہونے اور بت پرستوں کی صف میں آنے کا باعث ہوتا ہے؛ ایسے شخص کا مال و متاع اور اس کی جان مباح ہے سوائے اس کے کہ وہ توبہ کرلے"۔(۳)

اس نظریہ کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ

سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ غیر خدا سے دعا کرنے کے تین طریقے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ فقط شخصیت کا نام لے کر آواز دیں، مثلاً: یا محمد! یا عبدالقادر! یا اہل البیت!۔

۲۔ اس انداز میں دعا کرے: میری شفاعت فرمایئے اور خدا سے میری حاجت برآوری کی التجا کیجئے۔

۳۔ اس انداز میں دعا کرے: میرا قرض ادا کیجئے، میرے مریض کو شفا دیجئے؛ یا یوں کہے: اے محمد! اپنے فضل سے مجھے بے نیاز کردیجئے۔

---

۱. الهدية السنية: ص ۴۰.

۲. كشف الارتياب: ص ۲۱۴. الجامع الفريد: ص ۴۹۵.

۳. ايضاً. كشف الشبهات: ص ۵۸.

ہماری نظر میں یہ تینوں مذکورہ طریقے درست ہیں اور اس طرح دعا میں کوئی حرج نہیں ہے، شرک تو بہت دور کی بات ہے!۔ کیونکہ خدائے واحد کا پیروکار (مسلمان) کا یہ ایمان ہے کہ خدا کے علاوہ کوئی بھی مستقل طریقہ سے اپنے آپ کو یا دوسرے کو کوئی نفع یا نقصان نہیں پہونچا سکتا! سوائے اس کے کہ خداوند عالم کا اذن شامل حال ہو، اگر وہ قادر مطلق چاہے تو اس شخص کے ذریعہ فائدہ پہونچوا سکتا ہے اسی طرح کسی ضرر کو بھی دور کرا سکتا ہے اور اگر وہ نہ چاہے تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا کسی کو اپنا وسیلہ قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہماری بہ نسبت خدا سے زیادہ نزدیک ہے، اگر وہ خدا کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کردے تو یقیناً قبول ہوگی۔

دینی و اسلامی تعلیمات کے پیش نظر ایسے امور انجام دینے والے کو صحیح شمار کرنا چاہئے اور بغیر دلیل کے اس کی جان یا اس کا مال مباح قرار نہیں دینا چاہئے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اے محمد! خدا سے میری حاجت طلب کیجئے؛ درحقیقت یہاں اس کی مراد خداوند عالم ہی ہے، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اے محمد! میری حاجت روائی کیجئے تو درحقیقت اس مقام پر فعل کو اس کے مسبب کی جانب نسبت دی گئی ہے، یہ بالکل ایسے ہی جیسے ہم کہیں: ''موسم بہار نے سبزہ اگا دیا''۔(۱)

قرآن کریم میں بھی متعدد مقامات پر بہت سے امور کی نسبت بظاہر بندہ کی جانب دی گئی ہے، جس کے چند نمونے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ﴿وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ وہ لوگ فقط یہ اعتراض کرتے ہیں کہ خداوند عالم اور اس کے رسولؐ نے ان کو اپنے فضل سے

.....

۱. کیا واقعاً بہار نے سبزہ اگایا ہے؟ نہیں بلکہ خداوند عالم نے اگایا ہے موسم بہار تو صرف سبب بنا ہے۔ اسی طرح ہم بھی سبب اور وسیلہ تلاش کرتے ہیں لیکن درحقیقت ہر کام خداوند عالم ہی انجام دیتا ہے۔ (مترجم)۔

بے نیاز کر دیا۔(۱)

ہمیں یہ معلوم ہے کہ انسانوں کو صرف خداوند عالم ہی بے نیاز کر سکتا ہے لیکن اس آیت میں خدا نے اپنے رسولؐ کو بھی شریک قرار دیا ہے(۲)؛ حالانکہ وہابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص پیغمبر اکرمؐ سے رزق طلب کرے وہ کافر و مشرک ہے۔

۲۔﴿وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ﴾اس کے منافع سے ان کو روزی دو اور انھیں لباس پہنا دو۔(۳)

۳۔﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَ رَسُولُهُ﴾ اور اگر وہ اسی پر راضی ہو جاتے جو انھیں خدا و رسولؐ نے عطا کیا ہے اور کہتے کہ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور بہت جلد خدا اور رسولؐ ہمیں بخش دیں گے۔(۴)

۴۔خداوند عالم نے مادرزاد نابینا کی بینائی پلٹانے اور برص و جذام والے شخص کو شفا دینے کی نسبت خود جناب عیسیٰ کی جانب دی ہے، ارشاد ہوتا ہے:

.....

۱. سورۂ توبہ/ ۷۴. المیزان: ج۹، ص ۳۵۹.

۲. ایک روز ابوحنیفہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ کھانا کھا رہا تھا، کھانے سے فارغ ہونے کے بعد امامؑ نے فرمایا: ''الحمد للّٰہ رب العالمین، پروردگار! یہ غذا تیری جانب سے اور تیرے پیغمبرؐ کی جانب سے تھی''۔ ابوحنیفہ نے کہا: اے ابوعبداللہ! کیا خدا کا شریک قرار دے رہے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا: تھوڑا صبر سے کام لو، ابھی بتاتا ہوں، پروردگار عالم فرماتا ہے: ﴿وما نقموا الا ان اغناهم الله و رسوله من فضله﴾(سورۂ توبہ/ ۷۴) ابوحنیفہ نے کہا: خدا کی قسم! گویا ابھی تک میں نے آیت پڑھی ہی نہیں تھی۔ (کنز الفوائد: ص ۱۶۹. وسائل الشیعة: ج۲۴، ص ۳۵۱. بحارالانوار: ج۴۷، ص ۲۴۰).

۳. سورۂ نساء/ ۵.

۴. سورۂ توبہ/ ۵۹.

﴿اَنِّیۡ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِنَ الطِّیۡنِ کَهَیۡئَةِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡهِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًا بِاِذۡنِ اللّٰهِ﴾ یعنی میں مٹی سے پرندہ کا مجسمہ بناتا ہوں اور پھر اس میں روح پھونکتا ہوں اور وہ اذنِ خداوندی کے تحت پرندہ بن جاتا ہے۔(۱)

وہابی علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ سے مریض کی شفا، قرض کی ادائیگی اور روزی طلب کرنا (چاہے اذن خداوندی کے تحت ہو) کفر اور شرک ہے۔ ہم ان سے یہ سوال کریں گے کہ مذکورہ بالا آیۂ مبارکہ کے بارے میں کیا نظریہ ہے؟ کیا ان کی نظر میں جناب عیسیٰ بھی (معاذ اللہ) مشرک ہیں؟۔

سمہودی کا بیان

شافعی مذہب ''سمہودی'' کا بیان ہے: ''کبھی پیغمبر اکرمؐ سے توسل و دعا کرنا اس بات کا سبب ہوتا ہے کہ انسان کی حاجات پوری ہوسکیں، درحقیقت آنحضرتؐ سے توسل کرنا دعا کی درخواست ہے جو مختلف انداز میں بیان کی جاتی ہے مثلاً دعا، توسل اور استغاثہ۔ لہٰذا اگر کوئی شخص پیغمبر اکرمؐ سے یہ کہے کہ میں آپ سے چاہتا ہوں کہ میں جنت میں آپ کے ساتھ رہوں، اس سے مراد یہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ اس کی شفاعت فرمائیں تاکہ وہ جنت میں جائے''۔(۲)

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ گناہوں کی بخشش، بیماروں کی شفا اور جنت میں پیغمبر اسلامؐ کی ہمراہی صرف دست قدرت خداوندی میں ہے؛ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اگر کوئی مسلمان براہ راست پیغمبرؐ سے طلب کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبرؐ ہی عطا کرتے ہیں اور اس امر میں خدا کا کوئی کردار نہیں!۔ استغاثہ اور مدد طلب کرنا یعنی

.....

۱. سورۂ آل عمران/ ۴۹.

۲. وفاء الوفاء: ج۲، ص ۴۲۱.

وہی دعا کرنا اور طلب حاجت، عقل اس کو منع نہیں کرتی، اس کے علاوہ کوئی آیت یا روایت بھی ایسی نہیں ہے جو اس امر سے منع کرتی ہو! یہاں تک کہ خود وہابی فرقہ بھی زندہ سے دعا کرنے کو جائز شمار کرتا ہے۔

ابن تیمیہ کا بیان

پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے: ''اگر کوئی شخص اپنے بھائی کے پیٹھ پیچھے اس کے لئے دعا کرے تو خداوند عالم ایک فرشتہ کو معین کرتا ہے، لہٰذا جب بھی وہ دعا کرتا ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے: خدا تیرے حق میں بھی یہی دعا قبول فرمائے''۔(۱)

اس بنا پر کوئی حرج نہیں ہے کہ غائب انسان کے حق میں دعا مستجاب ہو جائے! اسی دلیل کی بنا پر پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ ہم ان پر درود بھیجیں اور خدا سے آنحضرتؐ کا وسیلہ طلب کریں۔

ایک حدیث میں پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے: ''جب بھی تم مؤذن کی آواز سنو تو انھیں فقروں کو تم بھی دوہراؤ جو فقرہ اس کی زبان پر جاری ہوتے ہیں اور بعد میں میرے اوپر درود بھیجو، کیونکہ اگر کوئی شخص میرے اوپر ایک بار صلوات بھیجے تو خداوند عالم اس پر دس بار صلوات بھیجتا ہے۔ پھر خداوند عالم سے میرا وسیلہ طلب کرو؛ وسیلہ، بہشت کا ایک درجہ ہے جو خداوند عالم کے بندوں میں سے ایک بندہ کی ملکیت ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں۔ جو شخص خدا سے میرا وسیلہ طلب کرے، بروز قیامت اس کے مقدر میں میری شفاعت ہوگی''۔(۲)

.....

۱. رسالة زيارة القبور و الاستنجاد بالمقبور: ص۱۵۵.

۲. كشف الارتياب: ج۲، ص۲۲۳.

لہٰذا انسان کسی بھی شخص سے یہ خواہش ظاہر کرسکتا ہے کہ اس کے لئے دعا کرے، جیسا کہ حدیث صحیح میں مرقوم ہے: ''پیغمبر اسلامؐ نے اویس قرنیؒ کو یاد کرتے ہوئے عمر سے فرمایا: اگر تم چاہو تو ان سے اپنے لئے استغفار کی التجا کر سکتے ہو!''۔(۱)

اسی طرح مروی ہے کہ ایک مرتبہ قحط پڑا تو لوگوں نے حضور اکرمؐ سے باران رحمت کے لئے دعا کی التجا کی، پیغمبر اسلامؐ نے دعا کی اور باران رحمت نازل ہوگئی۔(۲)

اس وضاحت سے یہ واضح ہوگیا کہ استغاثہ یعنی دعا کی درخواست، اور اس درخواست میں کوئی حرج نہیں ہے، چاہے مدد کرنے والا مدد چاہنے والے سے زیادہ اہمیت کا مالک ہو یا اس سے کم حیثیت کا حامل ہو یا اس کے برابر ہو۔

مردہ سے مدد طلب کرنا

وہابیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ ہم مردہ سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے لئے دعا کرنا اور وہ دلیل کے طور پر یہ آیت پیش کرتے ہیں: ﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ کسی کو خدا کے ساتھ نہ پکارو (کسی کو اس کا شریک قرار نہ دو)۔(۳)

اس اعتراض کا جواب دو طریقوں سے دیا جاسکتا ہے:

۱۔ دعا کے معنی صرف لغوی ہی نہیں بلکہ اصطلاحی معنی بھی ہیں، لغوی اعتبار سے دعا کے یہ معنی ہیں: ﴿لَا تَجْعَلُوْا مَعَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا﴾ پیغمبرؐ کی آواز کو اپنے درمیان بلند ہونے والی صداؤں کی مانند قرار نہ دو۔(۴)

....

۱. کشف الارتیاب: ج۲، ص ۴۲۱. سیر اعلام النبلاء: ج۴، ص ۲۶.

۲. مسند احمد بن حنبل: ج۳، ص ۲۴۵.

۳. سورۂ جن/۱۸.

۴. سورۂ نور/۶۳.

۲۔ دعا کو درخواست اور طلب حاجت کے معنی میں مراد لینا، اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے لغوی معنی مراد لئے گئے ہیں یا یہ کہ عرف میں دعا، خدا سے درخواست کے معنی حقیقت ہے یا اس معنی میں مشہور ہو گیا ہے؛ اسی دلیل کی بنیاد پر دوسرے مفہوم کے اعتبار سے دعا کو عبادت کہا جاتا ہے، یہ آیت بھی اس بات کی جانب اشارہ کرتی ہے: ﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾ مجھے پکارو تا کہ میں تمہاری دعا کو قبول کروں، جن لوگوں نے میری عبادت سے تکبر اختیار کیا وہ بالیقین بہت جلد جہنم میں جھونکے جائیں گے۔(۱)

یہ بھی یاد رہے کہ ہر دعا یا غیر خدا سے کسی قسم کی طلب کو عبادت سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا اسی لئے ممنوع بھی قرار نہیں دیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ میرے پاس آؤ یا میری مدد کرو یا فلاں چیز مجھے دو یا میری فلاں حاجت کو پورا کر دو، ان تمام صورتوں میں حاجت پوری کرنا نہ تو اس کی عبادت شمار ہوگا اور نہ ہی وہ کسی گناہ کا مرتکب ہوگا۔

دعا کے اصطلاحی معنی

اس کے متعلق تین مفاہیم کی جانب اشارہ کیا جا سکتا ہے:

۱۔ غیر خدا سے دعا: کوئی شخص کسی شخص سے یہ سمجھتے ہوئے دعا کرے کہ یہ خدا سے بے نیاز، قادر، خود مختار اور مستقل ہے جیسے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا تصور ہے۔

۲۔ ایسی دعا جس کو خدا نے منع کیا ہے جیسے مشرکوں کا پتھر کے بتوں سے مدد مانگنا۔

.....

۱. سورۂ غافر/ ۶۰.

۳۔بعض لوگ فرشتوں اور جنوں کی پرستش کرتے ہیں، ان سے مدد طلب کرتے ہیں اور انھیں کو پکارتے ہیں، ان کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا کے علاوہ فرشتے اور جن بھی مستقل ہیں، جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِینَ تَدْعَوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ﴾ خدا کے علاوہ تم جسے بھی پکارتے ہو وہ تمہاری طرح خدا کا بندہ ہے (خدا نہیں ہے)۔(۱)

یا ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَکُمْ وَلَا اَنْفُسَھُمْ یَنْصُرُوْنَ﴾ یعنی وہ لوگ جن کو تم خدا کے علاوہ پکارتے ہو وہ تمہاری کچھ بھی مدد نہیں کر سکتے یہاں تک کہ وہ اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔(۲)

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے: ﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا﴾ یعنی کسی کو خدا کے ساتھ نہ پکارو (کسی کو اس کا شریک قرار نہ دو)۔(۳)

اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ سے مدد طلب کرنے کی نہی نہیں کی گئی ہے کیونکہ آپؐ سے درخواست کرنا مذکورہ بالا تینوں معانی میں سے کسی بھی معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ آپؐ سے مدد طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان نے خدا سے لو لگائی ہے کہ آنحضرتؐ اس کے لئے خدا سے التجا کریں اور اس کی شفاعت کریں، اس صورت میں اگر خدا چاہے تو قبول کرے، نہ چاہے تو نہ قبول کرے!۔لہٰذا اس قسم کی دعا کو منع نہیں کیا گیا کیونکہ اس دعا میں پیغمبر اکرمؐ کا استقلال ثابت نہیں ہے اور صرف اس دعا کو ممنوع قرار دیا گیا ہے جس میں آپؐ کو مستقل (خدا سے بے نیاز) شمار کیا جائے۔

.....

۱. سورۂ اعراف/۱۹۴.

۲. سورۂ اعراف/۱۹۷.

۳. سورۂ جن/۱۸.

انبیائے الٰہی سے مدد طلب کرنا

وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ انبیائے الٰہی اور صالحین مردہ ہیں لہٰذا ان سے توسل کرنا صحیح نہیں ہے، دوسرے الفاظ میں یوں تعبیر کیا جائے کہ مردہ کچھ سنتا ہی نہیں ہے تو ان فقروں کا کیا فائدہ کہ یارسول اللہؐ! میری دار رسی کیجئے؛ یارسول اللہؐ! میں آپ کے ذریعہ خدا تک پہونچا ہوں؛ یارسول اللہؐ! میری حاجت روائی کیجئے۔

اس مسئلہ کا تفصیلی جواب شفاعت کی بحث میں دے چکے ہیں، یہاں بھی اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں: عقلی وشرعی اعتبار سے ممنوع نہیں ہے کہ پیغمبر الٰہی یا ولی خدا بعد وفات بھی توسل کرنے والوں کی صدا کو سنے کیونکہ انبیائے الٰہی بعد وفات بھی زندہ رہتے ہیں اور خدا انھیں حیات جاوید سے نوازتا ہے، اس کے متعلق انس سے مروی رسول اسلامؐ کی روایت ہے: ''انبیائے الٰہی اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں''۔(۱)

اسی طرح دوسری روایت میں آیا ہے: ''اگر کوئی شخص اپنے ایسے برادر مومن کی قبر کے نزدیک سے گزرے جسے دنیا میں پہچانتا تھا تو اس پر سلام بھیجے ایسی صورت میں وہ بھی اسے پہچانے گا اور سلام کا جواب دے گا''۔(۲)

.....

۱. بیہقی نے اس روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے، ابن حجر نے بھی فتح الباری میں ثابت شمار کیا ہے ان کا معیار یہ ہے کیونکہ فتح الباری، صحیح بخاری کی شرح ہے اور صحیح بخاری میں تمام روایتیں صحیح ہیں۔(المقالات السنیۃ: ص ۱۱۴).

۲. مناوی نے اس روایت کو ابن عساکر کے حوالہ سے شرح جامع الصغیر میں ذکر کیا ہے؛ حافظ عراقی کا بیان ہے: ''اس راویت کو ابن عبدالبر نے کتاب تمہید اور کتاب استذکار میں ابن عباس کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور عبدالحق نے اس روایت کو صحیح شمار کیا ہے''۔(المقالات السنیۃ: ص ۱۱۵۴).

بیہقی نے اس کے متعلق کہا ہے: ''سعید بن مسیّب نے ابو ہریرہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ شب معراج پیغمبرؐ نے بیت المقدس میں دوسرے پیغمبروں سے ملاقات کی اور نماز کے وقت تمام انبیائے الٰہی نے آپؐ کی اقتدا میں نماز پڑھی پھر تمام انبیاء بیت المقدس میں جمع ہوئے''۔

دوسری صحیح روایت میں ابوذرؓ اور مالک بن صعصعہؓ سے منقول ہے: ''آنحضرتؐ نے شب معراج آسمانوں میں دیگر انبیائے الٰہی سے ملاقات کی، آپؐ نے موسیٰ کو ان کی قبر میں دیکھا کہ موسیٰ اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے ہیں، پھر تمام انبیائے الٰہی نے آسمان کی جانب پرواز کی اور پیغمبر اسلامؐ سے ملاقات کی، پھر تمام انبیائے الٰہی جمع ہو کر بیت المقدس گئے اور سب نے آنحضرتؐ کی اقتدا میں نماز ادا کی''۔

بیہقی نے اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے رقم کیا: ''پیغمبروں کی نماز عقلی اعتبار سے زمان ومکان کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور روایات بھی اس بات کو ثابت کرتی ہیں جس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ پیمبران الٰہی بعد وفات بھی باحیات ہوتے ہیں''۔(۱)

اس بنا پر تمام انبیائے الٰہی زندہ ہیں اور اگر کوئی ان کو سلام کرتا ہے تو وہ سنتے ہیں، اس کے متعلق پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں: ''جو بھی میری قبر کے نزدیک آکر مجھے سلام کرتا ہے میں اس کے سلام کو سنتا ہوں''؛ لہٰذا جو درود وسلام انبیائے الٰہی کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے وہ ان کی خدمت میں ضرور پہونچتا ہے، اسی سبب آنحضرتؐ نے فرمایا: ''روز جمعہ مجھ پر زیادہ درود بھیجو کہ یہ درود مجھ تک پہونچتا ہے''۔

....

۱. المقالات السنیة فی کشف ضلالات ابن تیمیه: ص ۱۱۴.

دوسری طرف سے زندہ انسان سے مدد اور معافی کی درخواست کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۱)

جیسا کہ قرآن کریم نے فرزندان یعقوبؑ کی زبانی بیان کیا ہے: ﴿یَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا﴾ اے بابا! ہمارے گناہوں کو بخش دیجئے۔(۲)

اسی طرح جناب یوسفؑ کی زبانی ارشاد ہوا: ﴿اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَأَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ أَبِيْ يَأْتِ بَصِيْرًا﴾ میری قمیص کو لے جاؤ، اس کو میرے بابا کے چہرہ پر ڈال دینا ان کی بصارت واپس آجائے گی۔(۳)

فقیہ اہل سنت ''قسطلانی'' کا بیان ہے: ''بہتر ہے کہ زائر پیغمبرؐ بہت زیادہ دعا اور گریہ وزاری کرے، ان سے شفاعت طلب کرے اور آنحضرتؐ سے توسل اختیار کرے، شفاعت اس بات کی مقتضی ہے کہ خداوند عالم شفیع کے مرتبہ کا لحاظ رکھے اور اس کی شفاعت کو بندوں کے حق میں قبول فرمائے؛ پیغمبر اکرمؐ سے حیات میں یا بعد وفات؛ شفاعت طلب کرنا، مدد چاہنا اور توسل اختیار کرنا بلا مانع ہے اور ان امور میں کوئی حرج نہیں ہے''۔(۴)

.....

۱. عبادہ بن صامت سے منقول ہے: ''ابوبکر نے کہا: ہمیں متحد ہو کر قیام کرنا چاہئے اور اس منافق سے پناہ حاصل کرنے کے لئے رسول خداؐ سے مدد طلب کرنا چاہئے۔ پیغمبر نے فرمایا ہے کہ کوئی بھی میرے لئے قیام نہیں کرتا، بلکہ قیام خدا کے لئے ہوتا ہے''۔(مسند احمد بن حنبل: ج۵، ص۳۱۷).

۲. سورۂ یوسف/۹۷.

۳. سورۂ یوسف/۹۳.

۴. المواهب اللدنية: ج۳، ص۴۱۷. یہ موضوع کتاب تحقیق النصرة اور کتاب مصباح الظلام میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

قبر رسول ﷺ پر نابینا کا استغاثہ

قبر رسولؐ پر عثمان ابن حنیف کا استغاثہ واضح ثبوت ہے کہ استغاثہ مسلمانوں بالخصوص صحابہ کرام کے درمیان رائج تھا۔

اس واقعہ کو طبرانی نے کچھ اس انداز میں بیان کیا ہے: ''ایک شخص اپنی حاجت روائی کی خاطر مستقل دربار عثمان میں جایا کرتا تھا لیکن خلیفہ اس مظلوم کی جانب اپنی توجہ مرکوز نہیں کرتا تھا؛ ایک روز اس سائل کی ملاقات صحابی رسولؐ ''عثمان بن حنیف'' سے ہوئی اور اس نے اپنی مشکل کو بیان کیا؛ ابن حنیف نے اس سے کہا: وضو کر کے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو اور نماز کے بعد کہو: خدایا! تجھے تیرے پیغمبر محمدؐ کا واسطہ، اے محمدؐ! میں آپؐ کے وسیلہ سے بارگاہ الٰہی میں التجا کر رہا ہوں کہ میری حاجت برآوری ہو؛ اس کے بعد اپنی حاجت بیان کرنا اور واپس آجانا تا کہ میں تمہارے ساتھ چلوں! وہ شخص مسجد میں گیا اور ابن حنیف کی باتوں پر عمل کر کے واپس آ گیا اور عثمان کے دربار میں پہونچا، عثمان کے ایک گماشتہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور خلیفہ کے پاس لے گیا، خلیفہ نے اس کو اپنی مسند پر بیٹھایا اور پوچھا: تیری کیا حاجت ہے؟ اس نے اپنی حاجت بیان کی، خلیفہ نے اس کی حاجت پوری کی اور کہا: میں تمہاری حاجت کو بھلا بیٹھا تھا، آج یاد آئی ہے؛ اگر کوئی اور حاجت ہو تو وہ بھی بیان کر دے''۔(۱)

وہ شخص خلیفہ کے پاس سے ابن حنیف کے پاس گیا اور کہا: میں آپ کا نہایت شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری سفارش کی ورنہ آپ کی سفارش سے پہلے خلیفہ نے میری حاجات کی جانب کوئی توجہ نہیں دی تھی! ابن حنیف نے جواب دیا: خدا کی قسم!''

۱. لیکن اس شخص نے دیگر حاجات کے بیان سے گریز کیا۔(مترجم).

میں نے خلیفہ سے کوئی گفتگو نہیں کی ہے لیکن ہاں میں نے حضور اکرمؐ کے رحم وکرم کا مشاہدہ کیا ہے؛ میں نے ایک روز دیکھا کہ ایک نابینا حضرتؐ کی خدمت میں آیا اور اپنی نابینائی کی شکایت کی، پیغمبرؐ نے فرمایا: ''صبر اختیار کرو'' اس نے پیغمبرؐ سے عرض کی: ''میرا کوئی رہنما نہیں ہے جو سہارا دے سکے، یہ میرے لئے بہت دشوار ہے'' پیغمبرؐ نے فرمایا: ''وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو پھر اس طرح دعا کرو''۔ ابن حنیف کا بیان ہے کہ میں ابھی حضور اکرمؐ کی خدمت میں ہی تھا کہ وہ شخص واپس آیا اور ایسا بینا تھا کہ گویا کبھی نابینا نہیں تھا۔(۱)

ایک بزرگ مورخ کا کہنا ہے: ''مجھے یہ حدیث قبول ہے، لیکن اس بات میں شک ہے کہ اس حدیث کی بنا پر پیغمبرؐ سے توسل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟'' جی ہاں! اس مورخ نے کتاب توسّل لکھی ہے جو وہابی افکار سے بے حد متأثر ہے کہ مردہ سے توسل کرنا حرام اور شرک ہے۔

اگر چہ یہ روایت اتنی زیادہ معتبر ہے کہ طبرانی نے بھی صحیح شمار کیا ہے اور اس روایت میں حکم دینے والا وہ عظیم صحابی رسولؐ (عثمان ابن حنیف) ہے جس پر علیؑ اور عمر اعتبار کرتے تھے، یہاں تک کہ اس حدیث کو ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود یہ روایت اس مورخ کے حلق سے نیچے نہیں اتر رہی ہے!۔(۲)

....

۱. معجم الطبرانی: ج۹، ص۳۰، ح۸۳۱۱. المعجم الصغیر: ج۱، ص۱۸۳. ڈاکٹر عزت علی عطیہ کا بیان ہے: ''روایت ضریر توسل کے جواز پر دلالت کرتی ہے''۔(البدعة تحدیدها و موقف الاسلام منها: ص۴۵۷).

۲. جب خداوند عالم کی جانب سے خود انسان کے کرتوتوں کے سبب اس کے قلب پر مہر لگ جاتی ہے تو یہی انجام ہوتا ہے۔(مترجم).

وہابیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی سنت پر عمل پیرا ہیں لیکن وہ اپنے دعوے پر ثابت قدم نہیں رہتے، جس کی ایک زندہ مثال یہی عثمان ابن حنیف کا واقعہ ہے۔ واقعاً جب انسان ان کی رفتار وگفتار میں تضاد دیکھتا ہے تو انگشت بدنداں رہ جاتا ہے!۔

اور دوسری جانب سے عقل بھی اس بات کو قبول نہیں کرتی کہ انسان پہلے تو اپنے لئے ایک عقیدہ ایجاد کرے اور پھر اپنے عقیدہ کی موافقت میں روایات تلاش کرے!۔ بلکہ عقل کا تقاضہ ہے کہ انسان آیات وروایات کے ذریعہ اپنے دینی مسائل کا حل تلاش کرے۔(۱)

مقبروں سے استغاثہ

اوائل اسلام سے آج تک مسلمانوں کی یہ سیرت رہی ہے کہ وہ انبیائے الٰہی اور صالحین کی قبروں کے نزدیک جا کر استغاثہ کرتے ہیں اور ان سے مدد طلب کرتے ہیں۔ تمام علمائے کرام نے بھی اس امر کو جائز شمار کیا ہے جن میں سے چند نمونے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ قبر رسولؐ سے استغاثہ

بعض لوگوں نے دارمی سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے: ''ایک مرتبہ مدینہ میں قحط پڑا تو لوگ عائشہ سے شکایت کرنے آئے، عائشہ نے کہا: رسول اللہؐ کے مزار پاک پر جاؤ اور ان کے روضہ کی چھت میں ایسا سوراخ کرو کہ آسمان اور قبر کے درمیان کوئی

.....

۱۔ توسل، زیارت قبور، شفاعت اور مدد طلب کرنا وغیرہ جیسے امور بھی دین کے اہم مسائل میں سے ہیں لہٰذا ان کو بھی آیات وروایات کے زیر سایہ تلاش کرنا چاہئے نہ یہ کہ اپنی من گھڑت کہانیاں سنانے لگیں!۔ (مترجم)۔

چیز حائل نہ ہو،لوگوں نے اس فرمان پر عمل کیا؛اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ تمام خشک فضا میں ہریالی چھا گئی اور تمام چوپائے چاق وچوبند ہو گئے"۔(۱)

عمر کا خزانچی (۲) "مالک الدار" بیان کرتا ہے:"عمر کے دوران خلافت،ایک مرتبہ سخت قحط پڑا؛ایک شخص پیغمبر اسلامؐ کی قبر اطہر پر گیا اور دعا کی: اے پیغمبر خداؐ! آپ کی امت ہلاک ہوا چاہتی ہے، خدا سے ہمارے لئے بارش کی التجا کیجئے،اس شخص کے خواب میں حضور اکرمؐ تشریف لائے اور فرمایا:عمر کے پاس جاؤ اور کہو کہ خداوند عالم باران رحمت نازل فرمائے گا۔سیف نے کتاب فتوح میں لکھا ہے کہ یہ خواب صحابی رسولؐ (بلال بن حارث مزنی) نے دیکھا تھا"۔(۳)

۲۔قاہرہ میں سر حسینؑ سے استغاثہ

حمزاوی عدوی،سر امام حسینؑ کی تفصیلی تدفین بیان کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

"یہ عظیم بارگاہ اسی قابل ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ زیارت کی جائے،اور اس کے ذریعہ خدا سے توسل کیا جائے،اور جو کچھ اس امامؑ کی زندگی میں طلب کیا جاتا تھا وہ اب بھی طلب کیا جائے کیونکہ آپؑ (۴) عقدہ کشا ہیں،ان کی زیارت ہر غمزدہ

.....

۱. سنن الدارمی: ج ۱، ص ۵۶. سبل الهدیٰ و الرشاد: ج ۱۲، ص ۳۴۷. وفاء الوفاء: ج ۴، ص ۱۳۷۴. کشف الارتیاب: ص ۳۱۳.

۲. خزانچی وہی ہوتا ہے جس کو دور حاضر میں کیشیئر (Cashier) کہتے ہیں۔(مترجم).

۳. فتح الباری: ج ۲، ص ۵۷۴. وفاء الوفاء: ج ۴، ص ۱۳۷۲.

۴. امام حسینؑ بھی اپنے بابا علیؑ کی مانند عقدہ کشا اور مشکل کشائے کائنات ہیں،تاریخی شواہد کے پیش نظر مشکل کشائی اسی خاندان پاک کے مقدر میں آئی ہے اور ہر امام کے دور امامت میں خلفائے دوراں نے اپنی ہر مشکل کا حل اسی خاندان پاک کی فرد سے حاصل کیا ہے۔(مترجم).

کا غم دور کر دیتی ہے اور اسے خوشحال کر دیتی ہے، اس نورانی ہستی سے توسل اختیار کرنے سے غبار آلود دل، قلبِ نورانی میں تبدیل ہو جاتا ہے"۔

حمزاوی مزید گویا ہیں: "میرے استاد عارف (محمد شبلی عرف ابن ست) کے ساتھ ایک ناگوار حادثہ پیش آیا کہ ان کی تمام کتابیں چوری ہو گئیں جس کے سبب وہ بہت زیادہ پریشان ہوئے؛ مقام مدفن سر حسینؑ پر پہونچے اور چند اشعار کے ذریعہ حضرتؑ سے مدد طلب کی، زیارت کے بعد اپنے گھر کی جانب واپس آئے، جیسے ہی وہ گھر میں داخل ہوئے کیا دیکھا کہ ان کی تمام کتابیں بالکل اسی طرح سجی ہوئی ہیں جیسے انھوں نے سجائی تھیں اور ان میں سے ایک کتاب بھی کم نہیں ہے"۔(۱)

۳۔ مدفن سر حسینؑ سے نابینا کا استغاثہ

شبراوی شافعی نے اپنی ایک کتاب "الاتحاف بحب الاشراف" کی ایک فصل کو مدفن سر حسینؑ سے مخصوص کیا ہے، اس فصل میں اس مقام کی اہمیت، زیارت کا شرف اور حضرتؑ کی بعض کرامتیں نقل ہیں، مصنف نے امام حسینؑ کی ایک کرامت کا کچھ اس انداز سے تذکرہ کیا ہے: "مدفن سر حسینؑ کے نزدیک شمس الدین قعوینی نامی شخص سکونت پذیر تھا، وہ آشوب چشم میں مبتلا ہو گیا اور وہ نابینا ہو گیا، وہ روزانہ پابندی سے اس مقدس مقام پر نماز صبح بجالاتا تھا اور نماز کے بعد ضریح کے سامنے کھڑے ہو کر کہتا تھا: میرے آقا! میں آپ کا ہمسایہ ہوں، میری بینائی ختم ہو گئی ہے، میں آپ کے وسیلہ سے خدا سے چاہتا ہوں کہ وہ میری بینائی پلٹا دے، اگر ممکن ہو تو کم سے کم ایک ہی آنکھ کا نور واپس کر دے!"۔

....

۱. مشارق الانوار: حمزاوی، ج۱، ص۱۹۷. الغدیر: ج۵، ص۱۹۱.

وهابیت کا تنقیدی جائزہ

شمس الدین نے ایک شب خواب دیکھا کہ اس مقدس مقام پر ایک جماعت آئی ہے، اس نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا: پیغمبر اکرمؐ اپنے اصحاب کے ہمراہ سر حسینؑ کی زیارت کے لئے تشریف لائے ہیں؛ وہ اسی مجمع کے بیچ میں چلا گیا اور وہی دعا مانگی جو دن میں مانگتا تھا۔ امام حسینؑ نے اپنے جدّ بزرگوار کی جانب نگاہ کی اور رسول خداؐ سے شفا طلب کی، پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ کو حکم دیا: اس کی آنکھوں میں سرمہ لگادو علیؑ نے اطاعت پیغمبرؐ میں سر تسلیم خم کیا اور سرمہ دانی نکال کر اس شخص سے فرمایا: نزدیک آؤ تا کہ تمہاری آنکھوں میں سرمہ لگاؤں؛ وہ آگے بڑھا علیؑ نے سلائی کو سرمہ سے مملو کیا اور اس کی دائیں آنکھ میں لگایا، اس کی آنکھ میں ایک عجیب قسم کی حرارت پیدا ہوئی اور وہ حرارت اتنی تیز تھی کہ وہ چیخ اٹھا اور خواب سے بیدار ہوگیا، بیدار ہو کر دیکھا تو اس کی دائیں آنکھ کی بینائی واپس آچکی تھی، اور وہ عمر کے آخری ایام تک اسی آنکھ سے استفادہ کرسکتا تھا۔(۱)

۴۔ ابن حبان کا قبر امام رضاؑ سے شفاعت طلب کرنا

ابن حبان کا بیان ہے: ''امام رضاؑ مامون کے دیئے گئے شربت سے سرزمین طوس پر شہید ہوئے، ان کی قبر اطہر سناباد نامی مقام پر ہے جو مومنین کی زیارتگاہ ہے، میں بھی کئی بار اس زیارت سے شرفیاب ہوا ہوں؛ جب تک میں طوس میں رہتا تھا تب تک اگر کوئی مشکل درپیش ہوتی تھی تو میں اپنی مشکل کا حل حضرتؑ سے ہی حاصل کرتا تھا(۲)؛ خداوند عالم ان کے صدقہ سے میری مشکل حل کرتا تھا، یہ میں نے بارہا تجربہ

....

۱. الاتحاف بحب الاشراف: ص ۷۵. الغدیر: ج ۵، ص ۱۸۷.

۲. کیونکہ یہ حلّال مشکلات ''علیؑ'' کے پوتے ہیں، دوسری مناسبت یہ ہے کہ باب الحوائج ''امام کاظمؑ'' کے فرزندار جمند ہیں، تیسری مناسبت یہ ہے کہ یہ ضامن آٹھویں ہیں اسی وجہ سے ان کو امام ضامن کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے اور ایک مناسبت یہ ہے کہ آپکا اسم گرامی بھی آپ کے جدامجد علیؑ کے نام پر علیؑ ہے۔

کیا ہے، خداوند عالم سے دست بہ دعا ہیں کہ ہمیں محبت پیغمبر وآل پیغمبرؐ پر گامزن رکھے اور ہمیں اسی حالت میں موت آئے''۔(۱)

ابن حبان کا تعارف

ابن حبان کے متعلق کہا گیا ہے کہ آپ ۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے؛ آپ اہل خراسان کے امام، علامہ، حافظ اور عالم تجوید تھے، ان کی کتابیں مشہور ہیں؛ ایک زمانہ میں سمرقند کے قاضی تھے، دینی فقیہ اور بزرگ حافظ تھے، ابن حبان سے اہل سمرقند علم حاصل کرتے تھے، انھوں نے صحیح مسانید بھی تحریر کیں جن کے نام ''کتاب الانواع و التقاسیم''، ''کتاب التاریخ'' اور ''کتاب الضعفاء'' ہیں۔

ابوبکر خطیب نے ان کو ثقہ شمار کیا ہے اور ان کے متعلق گویا ہیں: ''ابن حبان ثقہ، ہوشیار، بافہم اور دانا تھے''۔ حاکم نیشاپوری نے اس انداز میں تعریف کی ہے: ''ابن حبان فقہ، حدیث، لغت اور وعظ کا ایک عظیم ظرف تھے، بزرگ اور دانا افراد کی صف میں شمار ہوتے تھے اور نیشاپور میں ہمارے نزدیک ہی رہتے تھے''۔(۲)

کیا ابن تیمیہ اور اس کے پیروکار ابن حبان پر بھی اس وجہ سے کفر وشرک کا فتویٰ لگا سکتے ہیں کہ وہ مسلسل امام رضاؑ سے مدد طلب کرتے تھے؟۔

۱. کتاب الثقات: ج۶، ص۴۰۲. الانساب: سمعانی، ج۱، ص۵۱۷.

۲. سیر اعلام النبلاء: ۱۶، ص۹۲. میزان الاعتدال: ج۳، ص۵۰۶. النجوم الزاهرة: ج۳، ص۳۴۲. طبقات السبکی: ج۳، ص۱۳۱. الانساب: ج۲، ص۲۰۹. الوافی بالوفیات: ج۲، ص۳۱۷.

۵۔امام رضاؑ کی قبر پر ابن خُزیمہ کا گریہ

محمد بن مؤمل (۱) نے نقل کیا ہے: ''ہم اہل حدیث کے پیشوا (ابوبکر بن خُزیمہ) اوران کے دوست (ابن علی ثقفی) اور چند بزرگوں کے ہمراہ امام رضاؑ کی زیارت کے لئے طوس گئے، ابن خُزیمہ نے امامؑ کی ضریح کا کچھ اس انداز سے احترام کیا اور ایسی گریہ وزاری کی کہ ہم حیرت زدہ ہوگئے!''۔(۲)

ابن خُزیمہ کا تعارف

ذہبی نے ابن خزیمہ کی شان میں بیان کیا ہے: ''ابن خزیمہ ۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے، وہ شیخ الاسلام، اماموں کے امام، حافظ، حجت دین، فقیہ اور متعدد کتابوں کے مؤلف ہیں؛ انھوں نے عالم شباب میں ہی فقہ وحدیث پر دسترس حاصل کر لی تھی جس کی مہارت کے سبب آپ ضرب المثل بن گئے تھے؛ بخاری ومسلم نے آپ کے حوالہ سے روایات نقل کی ہیں (۳)؛ لیکن صحیح بخاری وصحیح مسلم میں نقل نہیں کی ہیں''۔

آپ کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے: ''ابوبکر بن خزیمہ کی برکت سے خداوند عالم اس شہر سے بلاؤں کو دور کرتا ہے''۔ دار قطنی کا بیان ہے: ''وہ بے نظیر امام وپیشوا تھے''۔

اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے: ''انھوں نے سنت رسولؐ کو زندہ کیا، وہ احادیث پیغمبرؐ سے بڑی دانائی کے ساتھ لطیف نکات حاصل کرتے تھے، عظیم نقّاد تھے، راویان

---

۱. ابوبکر الماسرجی عرف ابن مؤمل: اہل نیشاپور کے امام وپیشوا اور سخنور تھے۔ ان کا بیان فصیح تھا، انھوں نے راویان حدیث کے لئے ایک گھر بنایا تھا اور ان کی معیشت کا اہتمام کرتے تھے۔ سلمی، حاکم اور سعید بن محمد بن محمد بن عبدان نے ان کے حوالہ سے روایات نقل کی ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۱۶، ص ۲۳).

۲. تهذیب التهذیب: ج ۷، ص ۳۳۹.

۳. سیر اعلام النبلاء: ج ۱۴، ص ۳۶۵.

حدیث کو بخوبی پہچانتے تھے اور اپنے علم و دانش کے سبب لوگوں کے دلوں میں اپنا گھر بنالیا تھا‘‘۔(۱)

ابن حاتم کا بیان ہے: ’’وہ ایسے امام تھے جن کی اقتدا کی جاتی تھی‘‘۔

ان تمام اوصاف کے ساتھ کیا ابن تیمیہ میں یہ جرأت ہے کہ ابن خزیمہ کو امام رضاؑ کی قبر پر گریہ کرنے پر مشرک و کافر شمار کرے؟ کیا وہ ابن خزیمہ اور ان جیسے افراد کے متعلق منفی نظریہ دینے کا حق رکھتا ہے؟۔

قبروں سے استغاثہ کے چند نمونے

۱۔حاکم نے ابوایوب انصاری کی قبر کے بارے میں بیان کیا ہے: ’’لوگ ان کی قبر کی زیارت کرنے جاتے ہیں اور قحط کے عالم میں ان کی قبر پر باران رحمت کی دعا کرتے ہیں‘‘۔(۲)

۲۔ابوعلی خلّال کا بیان ہے: ’’جب بھی کبھی مجھے کوئی مشکل درپیش ہوتی تھی تو میں امام موسیٰ کاظمؑ کی قبر کا رخ کرتا تھا اور ان سے توسل کرتا تھا، خداوند عالم ان کے طفیل سے میری حاجت روائی فرماتا تھا‘‘۔(۳)

۳۔ جب امام شافعی بغداد جاتے تھے تو ابوحنیفہ کی قبر پر جاکر توسل کرتے تھے، زیارت کے لئے ضریح کے پاس جاتے تھے اور سلام کرتے تھے، امام شافعی اپنی حاجات طلب کرنے کے لئے ابوحنیفہ کو وسیلہ قرار دیتے تھے۔(۴)

....

۱. سیر اعلام النبلاء: ج۱۴، ص۳۷۴.

۲. مستدرک حاکم نیشاپوری: ج۷، ص۵۱۸. صفة الصفوة: ج۱، ص۴۷۰.

۳. تاریخ بغداد: ج۱، ص۱۲۰.

۴۔کیا امام شافعی کے عمل کے بعد بھی ابن تیمیہ وسیلہ کو بدعت بتائے گا!؟۔(مترجم)۔

منقول ہے کہ امام احمد بن حنبل، امام شافعی سے توسل کرتے تھے، اور توسل بھی ایسا کہ خود ان کا بیٹا حیرت میں پڑ گیا! امام احمد نے بیٹے سے کہا: شافعی، لوگوں کے لئے سورج کی مانند اور بدن کے لئے سلامتی کی مثال ہیں؛ جب امام شافعی نے دیکھا کہ لوگ امام مالک سے متوسل ہوتے ہیں تو ان کو پسند نہیں آیا اور کہا: میں خود ابوحنیفہ سے توسل کرتا ہوں اور ان کی قبر کو مبارک جانتا ہوں، جب بھی مجھے کسی مشکل کا سامنا ہوتا ہے تو میں ان کی قبر کے پاس دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور خدا سے حاجت طلب کرتا ہوں۔(۱)

۴۔ احمد بن حنبل کی قبر کے متعلق ابن جوزی کتاب مناقب احمد میں عبداللہ ابن موسیٰ سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''میں اپنے باپ کے ساتھ رات کی تاریکی میں احمد بن حنبل کی قبر کی زیارت کے لئے گیا، پہونچتے پہونچتے بہت زیادہ تاریکی چھا گئی، میرے باپ نے کہا: بیٹا! آؤ اس نیک بندہ کے وسیلہ سے خدا سے دعا کریں کہ یہ تاریکی، نور میں بدل جائے، تیس سال ہو گئے ہیں کہ میں ان کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں اور خداوند منان مستجاب فرماتا ہے۔ اس کے بعد میرے باپ نے دعا کی اور میں نے آمین کہا، دعا کرتے ہی آسمان کی تاریکی چھنٹ گئی، چارسو چاندنی بکھر گئی اور ہم با آسانی قبر تک پہونچ گئے''۔(۲)

۵۔ ابن فورک اصفہانی کی قبر، نیشاپور کے جوار ''حیرہ'' میں واقع ہے جو لوگوں کی زیارتگاہ ہے اور وہاں طلب باران کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔(۳)

....

۱. خلاصة الکلام: زینی دحلان، ص ۲۵۲. تاریخ بغداد: ج ۱، ص ۱۲۳. مناقب ابوحنیفہ: خوارزمی، ج ۲، ص ۱۹۹. الغدیر: ج۵، ص ۱۹۴.

۲. مناقب احمد: ص ۲۹۷.

۳. وفیات الاعیان: ج۴، ص ۲۷۲.

محمد بن حسن عرف ابن فورک، اشعری مذہب اور علم کلام کے استاد تھے؛ ذہبی اور ابن حزم نے ان کی جانب ایسی حرکتوں کی نسبت دی ہے کہ کوئی مسلمان انجام نہیں دے سکتا اور اگر وہ کام کوئی مسلمان انجام دے تو کفر و شرک کی سرحد تک پہونچ جاتا ہے۔(۱)

۶۔ احمد بن علوان کی قبر کے متعلق یافعی کا بیان ہے: ''جو فقہاء ان کی فضیلت کے قائل نہیں تھے خود ان کی اولادیں ابن علوان کی قبر پر جاتیں، توسل کرتیں اور سلطان کے خوف سے بھی اسی قبر کو اپنی پناہ گاہ شمار کرتی تھیں''۔(۲)

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ابن تیمیہ کی ولادت سے تقریباً تین سو سال قبل، اہل سمرقند بخاری کی قبر سے توسل کرتے تھے، طلب باران کی دعا کرتے تھے اور استغاثہ کرتے تھے!۔

اس کے متعلق سبکی کا بیان ہے: ''سمرقند میں کئی مرتبہ قحط کا سانحہ پیش آیا، لوگوں نے بہت دعائیں کیں لیکن مستجاب نہیں ہوئیں، صلاح نامی صالح انسان قاضی کے پاس گیا اور کہا: میں ایک رائے دینا چاہتا ہوں۔ قاضی نے پوچھا: کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: تم تمام لوگوں کو لے کر محمد بن اسماعیل بخاری کی قبر پر جاؤ اور سب لوگ ہاتھ اٹھا کر دعا کریں، امید ہے کہ خداوند عالم باران رحمت کا نزول فرمائے گا، قاضی کو اس کا مشورہ پسند آیا اور لوگوں کو لیکر بخاری کی قبر پر پہونچ گیا، لوگوں نے وہاں جا کر گریہ کیا اور صاحب قبر سے شفاعت طلب کی، خداوند عالم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور بارش نازل ہوگئی اور بارش بھی اتنی تیز کہ لوگ سمرقند واپس نہ جا سکے بلکہ سات روز تک خرتنک نامی مقام پر ٹھہرنا پڑا جو سمرقند سے ۴؍ کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا''۔(۳)

....

۱. سیر اعلام النبلاء: ج۱۷، ص۲۱۵. طبقات الشافعیۃ: ج۴، ص۱۳۰.

۲. مرآۃ الجنان: ج۴، ص۳۵۷. ۳. سیر اعلام النبلاء: ج۱۲، ص۴۶۹.

شاید ابن تیمیہ کو اس واقعہ کی خبر نہیں! ورنہ وہ ان پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیتا، یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ اس کے لئے ثابت نہ ہوا ہو!۔

توسل کے متعلق امام قیروانی کا نظریہ

امام قیروانی مالکی نے ''زیارۃ القبور'' میں اپنا نظریہ بیان کرتے ہوئے رقم کیا: ''پیغمبروں اور رسولوں کا احترام یہ ہے کہ زائر ان کی مبارک قبروں پر جائے اور دور سے ہی زیارت کی نیت کرے، جب زائر قبر کے نزدیک پہونچے تو نہایت ہی خضوع و خشوع کو اپنائے، حقارت کے ساتھ جائے، دل شکستہ ہو اور قبر مطہر پر بصیرت کی نگاہوں سے نظر کرے کیونکہ ان ہستیوں کے اجسام طاہرہ نہ تو بوسیدہ ہوتے ہیں نہ ہی کوئی تبدیلی ہوتی ہے۔ پھر خدا کی حمد وثنا کرے اور نماز پڑھے، نماز کے بعد اپنی حاجت طلب کرے اور اپنے گناہوں کی بابت استغفار کرے اور یہ یقین رکھے کہ صاحب قبر کی برکت سے اس کی حاجت روائی ہوگی کیونکہ یہ ہستیاں خداوند عالم کے باب اجابت ہیں اور خداوند عالم کی یہ سنت ہے کہ وہ ان ہستیوں کے وسیلہ سے دعائیں مستجاب فرماتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان مبارک قبروں تک دست رسی حاصل نہ کر پائے تو اپنے وطن سے ہی سلام بھیجے اور اپنے گناہوں کی بابت استغفار طلب کرے، کیونکہ یہ ایسی ہستیاں ہیں کہ اگر ان سے کوئی چیز طلب کی جائے یا ان سے توسل کیا جائے تو اپنے سائل کو خالی ہاتھ اور ناامید نہیں پلٹاتیں۔ امام قیروانی، مذکورہ بالا فضائل کے علاوہ پیغمبر اسلامؐ کی شان میں مزید بیان کرتے ہیں: کیونکہ آنحضرتؐ ایسے شفیع ہیں جن کی شفاعت قبول ہوگی، جو شخص آپؐ کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا ہے وہ آپؐ کی قبر پر آئے، مدد طلب کرے اور استغاثہ کرے تو ہرگز ناامید نہیں پلٹے گا، لہٰذا پیغمبر اسلامؐ سے توسل اختیار کرنا گنہگار انسان کے گناہ اور خطاؤں کے خاتمہ کا باعث قرار پاتا

وھابیت کا تنقیدی جائزہ

ہے“۔(۱)

یہ تمام مذکورہ دلائل وشواہد اس بات کا ثبوت ہیں کہ مردہ سے دعا کرنا، توسل کرنا اور استغاثہ کرنا مسلمانوں کے درمیان رائج رہا ہے، جیسا کہ بیان ہوا کہ ایک حنبلی مذہب بزرگ کسی مشکل کے وقت امام کاظمؑ سے توسل کرتا تھا۔ امام شافعی بھی ابوحنیفہ سے توسل کیا کرتے تھے؛ امام احمد بن حنبل بھی اپنی حاجات میں امام شافعی کو وسیلہ بناتے تھے۔ ابن حبان اور ابن خزیمہ، امام رضاؑ سے توسل کرتے تھے۔ اہل سمرقند، بخاری کی قبر پر باران رحمت کی دعا کرتے تھے!۔ عائشہ نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ بارش کے لئے پیغمبر اسلامؐ کی قبر پر جا کر دعا اور استغاثہ کرو!۔

بہرحال اہل سنت کے مشہور ومعروف علماء کرام نے انبیائے الٰہی، صالحین، صحابہ اور اولیاء الٰہی کی قبروں سے توسل اختیار کیا اور ان سے استغاثہ کیا۔ اگر ابن تیمیہ میں جرأت ہو تو ان پر کفر کا فتویٰ لگا کر دکھائے!۔

شیخ سلامۃ عزامی کا بیان ہے: ”ابن تیمیہ نے آنحضرتؐ کی شان میں بھی جسارت کی ہے، کیونکہ اس نے کہا ہے کہ پیغمبرؐ کی زیارت کے قصد سے سفر کرنا حرام ہے اور بعد وفات ان سے استغاثہ کرنا شرک شمار ہوتا ہے، البتہ بعض مقامات پر اس عمل کو شرک اصغر کہا ہے اور بعض مقامات پر شرک اکبر سے تعبیر کیا ہے۔ ہم سب اس بات سے واقف ہیں کہ خالق حقیقی خداوند عالم کی ذات ہے اور آنحضرتؐ فقط ایک وسیلہ ہیں جو خالق ومخلوقات کے درمیان واقع ہے کیونکہ خدا نے آپ کو تمام خیر وخوبی کا سرچشمہ بنایا ہے، یہی سبب ہے کہ آپؐ کی شفاعت مقبول بارگاہ الٰہی قرار پاتی ہے اور دعا مستجاب

....

۱. المدخل فی فصل زیارة القبور: ج ۱، ص۲۵۷. الغدیر: ج۵، ص ۱۱۱.

ہوتی ہے، جی ہاں! یہ تمام مسلمانوں کا واقعی عقیدہ ہے''۔(۱)

قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استغاثہ کی چند داستانیں

سمہودی نے اپنی کتاب کا آخری حصہ انھیں داستانوں سے مخصوص کیا ہے کہ جن میں پیغمبر اسلامؐ سے استغاثہ کیا گیا اور لوگوں کی آرزوئیں پوری ہوئی ہیں:

۱۔ داستان منکدر

محمد بن منکدر کا بیان ہے: ''ایک شخص، جہاد میں شرکت کرنا چاہتا تھا، اسی لئے میرے والد کے پاس اسّی دینار امانت کے طور پر لایا اور کہا: اگر تمہیں ضرورت ہو تو میری واپسی سے پہلے ان سے استفادہ کر سکتے ہو!۔اس زمانہ میں مہنگائی بڑھ گئی اور میرے والد نے اس کی رقم خرچ کر دی، جب وہ شخص واپس آیا اور میرے والد سے اپنی رقم واپس مانگی تو میرے والد نے کہا: کل آ کر لے لینا، اور اس شب مسجد میں جا کر پوری رات وہیں رہے؛ مسجد و منبر رسولؐ سے توسل کیا اور آنحضرتؐ کی قبر شریف سے استغاثہ کیا، اچانک شب کی تاریکی میں ایک شخص آیا اور میرے والد سے کہا: ابو محمد! یہ لو، میرے والد نے ہاتھ آگے بڑھایا اور اس سے اس تھیلی کو لے لیا، جب تھیلی کھولی تو اس میں اسّی دینار تھے، صبح کو وہ شخص آیا اور میرے والد نے اس کی رقم واپس کر دی''۔(۲)

.....

۱. فرقان القرآن: ص۱۳۳. الغدیر: ج۵، ص۱۵۵.

۲. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۳۸۰.

۲۔مہمان نوازی

امام ابوبکر بن مقری(۱) کا بیان ہے: ''میں، طبرانی اور ابوشیخ ایک ساتھ رسول خداؐ کے روضۂ مبارک کی جانب گئے، ہم پورے دن وہیں رہے باوجود اس کے کہ ہمیں بہت تیز بھوک لگ رہی تھی، میں رات میں حضرتؐ کی قبر اطہر کے پاس گیا اور کہا: ہم بھوکے ہیں، اور یہ کہہ کر واپس آ گیا، ابوالقاسم نے مجھ سے کہا: یہیں بیٹھے رہو یا تو ہمارے رزق کا انتظام ہوجائے گا یا پھر ہم سب لقمۂ اجل بن جائیں گے؛ میں اور ابوشیخ اٹھے لیکن طبرانی ویسے ہی بیٹھے رہے، ہم سب بہت فکرمند تھے، اچانک ایک علوی شخص نے دستک دی، ہم نے دروازہ کھولا، اس کے ساتھ دو غلام تھے اور دونوں کے ہاتھوں میں غذا سے بھرے ہوئے دو تھیلے تھے، ہم بیٹھ گئے اور سیر ہوکر کھانا کھایا، ہم نے سوچا کہ یہ لوگ باقی کھانا اپنے ساتھ لے جائیں گے، لیکن انھوں نے وہ بھی ہمارے لئے ہی چھوڑ دی، کھانا کھانے کے بعد علوی نے ہم سے پوچھا: کیا تم نے رسول خداؐ سے اپنی بھوک کی شکایت کی تھی؟ میں نے پیغمبر اکرمؐ کو خواب میں دیکھا، آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ تمہارے لئے کھانے کا اہتمام کروں''۔(۲)

۳۔ایک روٹی سے مہمان نوازی

ابن جلاد کا بیان ہے: ''میں تنگدستی کے عالم میں مدینہ پہونچا، پیغمبر اکرمؐ کی قبر اطہر کے پاس پہونچ کر عرض کی: میں آپ کا مہمان ہوں! اسی اثناء میں میری آنکھ

.....

۱. منقول ہے کہ ابن مقری فہم ودانش، صداقت و پاکیزگی اور علم میں بے نظیر تھے، انھوں نے ۳۲۴ھ میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء: ج۱۵، ص۲۷۳. طبقات الشافعیة: ج۳، ص۵۸).

۲. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۳۸۰.

لگ گئی، میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرمؐ ایک روٹی لئے ہوئے تشریف لائے ہیں، میں نے ابھی آدھی روٹی ہی کھائی تھی کہ آنکھ کھل گئی، میں نے دیکھا کہ آدھی بچی ہوئی روٹی میرے ہاتھ میں ہے۔(۱)

۴۔ بابرکت دولت

ابوعبداللہ محمد بن ابی زرعہ صوفی سے منقول ہے: ''میں، میرے والد اور ابوعبداللہ بن خفیف نے ایک ساتھ مکہ کا سفر کیا، وہاں پہونچکر ہمارے پیسے ختم ہوگئے، مدینہ پہونچے تو انتہائی بھوک لگنے لگی، اس وقت میں بہت چھوٹا سا بچہ تھا اسی لئے بھوک بھوک کی رٹ لگائے ہوئے تھا، میرے والد حضورؐ کی قبر اطہر کے پاس گئے اور پیغمبرؐ سے عرض کی: یارسول اللہؐ! میں آپ کا مہمان ہوں اور یہ کہہ کر وہیں بیٹھ گئے، ایک گھنٹہ گزر گیا اور میرے والد وہیں بیٹھے رہے، کبھی تو ان کے لبوں پر مسکان آتی تھی اور کبھی گریہ کرنے لگتے تھے، میں نے سبب دریافت کیا تو جواب دیا: مجھے خواب میں پیغمبرؐ نے چند درہم دیئے۔ یہ کہنے کے بعد جیسے ہی میرے بابا نے مٹھی کھولی تو اپنے ہاتھ میں چند درہم دیکھے؛ خدا نے ان چند درہموں میں ایسی برکت دی کہ ہم شیراز واپس آگئے لیکن وہ درہم ختم نہیں ہوئے''۔(۲)

۵۔ ایک پیالہ دودھ

شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی امان کا بیان ہے: ''ہم مدینہ میں محراب فاطمہؑ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے، سید مکثر قاسمی بھی وہیں کھڑے تھے، اچانک وہ مرقد پیغمبرؐ کی جانب گئے اور مسکراتے ہوئے واپس آئے، خادم ضریح (شمس الدین) نے پوچھا:

---

۱. وفاء الوفاء: ج۴، ص ۱۳۸۰.
۲. ایضًا: ص ۱۳۸۱.

مسکرار ہے ہو؟ جواب دیا: ہاں! میں بہت تنگدست اور بھوکا تھا، میں گھر سے نکلا اور در فاطمہؑ کی جانب گیا، پیغمبر اسلامؐ سے استغاثہ کیا اور ان سے عرض کی: میں بھوکا ہوں، اچانک میری آنکھ لگ گئی، اور خواب میں پیغمبر اسلامؐ تشریف لائے، آپؐ نے مجھے دودھ کا پیالہ دیا، میں نے وہ دودھ پیا اور سیراب ہو گیا''۔(۱)

۶۔لذیذ کھجوریں

ابو اسحاق ابراہیم بن سعید سے منقول ہے: ''میں تین افراد کے ساتھ مدینہ گیا، ہم تینوں شدید تنگدستی کے شکار ہو گئے تھے، میں پیغمبر اکرمؐ کی قبر شریف کے نزدیک پہونچا اور عرض کی: یا رسول اللہؐ! ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے، لہٰذا ہمیں کچھ کھانے کو دیجئے، ہم تینوں کے لئے صرف تین پیمانے ہی کافی ہیں!۔ میں وہاں سے پلٹا تو راستہ میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی، اس نے مجھے لذیذ اور مزہ دار خرمے (کھجور) کے تین پیمانے عطا کئے''۔(۲)

۷۔آب گوشت کی تمنا

ابو محمد، عبد السلام بن عبد الرحمٰن حسین فامی کا بیان ہے: ''میں مدینہ میں تھا اور تین روز کا بھوکا تھا، منبر رسولؐ کے نزدیک پہونچا اور دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد عرض کی: اے جدّ بزرگوار! میں بہت بھوکا ہوں اور آپ سے آب گوشت کی تمنا کرتا ہوں! میں یہ دعا کر کے سو گیا، اچانک کسی نے آواز دی اور میں بیدار ہو گیا، میں نے دیکھا کہ ایک شخص آیا ہے جس کے ہاتھ میں لکڑی کا پیالہ ہے جو آبگوشت اور سبزیوں سے مملو ہے؛ اس شخص نے کہا: لیجئے، نوش فرمایئے! میں نے پوچھا: یہ کہاں سے لائے؟

.....

۱. وفاء الوفاء: ج۴، ص ۱۳۸۳.
۲. ایضاً.

جواب دیا: میرے بچے تین روز سے اس کھانے کے متمنی تھے، آج رحمت خدا ہمارے شامل حال ہوئی اور یہ کھانا بنایا، کھانا بنانے کے بعد سو گیا تو رسول اسلامؐ کو خواب میں دیکھا، آپؐ فرما رہے تھے: تمہارے ایک بھائی نے مجھ سے اسی غذا کی فرمائش کی ہے لہٰذا جاؤ یہ کھانا اس کو بھی کھلا دو''۔(۱)

۸۔ایک بھوکے انسان کی آرزو

عبداللہ بن حسن دمیاطی کا بیان ہے کہ شیخ صالح عبدالقادر تنیسی نے مجھ سے یوں بیان کیا: ''میں مدینہ میں گیا اور پیغمبر اسلامؐ سے اپنی بھوک کی شکایت کی، میں نے آنحضرتؐ سے گیہوں، خرما اور گوشت کی فرمائش کی؛ نماز وزیارت کے بعد قیام گاہ کی جانب گیا اور سو گیا، کسی نے آواز دی تو میں بیدار ہوا، دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان ہے جس کے ہاتھوں میں آبگوشت، بہت سی روٹیاں اور کئی قسم کے خرمے ہیں، اس نے وہ سب کچھ میرے سامنے پیش کیا اور میں نے تناول کیا، پھر اس نے ان چیزوں سے میرا تھیلا بھر دیا اور بولا: میں نماز صبح کے بعد سو رہا تھا کہ پیغمبر اسلامؐ کو خواب میں دیکھا، انھوں نے حکم دیا کہ میں یہ کام انجام دوں! آپؐ نے مجھے تمہاری قیام گاہ کا پتہ بھی بتایا اور فرمایا کہ تم نے آنحضرتؐ سے یہ فرمائش کی ہے''۔(۲)

مصباح الظلام کے مصنف، ان واقعات کو بیان کرنے کے بعد توسل اور استغاثہ کے متعلق رقمطراز ہیں: ''ان میں سے اکثر مقامات ایسے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے محتاجوں کی فریاد رسی کرنے کا حکم اپنے بیٹوں کو دیا ہے، خصوصاً اگر غذا کا مسئلہ ہو، کیونکہ ان حضرات کا اخلاق ایسا ہے کہ اگر ان سے غذا کی التجا کی جائے تو پہلی فرصت میں

.....

۱. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۳۸۳.

۲. ایضاً.

قبول فرماتے ہیں اور خود ہی مہمان نوازی کرتے ہیں، اس بنا پر اخلاق نبوی اس بات کا متقاضی ہے کہ آنحضرتؐ خود ہی مہمان نوازی فرمائیں؛ اور آپؐ کے بعد آپ کی ذریت پاک، مہمان نوازی کے بہترین شاہکار ہیں''۔(۱)

ان حقیقی واقعات کو سننے کے بعد بھی کیا ابن تیمیہ کا یہی نظریہ رہے گا کہ پیغمبر اسلامؐ سے توسل اور استغاثہ شرک ہے! جب کہ یہ واقعات سنانے والے لوگ معمولی نہیں ہیں بلکہ طبرانی، ابن مقری، ابن منکدر وغیرہ جیسی عظیم ہستیاں ہیں!؟۔

کیا مصباح الظلام نامی کتاب کا مصنف مشرک ہے؟ کیا اس نے اپنی کتاب میں کفر آمیز کلمات تحریر کئے ہیں!؟۔

کیا ابن تیمیہ اور اس کے پیروکاروں میں اتنی جرأت ہے کہ وہ ''بلنسی'' پر شرک کا فتویٰ لگائیں! جب کہ ''ابن عماد'' کے مطابق: وہ ثقہ اور عظیم حافظ تھے، ان کے بارے میں ''آبار'' کا بیان ہے: ''وہ حدیث میں مہارت رکھتے تھے اور اپنے ہم عصر علماء سے آگے تھے''۔ابن مسدی کا بیان ہے: ''وہ معقول ومنقول علوم وفنون میں بے نظیر ہیں''۔ذہبی کا بیان ہے: ''وہ امام، حافظ اور استاد حدیث تھے''۔

کیا ان دلائل وشواہد کے باوجود ابن تیمیہ کی ناروا تہمتیں لائق توجہ ہیں!؟۔

۹۔ سمہودی کا واقعہ

سمہودی نے مصباح الظلام کے حوالہ سے واقعات نقل کرنے کے بعد فقہاء اور قبر پیغمبرؐ سے توسل کے متعلق بیان کیا ہے: ''اس کے متعلق بہت زیادہ داستانیں موجود ہیں یہاں تک کہ مجھ پر بھی ایک وقت ایسا آیا: میں مسجد نبویؐ میں تھا، مصری حاجی بھی حضور اکرمؐ

۱. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۳۸۵.

کی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے، کمرہ کی کنجی میرے پاس تھی، ایک مصری میرے پاس سے گزرا جو میرے بعض اساتذہ کا شاگرد تھا، میں نے اس کو پہچان لیا اور اس کی احوال پرسی کی، اس نے چاہا کہ میں اس کے ساتھ قبر پیغمبرؐ پر جاؤں میں آمادہ ہوا اور اس کے ساتھ گیا، جب واپس ہوا تو میں نے محسوس کیا کہ کمرہ کی کنجی میرے پاس نہیں ہے، میں نے بہت تلاش کیا لیکن کنجی نہیں مل پائی، حالانکہ اس وقت کنجی کی بہت شدید ضرورت تھی، میں واپس قبر نبویؐ پر گیا اور عرض کی: اے میرے آقا! میری کنجی گم ہوگئی ہے اور اس کی شدید ضرورت ہے لہٰذا میری کنجی تلاش کر دیجئے، میں واپس آیا تو دیکھا کہ کمرہ کے سامنے ایک شخص کھڑا ہوا ہے، مجھے محسوس ہوا کہ میں اس کو پہچانتا ہوں! جب میں اس کی جانب گیا دیکھا کہ ایک نوجوان ہے جس کو میں نہیں پہچانتا لیکن اس کے ہاتھ میں میری کنجی تھی؛ میں نے پوچھا: یہ کنجی تمہیں کہاں سے ملی؟ اس نے جواب دیا: قبر پیغمبرؐ کے نزدیک ملی ہے، میں نے اپنی کنجی لی اور کمرہ کھول کر اندر داخل ہوگیا''۔

ان واقعات کے علاوہ دیگر واقعات بھی ہیں کہ جن کا بیان بحث کے طول کا باعث ہوگا لہٰذا ان سے غض نظر کرتے ہیں۔

.....

۱. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۳۸۵.

زیارت قبور

قبر رسولؐ کی زیارت

ابن حجر اور قسطلانی، دونوں نے بیان کیا ہے کہ ابن تیمیہ نے قبر پیغمبرؐ کی زیارت کی ممانعت کی ہے اور اس عمل کو حرام قرار دیا ہے، چاہے زائر کا سفر زیارت کی نیت سے ہو یا زیارت کے قصد سے نہ ہو۔(۱)

ظاہر سی بات ہے کہ جب ابن تیمیہ کی نظر میں قبر رسولؐ کی زیارت ہی حرام ہے تو دوسری قبروں کی زیارت کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ اس کا عقیدہ ہے کہ فقہاء نے اس

.....

۱ . کشف الارتیاب: ص ۴۵۹، بحوالہ الجوھر المنظم. ارشاد الساری: ص ۳۲۹.

بات پر اجماع کیا ہے کہ زیارت کی غرض سے سفر کرنا حرام ہے اور اس سفر میں نماز بھی قصر نہیں ہوگی۔(۱)

ابن تیمیہ کے نظریہ پر تنقید

زیارت کے جائز ہونے پر چار دلیلیں ہیں:

ا۔قرآن کریم

خداوند عالم قرآن کریم میں ارشاد فرما رہا ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾ اگر یہ مخالفین خود پر ستم کرتے وقت تمہارے پاس آتے اور خدا سے مغفرت طلب کرتے اور پیغمبر بھی ان کے لئے استغفار کرتے تو (یقیناً) وہ لوگ خدا کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے۔(۲)

زیارت: یعنی کسی کی خدمت میں حاضر ہونا، چاہے گناہوں کی بخشش کی غرض سے حاضر ہوں یا کسی اور کام کی غرض سے۔

اس بنا پر، جس طرح حضور اکرمؐ کی زیارت آپؐ کی زندگی میں پسندیدہ اور نیک عمل شمار ہوتا تھا اسی طرح آپؐ کی وفات کے بعد بھی پسندیدہ ہے۔

اس کے علاوہ، بہت سی دلیلیں ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ اس وقت پیغمبر اکرمؐ عالم برزخ میں ہیں اور آپؐ برزخ میں بھی (لوگوں کی فریاد) سنتے ہیں اور اگر کوئی آپ کو سلام کرتا ہے تو آپؐ جواب دیتے ہیں اور آپ کی امت کے اعمال آپ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں، ان میں سے بعض دلیلیں مندرجہ ذیل ہیں:

---

۱. حالانکہ ابن تیمیہ کا یہ دعویٰ کہ ''فقہاء کا اجماع ہے''، بغیر دلیل ہے، اس لئے کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ فقہاء کا اجماع نہیں ہے اور ہم نے دلائل بھی بیان کئے ہیں۔(مترجم).

۲. سورۂ نساء/ ۶۴.

الف: قسطلانی کا بیان ہے: ''روزانہ صبح وشام، امت کے اعمال آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں اور آپ امت کی ہر فرد کو اس کے چہرہ اور اعمال کے ساتھ پہچانتے ہیں''۔(۱)

ب: ابن زرعہ عراقی، ابن مسعود سے نقل کرتے ہیں: ''پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: میری دنیاوی حیات تمہارے لئے خیر ہے، کیونکہ ہم ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں؛ میری وفات بھی تمہارے لئے خیر ہے کیونکہ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر اچھے اعمال دیکھتا ہوں تو شکر خدا انجام دیتا ہوں اور اگر برا کردار دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں''۔(۲)

ج: سمہودی نے سبکی کے حوالہ سے نقل کیا ہے: ''علماء نے سورۂ نساء آیت ۶۴ کو عام پر اطلاق کیا ہے یعنی پیغمبر اکرمؐ کی زیارت حیات وممات میں ایک جیسی ہے، اسی سبب علماء نے اس آیت کو قبر نبویؐ کے کنارے پڑھنا مستحب قرار دیا ہے''۔(۳)

د: خانہ بدوش عرب کی داستان: ''ابن عساکر نے محمد بن حرب سے نقل کیا ہے کہ میں مدینہ میں داخل ہوا اور قبر رسولؐ کی زیارت کے لئے گیا، زیارت کے بعد قبر کے پاس بیٹھ گیا، اسی وقت ایک خانہ بدوش عرب زیارت کے لئے آیا، اس نے زیارت کی اور کہا: اے خدا کے بہترین فرستادہ! خدا نے آپ پر کتاب نازل کی، اس کے بعد سورۂ نساء کی آیت نمبر ۶۴ پڑھی اور کہا: میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں تا کہ آپ میرے لئے مغفرت طلب کریں!۔ قبر سے آواز آئی: تمہارے

۱. المواهب اللدنية باالمنع المحمدية: ج۳، ص۴۱۰.
۲. طرح التثريب فی شرح شرح التقريب: ص۲۹۷.
۳. كشف الارتياب: ص۲۵۶.

گناہ بخش دیئے گئے۔ سمہودی نے یہ روایت دو طریق سے نقل کی ہے جن میں روایت کا سلسلہ حضرت علیؑ تک پہونچتا ہے"۔(۱)

۲۔ روایات

زیارت پیغمبر اسلامؐ کے متعلق بہت سی روایات موجود ہیں جن میں سے چند روایات مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی روایت

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: "جو میری قبر کی زیارت کرے، اس کی شفاعت مجھ پر واجب ہو جاتی ہے"۔(۲)

یہ حدیث چالیس اہل سنت منابع میں نقل ہوئی ہے، ان کتابوں کے مؤلفین حافظان حدیث اور پیشوا ہیں، مثلاً: عبید بن ورّاق نیشاپوری، ابن ابی الدنیا، دولابی رازی، ابن خزیمہ، ابوجعفر عقیلی، ابواحمد بن عدی، دارقطنی، ماوردی، قاضی عیاض مالکی، ابن عساکر اور سبکی شافعی وغیرہ۔(۳)

علامہ لکھنوی فرماتے ہیں: "اگر کوئی یہ کہے کہ حدیث شفاعت (مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ) کی سند ضعیف ہے، تو وہ یقیناً گمراہ ہے، اگر صاحبان ذوق کو تفصیل درکار ہے تو وہ ہمارے ان رسالوں کی جانب مراجعہ کریں جو ہم نے زیارت قبر پیغمبرؐ کے متعلق تحریر کئے ہیں، ان کے عناوین مندرجہ ذیل ہیں":

---

۱. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۳۲۶.

۲. الغدیر: ج۵، ص۹۳. سنن الدار قطنی: ج۲، ص۲۷۸. الاحکام السلطانیة: ج۲، ص۱۰۹. السنن الکبریٰ: ج۵، ص۲۴۵. الکامل فی الضعفاء: ج۶، ص۳۵۱. الضعفاء الکبیر: ج۴، ص۱۷۰. الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ: ج۵، ص۱۹۴. مختصر تاریخ دمشق: ج۲، ص۴۰۶. الترغیب و الترهیب: ج۲، ص۲۲۴. شفاء السقام: ص۲. کنز العمال: ج۱۵، ص۶۵۱. نیل الاوطار: ج۵، ص۱۰۸.

۳. اس حصہ کو ابن بدران نے کتاب تہذیب سے حذف کر دیا ہے.

۱۔الکلام المبرم فی نقض القول المحقق المحکم۔
۲۔ الکلام المبرور فی رد قول المنصور۔
۳۔ السعی المشکور فی رد المذهب الماثور۔

میں نے یہ رسالے، ان رسالوں کے جواب میں تحریر کئے ہیں جن کا موضوع وہ زائرین ہیں جو حج کے لئے جاتے ہیں لیکن صبح ومسا قبر رسولؐ کی زیارت نہیں کرتے۔

مذکورہ بالا حدیث کے تمام راوی موسیٰ بن ہلال تک مؤثق ہیں اور ان کی وثاقت میں ذرّہ برابر بھی شک نہیں ہے۔

موسیٰ بن ہلال کے بارے میں ابن عدی کا بیان ہے: ''امید ہے کہ ان پر کوئی اعتراض نہ ہو، وہ احمد بن حنبل کے اساتذہ میں سے ہیں، احمد بن حنبل صرف مؤثق افراد کے وسیلہ سے روایات نقل کرتے تھے(۱)؛ یہاں تک کہ اعتراض کرنے والے بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں''۔(۲)

سبکی نے اس روایت کی سند میں محکم دلائل بیان کئے ہیں، سبکی کا بیان ہے:

''جو لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ زیارت کے متعلق تمام روایات خودساختہ ہیں، ان کا جھوٹ تھوڑی سی دلیلوں کے ذریعہ ہی آشکار ہوجاتا ہے، خدا کی پناہ! کیا ان لوگوں کو خوف خدا نہیں؟ کیا یہ لوگ خدا اور رسولؐ سے شرم محسوس نہیں کرتے؟ کیونکہ یہ ایسی باتیں کررہے ہیں کہ جو باتیں کوئی دانشور، کوئی اہل حدیث یہاں تک کہ کوئی نادان انسان بھی نہیں کرسکتا! جہاں تک ہمیں علم ہے، موسیٰ بن ہلال اور اس حدیث کے دیگر راویوں کے بارے میں کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ یہ جھوٹے ہیں؛ ہمیں تعجب ہے کہ ایک مسلمان ان جیسی احادیث کو کیسے خودساختہ کہتا ہے!''۔(۳)

.....

۱. الکامل فی الضعفاء: ج۶، ص ۳۵۱.
۲. الغدیر: ج۵، ص ۱۶۹.
۳. شفاء السقام: ص۸.

دوسری روایت

ابن عمر سے منقول ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: ''جو شخص میری زیارت کی غرض سے آئے تو مجھ پر لازم ہے کہ میں روز قیامت اس کی شفاعت کروں''۔

اس روایت کو سولہ اہل سنت نے نقل کیا ہے کہ جن میں سے بعض منابع مندرجہ ذیل ہیں: ''المعجم الکبیر: طبرانی۔السنن الصحاح: حافظ بغدادی۔آمالی: دارقطنی۔ابونعیم اصفہانی۔احیاء العلوم: ابوحامد غزالی''۔(۱)

تیسری روایت

ابن عمر سے منقول ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا: ''اگر کوئی حج کرے اور میری وفات کے بعد میری زیارت کرے تو ایسا ہی ہے گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی''۔(۲)

یہ روایت اہل سنت کی ۲۵/ کتابوں میں نقل ہوئی ہے جن میں سے چند کتابیں مندرجہ ذیل ہیں: ''شیبانی، ابویعلی، بغوی، ابن عدی، بیہقی، ابن عساکر''۔(۳)

چوتھی روایت

عبداللہ ابن عمر سے منقول ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: ''جو حج کرے لیکن میری زیارت نہ کرے، اس نے مجھ پر ظلم کیا''۔

.....

۱. المعجم الکبیر: ج۱۲، ص۲۲۵. احیاء العلوم: ج۱، ص۲۳۱. مختصر تاریخ دمشق: ج۲، ص۴۰۶. شفاء السقام: ص۱۶. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۳۴۰. مغنی المحتاج: ج۱، ص۵۱۲.

۲. الغدیر: ج۵، ص۲۴۶. المعجم الکبیر: ج۱۲، ص۳۱۰. سنن دار قطنی: ج۲، ص۲۷۸.

۳. کنز العمال: ج۱۵، ص۶۵۱. الدرة الثمینة: ص۳۹۷. مشکاة المصابیح: ج۲، ص۱۲۸. شفاء السقام: ج۲۰، ص۲۷. الروض الفائق: ص۳۸۰. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۳۴۰. نیل الاوطار: ج۵، ص۱۰۸.

اس روایت کو بہت سے حفاظ حدیث نے نقل کیا ہے(۱)؛ مثلاً: سمہودی نے وفاء الوفاء میں، دارقطنی نے اپنی کتاب میں وہی روایات نقل کی ہیں جو مالک نے کتاب موطا میں بیان کی ہیں اور قسطلانی نے مواھب اللدنیۃ میں بیان کیا ہے۔

اسی طرح پیغمبر اسلامؐ سے منقول ہے: ''جو شخص صاحب استطاعت ہو لیکن میری زیارت کے لئے نہ آئے، اس کا عذر قابل قبول نہیں ہے''۔(۲)

۳۔ صحابہ کرام کی سیرت

الف: عمر ابن خطاب، شام کی جنگیں فتح کرنے کے بعد جب مدینہ واپس آتے تھے تو مستقل مسجد النبویؐ میں جاتے تھے اور آنحضرتؐ پر سلام بھیجتے تھے۔(۳)

ب: جب بھی ابن عمر کبھی سفر سے واپس آتے تھے قبر رسولؐ پر جاتے تھے اور کہتے تھے: اے رسول خداؐ! آپ پر سلام ہو، اے ابوبکر! تم پر سلام ہو، اے بابا! تم پر سلام ہو۔(۴)

ج: ابن عمر، مستقل قبر پیغمبرؐ کے پاس کھڑے ہو کر درود و سلام بھیجتے تھے۔(۵)

د: ابن عون کا بیان ہے: ''ایک شخص نے نافع سے پوچھا: کیا ابن عمر قبر پیغمبرؐ پر سلام کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں!، میں نے ان کو سو بار بلکہ اس سے بھی

---

۱. نیل الاوطار: ج۵، ص۱۰۸. شفاء السقام: ص۲۷. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۳۴۲. المواھب اللدنیۃ: ج۳، ص۴۰۴. کشف الخفاء: ج۲، ص۲۴۴. کتاب المجروحین: ج۳، ص۷۳. مصنف: ج۳، ص۵۶۹.

۲. مجتمع الانھر در شرح ملتقی الأبحر: ج۱، ص۱۵۷. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۳۴۰.

۳. شفاء السقام: ص۴۴.

۴. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۳۴۰. کیا ابن تیمیہ، عبداللہ ابن عمر پر شرک کا فتویٰ لگا سکتا ہے؟ وہ تو رسولؐ کے علاوہ خلفاء پر بھی سلام بھیج رہے ہیں!۔(مترجم).

۵. ایضاً.

زیادہ دیکھا ہے کہ وہ قبر پیغمبرؐ پر آتے تھے اور کہتے تھے: یارسول اللہؐ! آپ پر سلام“۔(۱)

ہ: ابوحنیفہ نے ابن عمر سے نقل کیا ہے: ”مستحب ہے کہ قبر رسولؐ پر قبلہ کی جانب سے حاضری دی جائے، قبر کی جانب رخ اور قبلہ کی جانب پیٹھ کرکے کہے...“۔

علامہ امینیؒ نے چالیس سے زیادہ علماء وفقہائے اہل سنت کا تذکرہ کیا ہے جنھوں نے قبر پیغمبرؐ کی زیارت اور اس کے آداب کا تذکرہ کیا ہے۔(۲)

۴۔عقل

ہماری عقل اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ جس کو خداوند متعال نے عظیم ومحترم شمار کیا ہے، ہم بھی اس کا احترام کریں، چونکہ زیارت بھی ایک احترام ہے لہٰذا ان کی زیارت کرنا شعائرالٰہی کی تعظیم ہے کیونکہ یہ عمل آنحضرتؐ کے مخالفوں اور دشمنوں کی گندی سیاست کو خاک چٹاتا ہے۔

سفر زیارت کی حدیث کا تجزیہ

شیعوں پر ابن تیمیہ کی دوسری تہمت یہ ہے کہ ”جیسے حاجی حضرات، بیت الٰہی کا حج انجام دیتے ہیں اسی طرح شیعہ بھی اپنے اماموں کی قبروں پر حج کرتے ہیں، گویا ائمہ و صالحین کی قبروں کی زیارت صرف شیعوں سے ہی مخصوص ہے اور کسی دوسرے اسلامی فرقہ کو یہ کام انجام دیتے ہوئے نہیں دیکھا گیا“۔

ابن عبدالوہاب کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ زیارت کے قصد سے عتبات عالیات اور قبر رسولؐ کی جانب سفر کرنا حرام ہے، وہ پیغمبر اسلامؐ کی حدیث سے استفادہ کرتے ہوئے کہتا ہے: ”قبر رسولؐ کی زیارت مستحب ہے، لیکن صرف مسجد الحرام،

....

۱. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۳۴۰.　　۲. الغدیر: ج۵، ص۱۰۹.

مسجد النبیؐ اور مسجد اقصیٰ کے لئے سفر جائز ہے''۔(۱)

اس حدیث کو معیار قرار دیتے ہوئے ابن عبدالوہاب نے قبر کی زیارت کو حرام قرار دیا ہے۔(۲)

حدیث مذکور کے پیش نظر، ابن عبدالوہاب کے نظریہ پر مندرجہ ذیل طریقہ سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں:

۱۔اس روایت کا حصر، حصر اضافی ہے نہ کہ حصر حقیقی؛ اس جملہ میں مستثنیٰ منہ ذکر نہیں ہوا ہے کہ جس کو عربی گرامر میں مستثنائے مفرّغ سے تعبیر کیا جاتا ہے، لہٰذا لازم نہیں ہے کہ حذف شدہ لفظ ''مکان'' ہی ہو بلکہ ممکن ہے کہ ''مسجد'' ہو۔

اگر حذف شدہ لفظ کو ''مسجد'' فرض کیا جائے تو روایت کے معنی یہ ہوں گے: ''مساجد کے سفر کے لئے سامان سفر آمادہ کرنا صحیح نہیں ہے سوائے ان تین مساجد کے'' لہٰذا اس میں حذف شدہ لفظ ''مسجد'' ہی ہے، عوام کے ذہنوں میں یہی لفظ آتا ہے کیونکہ یہاں مسجدوں کی بات ہو رہی ہے، اس روایت کا زیارت قبور سے کوئی رابطہ نہیں ہے کہ زیارت قبور کو حرام قرار دے دیا جائے!۔

اس کے متعلق قسطلانی کا بیان ہے: ''اس روایت میں اگر حذف شدہ کلمہ ''مکان'' فرض کیا جائے تو تین مساجد کے علاوہ ہر قسم کا سفر حرام ہو جائے گا مثلاً صالحین

.....

۱. صحیح بخاری: ج۲، ص۱۳۶. صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ، ج۴، ص۱۲۶. احیاء العلوم: ج۲، ص۲۴۷.

۲. قابل غور بات یہ ہے کہ اس حدیث شریف میں مسجد نبویؐ کی زیارت کو مستحب قرار دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قبر نبویؐ کی زیارت بھی مستحب ہے کیونکہ حضور اکرمؐ کی قبر شریف مسجد النبویؐ میں ہی ہے!۔(مترجم).

کی زیارت کا سفر، عزیز واقارب کی زیارت کا سفر، حصول علم کی خاطر سفر کرنا اور تجارت کے امور میں سفر کرنا؛ لہٰذا اس روایت میں حذف شدہ لفظ ''مسجد'' کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوسکتا''۔(۱)

۲۔ تمام علماء وفقہاء کا نظریہ ہے کہ ہر جگہ کے لئے رخت سفر باندھنا جائز ہے، چاہے وہ سفر تجارت کے لئے ہو یا حصول علم کے لئے، جہاد کے لئے ہو یا علماء کی زیارت کے لئے یا سیر وتفریح کی خاطر۔

اگر حذف شدہ لفظ کو مسجد کی جگہ ''مکان'' تسلیم کیا جائے تو مذکورہ بالا سفر حرام ہو جائیں گے اور ان کا حرام ہونا اجماع علماء کے خلاف ہے، لہٰذا ہم یہ قبول کرنے پر مجبور ہیں کہ یہاں حذف شدہ لفظ ''مسجد'' ہی ہے، اس صورت میں روایت اس طرح ہے: ''لایقصدالسفرالی المسجد الا المساجد الثلاثۃ'' یعنی کسی بھی مسجد کے سفر کا قصد نہیں کیا جاسکتا سوائے تین مساجد کے۔ اس وضاحت کے بعد کوئی گوشہ باقی نہیں رہتا کہ جس کی وجہ سے زیارت قبور، بالخصوص قبر رسولؐ کی زیارت کو حرام قرار دیا جائے!۔

۳۔ اگر یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ مستثنیٰ مفرّغ اور حذف شدہ لفظ ''مسجد'' ہی ہے تب بھی اس روایت پر عمل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس صورت میں اس روایت کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ ''فقط مذکورہ بالا تین مساجد کے لئے رخت سفر باندھا جاسکتا ہے لیکن ان مساجد کے علاوہ دیگر مساجد کے لئے سفر کرنا جائز نہیں ہے'' جب کہ ہمارے پاس دلائل موجود ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ اپنے اصحاب کے ہمراہ ہر سنیچر کو مسجد قبا تشریف

.....

۱. ارشاد الساری: ج۲، ص۳۳۲.

لے جاتے تھے اور مدینہ سے مسجد قبا کا فاصلہ کم سے کم ۶ کلومیٹر ہے اور روایت میں مسجد قبا کا تذکرہ بھی نہیں ہوا ہے، اگر اس روایت پر عمل کیا جائے تو مسجد قبا کا سفر بھی حرام ہو جائے گا! لیکن آج تک کسی مسلم فقیہ نے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ مسجد قبا کا سفر حرام ہے۔(۱)

ابن عمر سے منقول ہے کہ پیغمبر اکرمؐ ہر شنبہ (سنیچر) کو پا پیادہ مسجد قبا کا سفر کیا کرتے تھے، خود ابن عمر نے بھی اس عمل کو انجام دیا ہے۔(۲)

۴۔ بلال نے پیغمبر اکرمؐ کی زیارت کی غرض سے رخت سفر باندھا، ابن عساکر کا بیان ہے: ''بیت المقدس کی فتح کے بعد عمر جابیہ نامی علاقہ کی جانب کوچ کرنا چاہتے تھے، بلال نے عمر سے کہا: میں شام میں رہنا چاہتا ہوں، عمر نے بلال کی موافقت کر دی اور وہیں رک گئے''۔ ابن عساکر مزید رقمطراز ہیں: ''بلال نے پیغمبر اکرمؐ کو خواب میں دیکھا کہ پیغمبر اکرمؐ فرما رہے ہیں: مجھ پر کیوں ظلم کرتے ہو؟ کیا ابھی میری زیارت کا وقت نہیں آیا؟ بلال بہت رنجیدہ ہوئے اور خواب سے بیدار ہوتے ہی مدینہ کا قصد کیا، بلال قبر نبویؐ پر آئے اور بے تحاشہ نالہ و فریاد میں محو ہو گئے، اپنے رخسار کو قبر نبویؐ پر رکھتے تھے، قبر نبویؐ کو چومتے تھے اور مسلسل گریہ کئے جا رہے تھے؛ حسن و حسین علیہما السلام بلال کے پاس آئے اور بلال نے دونوں شہزادوں کو بغلگیر کر لیا اور ان کو بوسہ دیا، دونوں شہزادوں نے فرمایا: ہم تمہاری اذان سننا چاہتے ہیں؛ بلال نے اذان کہی، جیسے ہی بلال کے دہن سے اللہ اکبر نکلا

۱۔ کیا اس کے باوجود ابن تیمیہ میں یہ جرأت ہے کہ وہ مسجد قبا کے سفر کو حرام قرار دے؟ کیونکہ اس سفر میں تو پیغمبر اکرمؐ بھی شامل ہیں!۔(مترجم)۔

۲۔ ارشاد الساری: ج۲، ص ۳۳۲. صحیح بخاری: ج۲، ص۱۳۷۔

مدینہ کی زمین لرز اٹھی، جب بلال نے اشہدان لا الہ الا اللہ کہا تو مدینہ پر عجیب ہیجانی کیفیت طاری ہوگئی، جب بلال نے اشہدان محمد ارسول اللہ کہا تو تمام پردہ نشین خواتین اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل آئیں، وہ کہہ رہی تھیں: رسول خداؐ نے اپنے بالوں میں خاک بھر لی ہے، اس سے پہلے مدینہ کو ایسا محزون وغمزدہ نہیں دیکھا گیا''۔(۱)

عبدالغنی وغیرہ نے رقم کیا ہے: ''رحلت پیغمبر اکرمؐ کے بعد بلال نے صرف ایک بار اذان کہی اور وہ اذان مدینہ میں کہی''۔(۲)

سفر زیارت کے جواز میں سبکی کا بیان ہے: ''اس عمل کے جواز کی دلیل، بلال کا خواب نہیں بلکہ ان کا عمل ہے؛ بالخصوص ان کا عمل اس لئے زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ انھوں نے یہ عمل خلیفۂ دوم کے زمانہ میں انجام دیا، اس زمانہ میں بہت سے صحابہ بھی موجود تھے جو اس عمل کے شاہد تھے''۔(۳)

کتاب فتوح الشام میں نقل ہوا ہے: ''جب عمر نے بیت المقدس کے لوگوں سے صلح کر لی تو کعب الاحبار عمر کے پاس آیا اور اسلام قبول کر لیا، خلیفہ اس کے اسلام سے بے حد خوش ہوئے اور اس سے کہا: کیا تم میرے ساتھ قبر پیغمبر اکرمؐ کی زیارت کے لئے چلو گے؟ کعب الاحبار نے قبول کیا، وہ دونوں مدینہ آئے اور سب سے پہلے قبر نبیؐ کی

.....

۱. اسد الغابة: ج ۱، ص ۲۰۸. تهذيب المطالب: ج ۲، ص ۴۰۸. شفاء السقام: ص ۸۵.

۲. ایک تاریخ کے مطابق: بلال نے رحلت پیغمبر اکرمؐ کے بعد تین بار اذان کہی؛ دو بار مدینہ میں اور ایک بار شام میں۔(قاموس الرجال: ج ۲، ص ۳۹۸).

۳. تاريخ الاسلام: ج ۳، ص ۲۰۵. وفاء الوفاء: ج ۴، ص ۱۳۵۷. اصحاب نے بلال کے عمل پر کوئی اعتراض نہیں کیا، اصحاب کی خاموشی بلال کے عمل کی تائید اور زیارت قبور کے جواز کا منھ بولتا شاہکار ہے، جو ابن تیمیہ کا منھ توڑ جواب بھی ہے۔(مترجم).

زیارت کے لئے گئے اور رسول خداؐ کی خدمت میں سلام عرض کیا''۔(۱)

۵۔عمر ابن عبدالعزیز کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ جب وہ اپنا قاصد شام سے مدینہ روانہ کرتا تھا تو قاصد سے کہتا تھا کہ پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں میرا سلام پہونچا دینا۔(۲)

ابن تیمیہ کے مقابل، علمائے اسلام کے نظریات

۱۔قسطلانی کا بیان ہے: ''ابن تیمیہ کی گفتگو میں سے سب سے کثیف ترین بات، پیغمبر اکرمؐ کی زیارت سے منع کرنا ہے''۔(۳)

۲۔نابلسی کا بیان ہے: ''یہ کوئی پہلا بھنور نہیں ہے کہ جس میں ابن تیمیہ اور اس کے پیروکار گرفتار ہوئے ہیں۔ابن تیمیہ نے بیت المقدس کی زیارت کو گناہ شمار کیا، اس نے پیغمبر اکرمؐ اور اولیاء الٰہی سے توسل کی بھی ممانعت کی؛اس کی گستاخیوں نے علماء کو مجبور کیا کہ وہ اس کے خلاف قلم فرسائی کریں، یہاں تک کہ ''حصنی'' نے ابن تیمیہ کی مخالفت میں ایک مستقل کتاب تحریر کردی اور اس میں صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ابن تیمیہ کافر ہے''۔(۴)

....

۱. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۳۵۸.

۲. تهذیب المطالب: ج۲، ص۴۰۸.

۳. ارشاد الساری: ج۲، ص۳۲۹.

۴. الحضرة الانسية فی الرحلة القدسية: ص ۱۲۹. اب ابن تیمیہ کیا کہے گا؟ جو انسان جیسا ہوتا ہے اسے دوسرے لوگ بھی اپنی مانند نظر آتے ہیں، حصنی کے مطابق چونکہ ابن تیمیہ خود کافر تھا لہٰذا دوسروں کو بھی کفر کے زمرہ میں لانا چاہتا تھا۔کیونکہ: کند همجنس با همجنس پرواز. کبوتر با کبوتر، باز با باز۔(مترجم).

۳۔امام غزالی کا بیان ہے:''جو شخص پیغمبر اکرمؐ کی حیات میں، آپؐ سے تبرک حاصل کرتا تھا وہ آپؐ کی وفات کے بعد بھی تبرک حاصل کرسکتا ہے اور ان کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہے، وہ روایت بھی آنحضرتؐ کی زیارت سے منع نہیں کرتی جو صرف تین مساجد کے سفر کو جائز شمار کرتی ہے''۔(۱)

۴۔عزامی شافعی کا بیان ہے:''ابن تیمیہ نے پیغمبر اکرمؐ کی شان والا صفات بھی گستاخی کی ہے اور کہا ہے: آنحضرتؐ کی قبر شریف کی غرض سے رخت سفر باندھنا گناہ شمار ہوتا ہے''۔(۲)

۵۔ہیثمی شافعی کا بیان ہے:''آنحضرتؐ کی زیارت کے جواز کی ایک دلیل، علماء کا اجماع ہے۔اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ آپ نے علماء کے اجماع کا دعویٰ کیسے کردیا؟ جب کہ ابن تیمیہ مخالف ہے اور کہتا ہے کہ آنحضرتؐ کی زیارت حرام ہے اور اس سفر میں نماز بھی قصر نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ ابن تیمیہ ایسی شخصیت نہیں کہ اس کے نظریات پر توجہ دی جائے اور دینی مسائل میں اس کے نظریہ کی جانب رجوع کیا جائے، حالانکہ بہت سے علماء نے ابن تیمیہ کے احمقانہ نظریات کا جواب دیا ہے اور اس کے شرمناک عقائد کو آشکار کیا ہے''۔(۳)

نتیجہ یہ ہے کہ علمائے اہل سنت سے منقول زیارت کے جواز پر روایات کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ تواتر کی حد تک پہونچی ہوئی ہیں، اسی طرح اصحاب کی سیرت اور بلال کا زیارت کے لئے آنا اور اصحاب کا خاموش رہنا، دوسری جانب سے عمر کا کعب الاحبار

.....

۱. احیاء العلوم: ج۲، ص۲۴۷.

۲. فرقان القرآن: ص۱۳۳. الغدیر: ج۵، ص۱۵۴.

۳. الغدیر: ج۵، ص۱۱۶. کشف الارتیاب: ص۳۷۲. الجوھر المنظم فی زیارت القبر المکرم: ص۱۲.

کو زیارت رسولؐ کے لئے لانا وغیرہ جیسے امور صراحت کے ساتھ دلالت کرتے ہیں کہ زیارت قبور بالخصوص قبر رسولؐ کی زیارت جائز بلکہ مستحب ہے کیونکہ بعض روایات میں زیارت کا حکم دیا گیا ہے کہ جس سے اکثر فقہاء نے استحباب مراد لیا ہے، اگرچہ ابن حزم جیسے بعض افراد نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ زیارت پیغمبرؐ واجب ہے چاہے زندگی میں ایک بار انجام دو۔(۱)

۶۔ شیخ احمد قسطلانی کا بیان ہے: ''جان لیجئے کہ قبر رسولؐ کی زیارت، خداوند عالم سے نزدیکی کا بہترین ذریعہ، کمال کے حصول کا انمول وسیلہ اور اہم عبادت شمار ہوتی ہے، جو بھی ان فضائل کا انکار کرے وہ زمرۂ اسلام سے خارج، خدا اور رسولؐ اور علمائے اعلام کا مخالف ہے اور ان کے مقابل کھڑا ہے۔ ابن تیمیہ کی جانب سے زیارت قبر رسولؐ کے متعلق عجیب بکواس سنی گئی ہے''۔(۲)

زیارت قبور اور زیارتگاہوں کی زیارت

اب تک یہ ثابت کیا گیا کہ قبر رسولؐ کی زیارت جائز ہے۔ دیگر قبور اور مقدس مقامات کی زیارت کا حکم بھی جواز میں ہی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ عمل پسندیدہ ہے، پیغمبر اکرمؐ نے بھی مسلمانوں کو زیارت قبور کی ترغیب دلائی ہے اور آپؐ خود بھی قبور بالخصوص اپنی والدۂ ماجدہ (آمنہ) کی قبر شریف کی زیارت فرماتے تھے، تاریخ اسلام شاہد ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ زیارت قبور کو پسندیدہ عمل شمار کیا ہے اور ہمیشہ زیارت کرتے رہے ہیں۔

.....

۱. التاج الجامع للاصول: ج۲، ص۳۸۲.

۲. المواهب اللدنية: ج۳، ص۴۰۳. گویا ابن تیمیہ کی بے دینی کی جانب شارہ ہے۔(مترجم).

۳. آپ کی والدۂ محترمہ کا اسم گرامی ''جناب آمنہ خاتون سلام اللہ علیہا'' تھا۔(مترجم).

زیارت قبور کے متعلق روایات

۱۔سلیمان بن بریدہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ''میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا لیکن آج کے بعد زیارت کے لئے جانا شروع کردو''۔(۱)

اس روایت کے بارے میں شیخ منصور کا بیان ہے: ''اکثر فقہاء نے اس روایت کے ذریعہ قبر پیغمبر اکرمؐ کی زیارت کا استحباب ثابت کیا ہے لیکن ابن حزم نے کہا ہے کہ یہ روایت وجوب پر دلالت کرتی ہے اور ہر انسان کو زندگی میں کم سے کم ایک بار زیارت کے لئے ضرور جانا چاہئے''۔(۲)

۲۔پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ''میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا لیکن چونکہ محمدؐ کو ماں کی قبر کی زیارت کا اذن مل گیا لہٰذا تم بھی قبروں کی زیارت کے لئے جایا کرو کہ قبروں کی زیارت آخرت کی یاد کو تازہ کرتی ہے'' اس روایت کو صحیح بخاری کے علاوہ تمام صحاح نے نقل کیا ہے۔

ترمذی نے اس روایت کو اس انداز سے نقل کیا ہے: ''میت، اپنے زائر کی بو محسوس کرتی ہے، دعا، قرآن اور صدقہ سے بہرہ مند ہوتی ہے۔ جی ہاں! یہی زیارت کی حکمت ہے''۔(۳)

۳۔پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے: ''پہلے میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا لیکن اب کچھ اور کشف ہوا ہے''۔(۴)

.....

۱. صحیح مسلم: ج۳، ص۶۵. سنن نسائی: ج۴، ص۸۹. مستدرک حاکم: ج۱، ص۵۳۰.
۲. التاج الجامع للاصول: ج۱، ص۳۸۱. جامع الاصول: ج۱۱، ص۴۵۸.
۳. ایضاً. ۴. مسند احمد: ج۲، ص۳۳۷. موسوعة اطراف الحدیث: ج۱۰، ص۱۸۱.

۴۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا: ''اپنے مُردوں کی قبروں پر جا کر ان کی خدمت میں سلام عرض کرو کیونکہ وہ تمہارے لئے درس عبرت ہیں''۔(۱)

۵۔ پیغمبر اکرمؐ، راس الحول نامی مقام پر شہیدوں کی قبروں کی زیارت کے لئے گئے اور فرمایا: ''سلام ہو آپ پر کہ آپ لوگوں نے صبر کا مظاہرہ کیا اور اچھی جگہ کے مستحق قرار پائے''۔ ابوبکر بھی اپنی خلافت کے دوران ان قبروں کی زیارت کے لئے گئے، عمر اور عثمان بھی اپنے اپنے دوران خلافت میں اس قبرستان کی زیارت کے لئے گئے، معاویہ بھی جبھ حج کرنے گیا تو ان قبروں کی زیارت کے لئے گیا۔ جب کبھی پیغمبر اکرمؐ اس درّہ سے گزرتے تھے کہ جہاں وہ شہداء دفن تھے، فرماتے تھے: سلام ہو آپ لوگوں پر کہ آپ لوگوں نے صبر کا مظاہرہ کیا۔(۲)

۶۔ عائشہ کا بیان ہے: ''رسول خداؐ ہر دوسرے دن، رات کے وقت جنت البقیع نامی قبرستان میں تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے: اے مومنین کے گھروں میں آرام کرنے والو! جو تم سے وعدہ کیا گیا تھا وہ وفا ہو گیا! خدا کی مرضی کے تحت ہم بھی تم سے آملیں گے، خدایا! اہل بقیع کی مغفرت فرما!''۔(۳)

۷۔ ابن مسعود سے منقول ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ''ہوشیار! قبروں کی زیارت کے لئے ضرور جایا کرو کہ یہ زیارت تمہارے دلوں کو دنیا سے بے اعتنا اور تمہارے دلوں میں آخرت کی یاد تازہ کرتی ہے''۔(۴)

....

۱. اخبار مکة: ج۲، ص۵۲.
۲. وفاء الوفاء: ج۳، ص۹۳۲.
۳. سنن نسائی: ج۴، ص۱۳۲.
۴. سنن ابن ماجه: ج۱، ص۵۰۱. مستدرک حاکم: ج۱، ص۵۳۱.

۸۔انس سے منقول ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:''میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا لیکن آج کے بعد قبروں کی زیارت کے لئے جانا کیونکہ یہ زیارت تمہیں موت کی یاد دلاتی ہے''۔(۱)

۹۔پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:''میں پہلے تو تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا لیکن اس کے بعد تم میں سے جو چاہے قبر کی زیارت کرے کیونکہ یہ زیارت دل کو نرم کرتی ہے، آنکھوں کو نم کرتی ہے اور دل میں آخرت کی یاد کو تازہ کرتی ہے''۔(۲)

۱۰۔طلحہ بن عبداللہ کا بیان ہے:''ہم رسول خداؐ کے ساتھ باہر گئے اور شہیدوں کی قبروں کے نزدیک پہونچے، حضرتؐ نے فرمایا: یہ ہمارے بھائیوں کی قبریں ہیں''۔(۳)

۱۱۔عائشہ نے پیغمبر اکرمؐ سے نقل کیا ہے:''جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا: تمہارا پروردگار تمہیں حکم دیتا ہے کہ جنت البقیع میں جاؤ اور وہاں مدفون افراد کے حق میں مغفرت کی دعا کرو''۔(۴)

اصحاب وتابعین کی سیرت

۱۔امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:''فاطمہ بنت رسول خداؐ، جناب حمزہؓ کی قبر پر گئیں اور اس کی مرمت کی اور نشانی کے عنوان سے ایک پتھر لگایا''۔(۵)

.....

۱. مستدرک حاکم: ج۱، ص۵۳۱. ش۱۳۸۸.

۲. ایضاً: ش۱۳۹۴. مجمع الزواید: ج۳، ص۵۸.

۳. سنن ابی داؤد: ج۳، ص۲۱۶. سنن کبریٰ: ج۴، ص۱۲۷.

۴. السنن الکبریٰ: ج۴، ص۱۳۲.

۵. مصنف: ج۳، ص۵۷۲. السنن الکبریٰ: ج۴، ص۱۳۱. مستدرک حاکم: ج۱، ص۵۳۳. الغدیر: ج۵، ص۱۶۷. وفاء الوفاء: ج۳، ص۹۳۲.

۲۔ رزین نے امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے: ''فاطمہ بنت رسول خداؐ ہر دو تین دن میں ایک بار شہداء کی قبر پر تشریف لے جاتی تھیں''۔(۱)

۳۔ یحییٰ نے اس روایت کو دوسرے طریقہ سے نقل کیا ہے کہ امام باقر نے امام سجادؑ سے نقل فرمایا: ''جناب فاطمہؑ وہاں نماز ادا کرتی تھیں، دعا کرتی تھیں اور گریہ و زاری کیا کرتی تھیں، شہزادی نے یہ عمل اپنی عمر کے آخری ایام تک انجام دیا''۔(۲)

۴۔ مولا علیؑ فرماتے ہیں: ''فاطمہ زہراؑ ہر جمعہ کو جناب حمزہؓ کی قبر پر جایا کرتی تھیں، وہاں نماز پڑھتی تھیں اور گریہ وزاری کرتی تھیں''۔(۳)

۵۔ ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے: ''میں نے عائشہ کو دیکھا کہ وہ اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر زیارت کے لئے گئیں، عبدالرحمٰن کی قبر مکہ میں ہے''۔(۴)

۶۔ ابن ملیکہ کا بیان ہے: ''ایک روز عائشہ قبرستان سے پلٹ رہی تھیں، میں نے پوچھا: کیا رسول خداؐ نے زیارت قبور سے منع نہیں فرمایا؟ جواب دیا: ہاں! منع فرمایا تھا لیکن بعد میں زیارت قبور کا حکم دیا تھا''۔(۵)

۷۔ بیہقی نے ہاشم بن محمد العمری سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے: ''مدینہ میں بروز جمعہ، میرے بابا مجھے نماز صبح اور طلوع آفتاب کے درمیان شہداء کی زیارت کے لئے لے گئے؛ وہاں پہونچ کر میرے بابا نے بلند آواز سے کہا: سلام ہو آپ لوگوں پر کہ آپ نے صبر اختیار کیا اور بہترین مقام حاصل کیا؛ میں نے سنا کہ اہل قبور نے بابا

۱. مصنف: ج۳، ص ۵۷۲. السنن الکبریٰ: ج۴، ص ۱۳۱.
۲. ایضاً.
۳. ایضاً.
۴. مصنف: ج۳، ص ۵۷۰.
۵. سنن الکبریٰ: ج۴، ص ۱۳۱.

سنا کہ اہل قبور نے میرے بابا کے سلام کا جواب دیا، میرے بابا نے میری جانب نگاہ کی اور پوچھا: کیا میرے سلام کا جواب تم نے دیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، پھر بابا نے مجھے اپنے دائیں طرف بلالیا اور دوبارہ سلام کیا، پھرانھیں سلام کا جواب ملا، اس امر کی تین بار تکرار کی اور تینوں بار جواب ملا، اس کے بعد میرے بابا سجدہ میں گر گئے اور شکر خدا بجالائے''۔(۱)

۸۔ عطاف سے نقل کرتے ہوئے، یحییٰ کا بیان ہے: ''میری پاکدامن اور پرہیزگار خالہ نے مجھے ایک واقعہ سنایا: میں سواری پر سوار ہوکر سید الشہداء حمزہؑ کی زیارت کے لئے گئی، میرا غلام بھی میرے ساتھ تھا، میں نے وہاں نماز ادا کی، وہاں بہت سناٹا تھا اور ہم دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا شخص نہیں تھا، میرا غلام گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے باہر کھڑا تھا، میں نے نماز کے بعد قبر کی جانب اشارہ کرکے کہا: آپ پر سلام ہو، قبر سے میرے سلام کا جواب آیا، میرے جسم کا رُواں رُواں کانپ اٹھا، میں نے غلام کو آواز دی اور سوار ہوکر اپنے گھر واپس لوٹ آئی''۔(۲)

لائق زیارت مقبرے

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ مسلمانوں کی گزشتہ زمانوں سے آج تک یہی سیرت رہی ہے کہ وہ اصحاب اور مومنین کی قبروں پر جاتے ہیں اوران سے توسل اختیار کرتے ہیں، ان میں سے چند نمونے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ موذن رسولؐ، بلالؓ کی قبر: بلال نے ۲۰ھ شام میں دار فنا سے دار بقا کی جانب کوچ کیا، اس مقام پر دعا مستجاب ہوتی ہے، بہت سے مومنین و صالحین جوان کی قبر

....

۱. وفاء الوفاء: ج۳، ص۹۳۳.
۲. ایضاً.

ان کی قبر کی زیارت سے شرفیاب ہوئے ہیں انھوں نے دعا کی قبولیت کا تجربہ کیا ہے۔(۱)

۲۔سلمان فارسیؓ کی قبر: آپ کی وفات ۲۶ھ میں واقع ہوئی اور آپ کا مدفن ایوانِ کسریٰ کے نزدیک قرار پایا جوآج بھی مشہورومعروف ہے؛ آپ کی قبر پر گنبد بھی ہےاور خادمین بھی موجود رہتے ہیں، میں نے خوداس کا مشاہدہ کیا ہے، میں کئی بار زیارت کے لئے گیا ہوں(۲)؛ابن جوزی کا بیان ہے: ''قلانسی اور سمنون نے کہا ہے کہ انھوں نے بھی قبر سلمانؓ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے''۔(۳)

۳۔ابوایوب انصاری کی قبر: ان کی وفات ۵۲ھ روم میں ہوئی۔حاکم نیشاپوری کا بیان ہے: ''لوگ ان کی قبر کی حفاظت کرتے ہیں اوران کی زیارت کو جاتے ہیں اور قحط کے عالم میں ان کی قبر پر باران رحمت کی دعا کرتے ہیں''۔(۴)

۴۔مصر میں مدفن سر حسینؑ: ابن جبیر کا بیان ہے: ''امام حسینؑ کا سر مبارک چاندی کے تابوت میں دفن ہے، اس پر ایسی عالیشان عمارت تعمیر کی گئی ہے کہ جس کی توصیف سے زبان قاصراور عقل حیران ہے،اس مسجد کی دایوروں پر کالے چمکدار پتھر لگائے گئے ہیں جولوگوں کی نظروں کو خیرہ کرنے کا باعث ہیں،لوگوں کا کہنا تھا کہ گویا یہ پتھر ہندوستانی آئینے ہیں۔ہم نے وہاں دیکھا کہ لوگ قبر کو چوم رہے ہیں،

....

۱. رحلة ابن جبیر: ص ۲۲۹. الغدیر: ج۵، ص ۱۸۴.

۲. تاریخ بغداد: ج ۱، ص ۱۶۳.

۳. المنتظم: ج ۱۲، ص ۲۴۱.

۴. مستدرک حاکم: ج۳، ص ۵۱۸، ش ۵۹۲۹. صفوة الصفوة: ج ۱، ص ۴۷۰. ابن بطوطہ کے سفر نامہ میں مرقوم ہے کہ طلحہ کی قبر پر گنبد اور مسجد تعمیر ہے اور لوگ ان کی قبر کا احترام کرتے ہیں۔ (سفر نامہ ابن بطوطہ: ج ۱، ص ۱۷۸).

خودکوضریح پر گرار ہے ہیں اور برکت کی خاطر اس پر کپڑا مس کرر ہے ہیں (۱)؛ بہت سے لوگ آنکھوں میں آنسو لئے ہوئے ضریح کا طواف کرر ہے ہیں، ہر زائر کا دل محزون ہے اور پانی لے لے کر پتھر صاف کرر ہے ہیں۔اس مقدس مقام کی توصیف بیان سے خارج ہے، خداوند عالم ہمیں اس مقدس مقام کی زیارت سے شرفیاب فرمائے''۔(۲)

۵۔عمر ابن عبدالعزیز کی قبر: ان کی قبر دیر سمعان (دمشق) میں واقع ہے اور لوگوں کے لئے زیارتگاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔(۳)

۶۔امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا مرقد مطہر: آپؑ کی شہادت ۱۸۳ھ میں ہوئی اور آپؑ کو کاظمین میں دفن کیا گیا،خطیب بغدادی کا بیان ہے:''میں نے ایک بزرگ حنبلی ''حسن بن ابراہیم'' کی زبانی سنا: جب بھی مجھے کوئی مشکل درپیش ہوتی تھی تو میں اسی قبر شریف سے توسل اختیار کرتا تھا اور خدا میری مشکلات کو حل فرماتا تھا''۔(۴)

۷۔امام محمد تقی علیہ السلام کا مرقد مطہر: ابن عماد کا بیان ہے:''امام محمد تقی کی شہادت بغداد میں ہوئی اور آپؑ اپنے جد بزرگوار ''امام کاظمؑ'' کے پہلو میں دفن ہوئے،لوگ ہمیشہ ان دونوں کی زیارت سے شرفیاب ہوتے ہیں''۔(۵)

---

۱. تا کہ اپنے اہل وطن کو تبرک دے سکیں. (مترجم).

۲. رحلة ابن جبير: ص ۱۹.

۳. معجم البلدان: ج۲، ص۵۸۶. تاريخ الاسلام: ص۲۶. تذكرة الحفاظ: ج۱، ص۱۲۱.

۴. تاريخ بغداد: ج۱، ص۱۲۰. البداية و النهاية: ج۵، ص۸۸.

۵. شذرات الذهب: ج۳، ص۹۷.

۸۔امام علی رضا علیہ السلام کا مرقد مطہر: محمد بن مؤمل کا بیان ہے: ''ہم بعض بزرگان اہل حدیث کے ساتھ امام رضاؑ کی قبر شریف پر گئے جن میں ابن خزیمہ اور ابوعلی ثقفی بھی شامل تھے، ابن خزیمہ نے اس مبارک مقام کا اتنا زیادہ احترام کیا اور اس قدر گریہ وزاری میں محو ہوئے کہ ہم سب انگشت بدنداں رہ گئے!''۔(۱)

۹۔محمد بن ادریس شافعی کی قبر: شافعی مذہب کے امام وپیشوا نے ۲۰۴ھ میں وفات پائی، ان کو ''مقطم'' نامی مقام کے نزدیک ''قرافہ'' میں سپرد خاک کیا گیا اور ان کی قبر لوگوں کی زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔(۲)

۱۰۔احمد بن حنبل کی قبر: حنفی مذہب کے امام کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ ذہبی کا بیان ہے: ''لوگ ان کی قبر کی زیارت کرنے بغداد جاتے ہیں''۔(۳)

۱۱۔ابوحنیفہ کی قبر: حنفی مذہب کے پیشوا کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی، ان کی قبر بغداد میں اعظمیہ نامی مقام پر واقع ہے اور مشہور زیارت گاہ ہے(۴)؛ شافعی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ روزانہ قبر ابوحنیفہ کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔(۵)

۱۲۔ذوالنون مصری کی قبر: ان کی وفات ۲۴۶ھ میں ہوئی، قرافہ نامی مقام پر دفن ہوئے، ان کی قبر پر عمارت بھی تعمیر ہے، ابن خلکان کا بیان ہے: ''میں نے بارہا ان کی قبر کی زیارت کی ہے''۔(۶)

.....

۱. وفیات الاعیان: ج۴، ص۱۶۵. تهذیب التهذیب: ج۷، ص۳۳۹.

۲. ایضاً.

۳. میزان الاعتدال: ج۱، ص۱۱۴.

۴. تاریخ بغداد: ج۱، ص۱۲۳.

۵. ایضاً.

۶. وفیات الاعیان: ج۱، ص۳۱۸.

۱۳۔اسماعیل بن یوسف دیلمی کی قبر: معافی کا بیان ہے:''ان کی قبر،معروف کرخی کی قبر سے تھوڑے فاصلہ ہر واقع ہے اور لوگوں کی زیارت گاہ بنی ہوئی ہے، میں نے خود بھی کئی بار زیارت کی ہے''۔(۱)

۱۴۔مصعب بن زبیر کی قبر: ابن جوزی کا بیان ہے:''مصعب کی وفات ۱۵۷ھ میں ہوئی، جیسے لوگ قبر حسینؑ کی زیارت کے لئے جاتے ہیں اسی طرح مصعب کی قبر پر بھی جاتے ہیں جو مسکن نامی مقام پر دیر جاثلیق کے نزدیک ہے''۔(۲)

البتہ ابن جوزی کا موازنہ بالکل غلط ہے کیونکہ ان دونوں زیارتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، جو انسان عراق میں خونریزی کا خواہاں تھا وہ کہاں اور جوانان جنت کے سردار کہاں!۔(۳)

۱۵۔لیث بن سعد حنفی کی قبر: مصر کے پیشوا کی وفات ۱۷۵ھ میں ہوئی، ان کو قرافہ نامی مقام پر دفن کیا گیا،ان کی قبر لوگوں کی زیارت گاہ بنی ہوئی ہے، میں نے بارہا اس قبر کی زیارت کی ہے۔(۴)

۱۶۔ابوعوانہ کی قبر: ان کی قبر شہر اسفرائن میں ہے جو لوگوں کی زیارت گاہ ہے اور تمام لوگ اس قبر کو مبارک گردانتے ہیں (۵)؛ابن عساکر کا بیان ہے:''اسفرائن میں واقع ابوعوانہ کی قبر لوگوں کے لئے متبرک اور زیارت گاہ ہے''۔(۶)

.....

۱. صفوة الصفوة: ج۲، ص۴۱۳.

۲. معجم البلدان: ج۵، ص۱۲۷. المنتظم: ج۱۵، ص۱۴.

۳. سیر اعلام النبلاء: ج۴، ص۱۴۱.

۴. الجواهر المضیئة: ج۲، ص۷۲۰، ش۱۱۳۱.

۵. تذکرة الحفاظ: ج۳، ص۷۸۰.

۶. وفیات الاعیان: ج۶، ص۳۹۴. الانساب: ج۳، ص۴۸۴. سیر اعلام النبلاء: ج۱۴، ص۴۱۹.

اس بارے میں ابن صفار اسفرائنی کا بیان ہے: ''میں نے اپنے جدامجد کو دیکھا کہ وہ استاد ابواسحاق کی بارگاہ میں پہونچے لیکن ان کی بارگاہ میں داخل ہوتے وقت ان کا پاس ولحاظ نہیں کیا بلکہ صرف آستان کا بوسہ لیا، چند منٹ احتراماً کھڑے ہوئے اور پھر واپس پلٹ آئے لیکن جب ابوعوانہ کی قبر شریف پر پہونچے تو نہایت احترام کیا اور کافی دیر تک زیارت کرتے رہے''۔(۱)

۱۷۔حافظ ابوحسن عامری کی قبر: ان کی وفات ۴۰۳ھ میں ہوئی، لوگ رات کے وقت ان کی قبر پر تلاوت قرآن اور دعا کی غرض سے حاضر ہوتے ہیں، شعراء بھی ان کے غم میں مراثی لکھے اور مجالس برپا کی ہیں۔(۲)

۱۸۔معتمد علی اللہ کی قبر: ان کا مکمل نام ''ابوالقاسم محمد بن المعتمد لخمی اندلسی'' ہے، ان کی وفات ۴۸۸ھ میں ہوئی، شاعروں کا ہجوم ان کی قبر پر آکر مدح سرائی کیا کرتا تھا اور ان کی شان میں طولانی قصیدے لکھتے تھے، مراثی لکھ کر گریہ وبکا کیا کرتے تھے، ایک مشہور شاعر ''ابوبحر'' نے ایک قصیدہ لکھا جس کے ایک شعر کا مفہوم یہ ہے: ''میں انکساری کے ساتھ آپ کی خاک قبر کو چومتا ہوں۔ میں نے آپ کی قبر کو اپنے قصیدے پڑھنے کا مقام قرار دیا ہے، قصیدہ پڑھنے کے بعد خاک قبر کو چوما، اپنے بدن کو قبر سے مس کیا، اپنے رخسار قبر پر رکھ دیئے اور تمام حاضرین پر گریہ طاری ہوگیا''۔(۳)

.....

۱. وفیات الاعیان: ج۶، ص۳۹۴. الانساب: ج۳، ص۴۸۴. سیر اعلام النبلاء: ج۱۴، ص۴۱۹.

۲. البدایة و النهایة: ج۱۱، ص۳۷۵. یہ اپنے باپ کے بعد اندلس کے حاکم تھے، یورپ کے بادشاہ سے جنگ کی اور اسے نیست و نابود کردیا۔ اندلس میں بپا فتنہ میں گرفتار کرلئے گئے اور پھر ان کو قتل کردیا گیا۔(سیر اعلام النبلاء: ج۱۹، ص۶۳).

۳. المواهب اللدنیة: ج۳، ص۳۹۰. شذرات الذهب: ج۵، ص۳۸۸.

۱۹۔نصر بن ابراہیم مقدسی کی قبر: یہ شافعی مذہب کے بزرگ تھے،۴۹۰ھ دمشق میں وفات پائی اور باب صغیر کے نزدیک دفن ہوئے،ان کی قبر زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔(۱)

۲۰۔قاسم بن فیرہ شاطبی کی قبر: انھوں نے ۵۹۰ھ میں وفات پائی اور قرافہ نامی مقام پر دفن ہوئے،ان کی قبر مشہور اور زیارت گاہ ہے؛ میں نے خود بھی کئی بار اس قبر کی زیارت کی ہے۔(۲)

۲۱۔احمد بن جعفر خزرجی بستی کی قبر: مراکش کے مقیم،۶۰۱ھ، میں وفات پائی،کتاب نیل الابتہاج کے مؤلف کا بیان ہے:''گزشتہ زمانوں سے آج تک اس قبر پر لوگوں کا ہجوم رہتا ہے اور تمام لوگ اپنی حاجات طلب کرتے ہیں، میں نے خود اس قبر کی پانچ سو سے زیادہ مرتبہ زیارت کی ہے اور تیس راتوں سے زیادہ شب بیداری کی ہے!''۔(۳)

۲۲۔سفیان ثوری کی قبر: ابن حبان کا بیان ہے:''ان کی قبر بصرہ میں بنی کلیب نامی قبرستان میں واقع ہے اور میں نے اس قبر کی زیارت کی ہے''۔(۴)

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا کہ ذہبی کے بقول:ابن حبان،خراسان کے بزرگ حافظ اور تجوید میں ماہر تھے۔ادریسی کے بقول: وہ نکتہ سنج فقیہ تھے،علم حدیث میں ایک مستقل کتاب بھی تحریر کی اور اہل سمرقند نے ان کی فقہ سے استفادہ کیا۔حاکم نیشاپوری نے کہا کہ وہ علم فقہ،حدیث،زبان اور وعظ میں دریائے علم تھے اور بزرگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ خطیب بغدادی کا بیان ہے:''وہ قابل اعتماد،شریف اور باہوش وفہیم انسان تھے''۔(۵)

.....

۱. المواهب اللدنية: ج۳، ص۳۹۶. شذرات الذهب: ج۲، ص۳۹۷. العبر: ج۲، ص۳۶۳.
۲. طبقات القراء: ج۲، ص۲۲. ۳. نيل الابتهاج: ص۶۲.
۴. كتاب الثقات: ج۶، ص۴۰۲. الانساب: ج۱، ص۵۱۷.
۵. سير اعلام النبلاء: ج۱۶، ص۹۲.

ابن حبان تیسری صدی کے علماء میں شمار ہوتے ہیں، وہ اپنی فقاہت وفضیلت اور اپنے علم کے باوجود زیارت کے لئے رخت سفر باندھتے ہیں اور زیارت کے لئے جاتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ زیارت کرنا حرام وناجائز نہیں ہے، وہابیوں کے خلاف کہ وہ شرک اور حرام قرار دیتے ہیں۔ یہ تمام بحث ان مطالب کا خلاصہ تھی جو تاریخی کتب، زندگی ناموں اور حدیثی کتب میں بیان ہوئے ہیں، ان دلائل کی بنا پر قبر رسولؐ کی زیارت جائز ہے کیونکہ تمام بزرگان اسلام نے اس پسندیدہ عمل کو اپنایا ہے، نہ صرف یہ کہ پیغمبر اکرمؐ کی زیارت کرتے رہے ہیں بلکہ ائمہ وصالحین، اولیاء وعلماء کی قبور پر بھی زیارت کی غرض سے حاضری دیتے رہے ہیں، اس مبارک سفر کے لئے رخت سفر باندھتے رہے ہیں اور کسی نے بھی اس عمل کی تردید نہیں کی (۱)؛ اب جب کہ ہم تمام دلائل بیان کر چکے ہیں، ابن تیمیہ اور اس کے مریدوں کے پاس ان دلائل کی کوئی تردید ہے!؟ کیا شیعوں کا گناہ یہی ہے کہ وہ گزشتہ مسلمانوں کی سیرت کو عملی جامہ پہناتے ہیں؟ کیا وہ تمام لوگ جو اپنے مُردوں کی زیارت کے لئے جاتے ہیں وہ سب شیعہ ہیں یا شیعوں کے حامی ہیں؟ کیا تمام زائر شیعہ ہیں؟ کیا ابن خزیمہ اور ابوعلی ثقفی بھی شیعہ تھے؟ کیا حنابلہ کے بزرگ جو امام کاظمؑ کی زیارت کیا کرتے تھے وہ شیعہ تھے؟ کیا ابن حبان جو امام رضاؑ کی زیارت کرتے تھے وہ شیعہ تھے؟ کیا محمد ابن ادریس شافعی جو روزانہ قبر ابوحنیفہ کی زیارت کے لئے جاتے تھے وہ شیعہ تھے؟ کیا عائشہ شیعہ تھیں جو اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی زیارت کو جاتی تھیں؟۔

.....

۱. سوائے ابن تیمیہ کے کہ جو بے حد بے دین و بے ایمان ہو چکا تھا اور تمام علماء کی مخالفت کرتا تھا اور اسی کی پیروی کرتے ہوئے ابن عبدالوہاب نے حرام قرار دیا۔ (مترجم)۔

علمائے اہل سنت کے نظریات

۱۔عسقلانی نے انس سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے: ''پیغمبر اکرمؐ،ایک خاتون کے پاس سے گزرے، وہ خاتون ایک قبر پر بیٹھی آہ وفغاں کررہی تھی! پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: صبر اختیار کرو۔اس روایت سے استفادہ کیا جاتا ہے کہ قبروں کی زیارت جائز ہے اور زیارت کے متعلق مرد وزن میں کوئی فرق نہیں ہے۔اور زیارت چاہے کسی مومن کی ہو یا کافر کی اس میں بھی کوئی فرق نہیں ہے!۔کیونکہ اس روایت میں کسی قسم کی کوئی شرط بیان نہیں ہوئی ہے''۔

۲۔نووی کا بیان ہے: ''اس روایت سے تمام علماء نے استفادہ کیا ہے کہ زیارت قبور جائز ہے،لیکن کتاب الحاوی کے مصنف ماوردی کا بیان ہے: قبر کافر کی زیارت جائز نہیں ہے۔لیکن ماوردی کی یہ بات صحیح نہیں ہے۔کیونکہ ماوردی نے سورۂ توبہ کی آیت ۸۴ سے استفادہ کیا ہے ﴿لاتقم علیٰ قبرہ﴾ یعنی اس کی قبر کے پاس دعا کے لئے کھڑے نہ ہو اور ان کی یہ دلیل اعتراض سے خالی نہیں ہے''۔

نووی مزید بیان کرتے ہیں: ''مردوں کے لئے زیارت قبور مستحب ہے،اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جو مسلم نے پیغمبر اکرمؐ سے نقل کی ہے: میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا لیکن آج بعد زیارت کے لئے جایا کرو کیونکہ یہ زیارت آخرت کی یاد کو تازہ کرتی ہے''۔

۳۔ مالک سے زیارت قبور کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا: رسول خداؐ نے پہلے تو منع کیا تھا لیکن بعد میں اجازت دے دی تھی۔

مالک نے اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ''اگر کوئی شخص زیارت قبور کے لئے جائے اور صرف خیر ونیکی کا خواستگار ہو تو میرے نزدیک اس زیارت

میں کوئی حرج نہیں ہے''۔(۱)

۴۔سمہودی کا بیان ہے:''جیسا کہ نووی نے بیان کیا ہے کہ مردوں کے لئے زیارت قبور مستحب ہے،اس پر علماء کا اجماع ہے، یہاں تک کہ بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ مَردوں کے لئے زیارت قبور واجب ہے''۔(۲)

پیغمبر اکرمؐ اور قبر مادر کی زیارت

مسلم ونسائی نے ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی والدۂ ماجدہ (جناب آمنہ خاتون) کی قبر کی زیارت کی،خود بھی گریہ کیا اور ان کے گریہ سے ان کے ہمنواؤں نے بھی گریہ کیا، پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: میں نے پروردگار سے چاہا کہ اپنی ماں کے لئے استغفار کروں تو خدا نے اجازت نہیں دی لیکن جب میں نے کہا کہ زیارت کے لئے جاؤں تو حق تعالیٰ نے اجازت مرحمت فرمائی،لہٰذا تم بھی زیارت قبور کے لئے جایا کرو کہ یہ کام موت کی یاد دلاتا ہے۔(۳)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا ایمان

تاریخ گواہ ہے کہ آنحضرتؐ کے والدین خدا پر ایمان رکھتے تھے اور ان کے وجود میں ذرّہ برابر بھی شرک نہیں تھا،پیغمبر اکرمؐ کے نور مبارک کے پیش نظر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ جس صلب سے آپؐ دنیا میں آئے وہ والدین شرک سے آلودہ ہوں؟ کیونکہ قرآن کی یہ آیت ﴿وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ﴾ اور وہ تمہاری حرکت

۱. ارشاد الساری: ج۳، ص۴۰۰.

۲. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۳۶۲.

۳. صحیح مسلم: ج۳، ص۶۵. الجنائز: نسائی، ج۴، ص۹۰. المصنف: عبد الرزاق، ج۳، ص۵۷۲. سنن الکبریٰ: ج۴، ص۱۲۸.

سجدہ کرنے والوں کے درمیان بھی دیکھتا ہے(۱)؛آپ کی طہارت کو بیان کرتی ہے۔

مفسرین نے اس آیۂ شریفہ کی تفسیر میں مختلف نظریات بیان کئے ہیں جن میں سے چند نظریات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔سیوطی نے اپنی کتاب ''مسند''میں ابن عمر عدنی سے،انھوں نے بزاز بن ابی حاتم سے،انھوں نے ابن ابی حاتم وطبرانی سے، نیز بیہقی نے مجاہد سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے:''یہ آیت اس بات کو سمجھاتی ہے کہ ایک پیغمبر سے دوسرے پیغمبر یہاں تک کہ پیغمبر اکرمؐ تشریف لے آئے''۔(۲)

۲۔سیوطی نے اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ''میں ابن ابی حاتم،ابن مردویہ اور ابو نعیم سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے ابن عباس سے نقل کیا: پیغمبر اکرمؐ،ایک پیغمبر سے دوسرے پیغمبر کے صلب میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ اپنی والدہ کے رحم مبارک سے دنیا میں تشریف لائے۔(۳)

۳۔ابن مردویہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ میں نے پیغمبر اکرمؐ سے پوچھا: آپ پر قربان جب آدمؑ بہشت میں تھے تو آپ کہاں تھے؟ پیغمبر اکرمؐ کے لبوں پر تبسم آیا اور فرمایا: جب آدمؑ زمین پر اتارے گئے اس وقت میں صلب آدمؑ میں تھا،صلب نوح میں کشتی میں سوار ہوا، صلب ابراہیمی میں آتش نمرود میں پھینکا گیا، میرے والدین کبھی بھی فاحشات کی جانب نہیں گئے! خداوند عالم نے میرا پاکیزہ وجود پاک وپاکیزہ صلبوں سے منتقل کیا اور پاک وپاکیزہ رحم میں قرار دیا؛انسانوں

....

۱. سورۂ شعراء/ ۲۱۹.

۲. الدر المنثور: ج۵، ص۹۸.

۳. ایضاً.

کے دو گروہوں میں سے بہترین صلب میں رہا، خدا نے مجھ سے نبوت کا عہد و پیمان لیا، اور اسلام کی جانب میری ہدایت فرمائی، میرا نام توریت وانجیل میں بھی رقم فرمایا، مشرق ومغرب کو میرے نور کے ذریعہ نور عطا کیا، اپنی کتاب مجھے سکھائی، مجھے بلند وبالا آسمانوں میں لے گیا اور اپنے بہترین نام سے میرا نام اخذ کیا، وہ محمود ہے تو اس نے میرا نام محمد رکھا، خدا نے مجھ سے وعدہ کیا کہ حوض کوثر کو میرے ہاتھوں میں قرار دے گا، اس نے مجھے کوثر عطا کیا، میں پہلا شفیع ہوں اور پہلا وہ شخص ہوں جس کی شفاعت بارگاہ الٰہی میں قبول ہوگی، مجھے میری امت کے بہترین افراد میں قرار دیا اور نبوت عطا فرمائی، میری امت میرے پروردگار کی حمد وثنا کرنے والی ہے، میری امت نیکیوں کا حکم دیتی ہے اور برائیوں سے روکتی ہے۔(۱)

سورۂ شعراء آیت ۲۱۹ اور مذکورہ بالا پیغمبر اکرمؐ سے منقول روایت سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ انبیائے الٰہی کا صلب ہر قسم کی کثافت سے پاک اور ہر آلودگی سے صاف ہے، چونکہ شرک ایک نجاست ہے لہٰذا اس مبارک صلب میں شرک کا وجود نہیں۔

آمنہ بنت وہب (مادر پیغمبر اکرمؐ) بھی مومنہ، یکتا پرست اور شرک سے دور تھیں؛ اس بنا پر جو روایت مسلم و بخاری نے پیغمبر اکرمؐ کے حوالہ سے نقل کی ہے کہ ''میں نے خدا سے اپنی والدہ کے لئے طلب مغفرت کرنا چاہا تو خدا نے منع کردیا'' اس سے آنحضرتؐ کی توہین اور بے احترامی ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ بہت سے انصاف پسند شارحین نے اس حدیث کی تاویل کی ہے۔

انھیں شارحین میں سے ایک شارح شیخ منصور ہیں جنھوں نے اس روایت کی

.....

۱. الدر المنثور: ج۵، ص۹۸.

تفسیر کچھ انداز سے کی ہے: ''جناب آمنہ کا بایمان نہ ہونا، جنتی ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ وہ اس دور میں زندگی گزارتی تھیں جب پیغمبر الٰہی کا وجود نہیں تھا، اور تمام علماء کا نظریہ ہے اس زمانے کے تمام افراد جنتی ہیں، یہاں تک کہ بعض عرفاء نے کہا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی بعثت کے بعد خدا نے آپؐ کے والدین کو زندہ کیا اور انھوں نے رسالت پیغمبرؐ کا اقرار کیا، لہٰذا یہ دونوں جنتی ہیں''۔(۱)

مذکورہ بالا آیت کی مذکورہ تفسیر صرف شیعہ فرقہ سے مخصوص نہیں ہے(۲)؛ بلکہ اس بارے میں علمائے اہل سنت نے بھی روایات نقل کی ہیں، مثلاً سیوطی نے ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابونعیم اور عرفی کے حوالہ سے، نیز بزاز وطبرانی نے مجاہد اور ابن عباس سے نقل کیا ہے۔(۳)۔

فخر رازی کی تفسیر(۴) بھی اس بات کا منھ بولتا شاہکار ہے کہ یہ تفسیر صرف شیعہ فرقہ سے مخصوص نہیں ہے۔(۵)

.....

۱. التاج الجامع للاصول: ج ۱، ص ۳۸۲.

۲. علامہ زمخشری کا بیان ہے: ''یہ آیۂ کریمہ دلالت کرتی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے آباؤ اجداد باایمان اور یکتا پرست تھے، وہ خالق یکتا کو سجدہ کرنے والوں کے صلب سے سجدہ کرنے والوں کے صلب میں ہی منتقل ہوتے رہے''۔(ابوطالب و بنوہ: سید علی خان، ص ۲۱۹. منیة الراغب: طبی، ص ۵۶).

۳. المیزان: ج ۱۵، ص ۳۶۷.

۴. التفسیر الکبیر: ج ۲۴، ص ۱۷۳.

۵. جو دلائل شیعہ فرقہ نے آباؤ واجداد پیغمبر اکرمؐ کی طہارت و پاکیزگی کے متعلق بیان کئے ہیں، ان کے علاوہ آیۂ شریفہ سے مندرجہ ذیل نکات بھی حاصل ہوتے ہیں:

الف: یہ آیت پیغمبر اکرمؐ کی اس عبادت کی جانب اشارہ کرتی ہے جو آپؐ تاریک راتوں میں بجالاتے تھے، مظلوموں کی فریادرسی کرتے تھے اور عابدوں کی احوال پرسی فرماتے تھے۔

ب: یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ جب پیغمبر اکرمؐ نماز جماعت کا زمینہ فراہم کرتے تھے تو اس وقت بھی خدا آپؐ کا نگہبان تھا اور جب آپؐ نماز قائم کرتے تھے تب بھی خدا آپؐ پر نظر عنایت رکھتا تھا۔

ج: جس طرح خداوند عالم ہر انسان کے اعمال سے باخبر ہے اسی طرح سجدہ کرنے کے عالم میں.....

ایک اہم نکتہ

بڑے افسوس کی بات ہے کہ جو مغلّظات رسول اسلامؐ کی شان والا صفات میں بیان ہوئی ہیں ایسی ہی کچھ گستاخیاں آپؐ کے شفیق و ہمدم چچا ''جناب ابوطالبؑ'' کی شان والا مقام میں بھی ہوئی ہیں جب کہ ابوطالبؑ اس ہستی کا نام ہے جس کی معرفت ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، ان کے اشعار اور پیغمبر اکرمؐ کو مدح وثنا کا علم ہونا ضروری ہے، ان کے اشعار سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپؑ مومن اور یکتا پرست تھے اور پیغمبر اکرمؐ کی رسالت کے معتقد تھے، لیکن قوم وملت کا تعصب اتنا بڑھا کہ ان کے

.....

.....رسول اسلامؐ کے حالات سے بھی آگاہ ہے۔

د: پیغمبر اکرمؐ، نمازیوں کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتے تھے، آپؐ نے فرمایا: ''رکوع وسجود کو مکمل طریقہ سے انجام دو، خدا کی قسم! میں تمہیں پیچھے سے بھی دیکھ رہا ہوں''۔

اس آیت کی تفسیر میں مذکورہ بالا چار احتمالوں کا تذکرہ ہوا ہے، جن میں سے کوئی ایک تفسیر دوسری تفسیر بھی ترجیح نہیں رکھتی؛ البتہ ایک پانچواں احتمال بھی ہے جس کی تائید بعض روایات کرتی ہیں، اس بنا پر آیت کا مقصود یہ ہے کہ ''خداوند عالم نے آپ کا صلب پاک ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے میں منتقل کیا'' لہٰذا اس آیت کی یہ تمام تفسیریں بغیر کسی ترجیح کے ممکن ہیں کیونکہ آنحضرتؐ نے خود ارشاد فرمایا: ''میں پاک اصلاب سے پاکیزہ اصلاب میں منتقل ہوتا رہا'' قرآن کے مطابق: ﴿اِنَّمَا الْمُشْرِکُ نَجَسٌ﴾ (سورۂ توبہ/۲۸) کفار اور شرک نجاست شمار ہوتے ہیں اور کفر ونجاست پاک وپاکیزہ اصلاب کے ساتھ کیسے رہ سکتے ہیں؟۔ لہٰذا آپؐ کے والدین یقیناً مسلمان تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن کہہ رہا ہے: ﴿جب ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا﴾ اس کا یہ مطلب ہے کہ پیغمبر کے آباؤ اجداد بھی کافر ہوتے ہیں! تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ ''قرآن کریم میں بعض مقامات پر باپ کو چچا کے معنی میں شمار کیا گیا ہے، مثلاً قرآن نے بنی اسرائیل کی گفتگو کو بیان کیا ہے جو انھوں نے جناب یعقوبؑ سے کی ﴿نَعْبُدُ اِلٰهَکَ وَ اِلٰهَ آبَائِکَ اِبْرَاهِیْمَ وَ اِسْمَاعِیْلَ وَ اِسْحَاقَ﴾ (سورۂ بقرہ/۱۳۳) اس میں جناب اسماعیل کو جناب یعقوبؑ کا باپ قرار دیا گیا ہے جب کہ وہ ان کے چچا تھے''۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت کی تفسیر کو تمام احتمالوں کے بلبوتہ پر بیان کرنا جائز نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ: ''پہلی بات یہ ہے کہ ایک لفظ کے کئی معانی ہوسکتے ہیں دوسری بات یہ کہ اگر چار احتمالات چابت نہ ہوسکیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ پانچواں احتمال بھی باطل ہے!''۔

ایمان کو کفر کی تہمت سے داغدار کر دیا گیا جب کہ تاریخ گواہ ہے کہ ابوطالبؑ نے یکتا پرستی کے عالم میں ہی دار فنا سے دار بقا کی جانب کوچ کیا۔

ابوطالبؑ کی شان میں ابن کثیر کا بیان، انسان کو حیرت زدہ کر دیتا ہے، ابن کثیر کا بیان ہے: ''ہم نے پہلے بھی بیان کیا کہ ابوطالبؑ، رسول اکرمؐ کے حامی ومحامی اور ناصر ومددگار تھے، ان کے دشمنوں کے خلاف آواز احتجاج بلند کرتے تھے، دشمنوں کے شر کو آپؐ سے اور آپؐ کے اصحاب سے دور کرتے تھے، مستقل رسول اکرمؐ کی مدح وثنا میں لب کشا رہتے تھے، اپنے اشعار کے ذریعہ پیغمبر اکرمؐ اور آپؐ کے اصحاب کی مدح وثنا اور ان کے دشمنوں کی مذمت کیا کرتے تھے، کھلے الفاظ میں پیغمبر اکرمؐ کی موافقت اور آپؐ کے دشمنوں کی مخالفت کیا کرتے تھے، ابوطالبؑ کی یہ تمام الفت ومحبت صرف عرب کا قومی تعصب تھا، باوجود اس کے کہ ابوطالبؑ یہ جانتے تھے کہ پیغمبر اکرمؐ ایک صادق وامین شخص ہیں پھر بھی وہ ان پر دل سے ایمان نہیں لائے''۔(۱)

جی ہاں! بے جا تعصب، انسان کو کتنی گہری کھائی میں گرا سکتا ہے، اس کا اندازہ لگانا کوئی دشوار کام نہیں ہے، ابن کثیر کے بیان سے سمجھ میں آتا ہے کہ گویا وہ ابوطالبؑ کے دل میں رہتا تھا جو ان کے دل کی بات بھی محسوس کر لی! یا نعوذ باللہ اس کو خیانت کاروں کی شناخت تھی کہ ابوطالبؑ کی خیانت کو پہچان لیا کہ ان کے دل میں شرک ہے!، لہٰذا اس نے کہہ دیا کہ ابوطالبؑ، پیغمبر اکرمؐ کی تصدیق کرتے تھے لیکن دل سے ایمان نہیں لائے

....

۱. البدایة والنهایة: ج ۱۱، ص ۱۲۴. کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ ابن کثیر نے ابوطالبؑ کی مدح سرائی کی لیکن آخر میں آکر خاندان علیؑ کے کینہ نے یہ اجازت نہیں دی کہ مثبت نتیجہ اخذ کر سکے، بلکہ منفی نتیجہ نکالا اور کہہ دیا کہ یہ سب کچھ قومی تعصب کی بنا پر تھا جب کہ ابوطالبؑ کے اشعار بانگ دہل پکار رہے ہیں کہ ''محمد اللہ کے رسول ہیں''، جو ابوطالبؑ کے ایمان کا منہ بولتا شاہکار ہے۔(مترجم).

تھے۔ جی ہاں! ابن کثیر اور اس جیسے کج فکر افراد کے کینہ کی دلیل صرف یہ ہے کہ ابوطالب علیؑ کے والد گرامی ہیں، اگر بالفرض ابوطالبؑ معاویہ کے والد ہوتے تو ابن کثیر کبھی بھی ایسی گستاخی نہ کرتا بلکہ جس طرح ابوسفیان کی شان میں رطب اللسان ہوا ہے اسی طرح یا اس سے کہیں زیادہ ابوطالبؑ کی تعریف وتمجید کرتا۔

☆☆☆

خواتین کا زیارت قبور کے لئے جانا

خواتین کے لئے زیارت قبور کا جواز

یہاں یہ بحث مقصود ہے کہ کیا مستورات کا زیارت قبور کے لئے قبرستان میں جانا جائز ہے؟

مروی ہے کہ جناب فاطمہؑ اپنے بابا کی حیات میں اور بعد وفات بھی ہر جمعہ کو شہدائے احد اور جناب حمزہؓ کی زیارت کے لئے تشریف لے جایا کرتی تھیں، نہ تو فاطمہ زہراؑ کو علیؑ نے منع کیا، نہ ہی رسول اکرمؐ نے منع فرمایا اور نہ ہی کسی صحابی نے اعتراض کیا، دوسری جانب سے جناب فاطمہؑ، دوسروں کی بہ نسبت دین و شریعت سے زیادہ آگاہ تھیں، آپؑ اپنے بابا کی شریعت کے خلاف قدم نہیں اٹھا سکتی تھیں! اور آپؑ بارہا زیارت

کے لئے تشریف لے جاتی تھیں(۱)،اس کے متعلق چند روایات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔مروی ہے کہ جناب فاطمہؑ ہر ہفتہ بروز جمعہ، جناب حمزہؓ کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتی تھیں، وہاں پہونچ کر نماز پڑھتی تھیں اور گریہ کرتی تھیں۔(۲)

۲۔مروی ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ ہر دو تین دن میں ایک بار شہدائے احد کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتی تھیں، وہاں نماز ادا کرتی تھیں، دعا کرتی تھیں اور گریہ فرماتی تھیں۔(۳)

۳۔مروی ہے کہ عائشہ اپنے بھائی ''عبدالرحمٰن'' کی قبر کی زیارت کے لئے مکہ جایا کرتی تھیں، ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے: ''میں نے عائشہ کو عبدالرحمٰن کی زیارت کرتے دیکھا، عبدالرحمٰن نے حُبشی (☆) میں وفات پائی اور مکہ میں دفن کیا گیا''۔(۴)

۴۔دوسرے مقام پر ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے: ''میں نے عائشہ کو زیارت قبور سے واپس آتے دیکھا تو میں نے سوال کیا: کیا پیغمبر اکرمؐ نے زیارت قبور کی نہی نہیں فرمائی؟ عائشہ نے جواب دیا: ہاں! منع کیا تھا لیکن بعد میں زیارت کا حکم دے دیا تھا''۔(۵)

.....

۱. جو خواتین کے لئے زیارت قبور کے جواز کا منھ بولتا شاہکار ہے۔(مترجم).

۲. المصنف: ج۳، ص۵۷۲. السنن الکبریٰ: ج۴، ص۱۳۱.

۳. السنن الکبریٰ: ج۴، ص۱۳۱. مستدرک حاکم: ج۱، ص۵۳۳.

(☆) مکہ کے نزدیک ایک مقام۔ ۴. المصنف: ج۳، ص۵۷۰.

۵. السنن الکبریٰ: ج۴، ص۱۳۱.

روایت کا تنقیدی جائزہ

پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے: ''خداوند عالم لعنت کرے ان مستورات پر جو زیارت قبور کے لئے جائیں''۔(۱)

اس روایت پر چند اعتراض ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حاکم وذہبی نے بیان کیا ہے: ''یہ روایت، بریدہ کی روایت کے ذریعہ منسوخ ہوگئی ہے، عائشہ سے منقول روایت سے بھی تعارض سمجھ میں آتا ہے، کیونکہ عائشہ سے منقول ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے زیارت قبور سے منع فرمایا تھا لیکن بعد میں زیارت کا حکم دے دیا تھا(۲)؛ ذہبی نے عائشہ سے منقول روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

۲۔ یہ روایت عائشہ کے عمل سے سازگار نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی زیارت کو جاتی تھیں، عبدالرحمٰن کی وفات ۵۳ھ میں مکہ کے نزدیک ایک پہاڑ کے قریب ہوئی، ان کے جنازہ کو مکہ میں لاکر سپرد خاک کیا گیا۔ کیا عائشہ حکم رسولؐ کی مخالفت کر کے اس روایت کے تحت مستحق لعنت قرار پانا چاہتی تھیں!۔

۳۔ یہ روایت جناب فاطمہؑ کے عمل سے بھی سازگار نہیں ہے، کیونکہ آپؑ قبر رسولؐ کی زیارت کو جاتی تھیں اور ہر ہفتہ شہداء احد کی زیارت فرمایا کرتی تھیں، کیا جناب فاطمہؑ سنت رسولؐ کی مخالفت کرنا چاہتی تھیں؟ کیا آپؑ سنت رسولؐ سے واقف نہیں تھیں؟ باوجود اس کے کہ ''گھر والے اس چیز سے زیادہ آگاہ ہوتے ہیں جو گھر میں ہوتی ہے'' لہٰذا جناب فاطمہؑ بھی دوسروں کی بہ نسبت سنت رسولؐ سے زیادہ آگاہ تھیں۔

---

۱. صحیح مسلم وصحیح بخاری کے علاوہ دیگر سنن میں یہ روایت منقول ہے۔ (المصنف: ج۳، ص ۵۶۹).

۲. السنن الکبریٰ: ج۴، ص ۱۳۱. مستدرک حاکم: ج ۱، ص ۳۷۴.

جناب فاطمہؑ، اپنے بابا کی زندگی میں بھی سات سال تک مستقل شہدائے احد کی زیارت کے لئے جایا کرتی تھیں اور پیغمبر اکرمؐ نے کبھی بھی منع نہیں کیا! اسی طرح جناب فاطمہؑ اپنے بابا کی وفات کے بعد بھی زیارت کے لئے جاتی تھیں، حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ''جب رسول خداؐ کو دفن کیا گیا تو فاطمہؑ نے قبر رسولؐ سے خاک اٹھائی اور اپنی آنکھوں پر ملی، پھر گریہ کرتے ہوئے اشعار پڑھے(۱)'' اگر خواتین کے لئے قبرستان جانا حرام تھا تو علیؑ اور صحابہ کرام نے فاطمہؑ کو منع کیوں نہیں کیا!؟۔

خواتین کیلئے زیارت قبور کے جواز میں علمائے اہل سنت کے فتوے

علمائے اہل سنت نے فتویٰ دیا ہے کہ مستورات کے لئے بھی زیارت قبور جائز ہے، اس روایت میں جو حرام قرار دیا گیا ہے وہ خواتین کی بے صبری کی دلیل کے پیش نظر ہے، اگر وہ بھی صبر واستقامت کا اظہار کریں تو ان کے لئے بھی زیارت قبور میں کوئی حرج نہیں ہے! بلکہ ان کے لئے بھی جائز ہے کہ قبروں کی زیارت کریں، بعض اہل سنت کے فتاویٰ اس انداز سے ہیں:

۱۔ التاج الجامع للاصول کے مصنف کا فتویٰ ہے: ''اس روایت میں لعنت کا مطلب یہ ہے کہ خواتین کے لئے قبروں کی زیارت حرام ہے لیکن یہ خواتین کی بے صبری کے پیش نظر ہے، ہر وہ روایت جس نے خواتین کو تشیع جنازہ میں شرکت کرنے سے منع کیا ہے یا قبرستان میں جانے سے روکا ہے اس روایت کا ماحصل یہی ہے، خواتین کے لئے زیارت قبور اسی صورت میں جائز ہے جب وہ صبر وبردباری کا اظہار کریں اور اپنے حُسن کو نامحرموں کے لئے تماشہ نہ بنائیں، اسی طرح خواتین کے ہمراہ ان کے شوہر یا

.....

۱. ارشاد الساری: ج۳، ص ۳۵۲.

کوئی اور محرم افراد موجود ہوں تا کہ کوئی فتنہ برپا نہ ہو، اس کی دلیل وہ روایت ہے جو عائشہ نے رسولؐ سے سوال کیا کہ کیسے زیارت کریں؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: ''اس طرح کہو: السلام علیٰ اهل الديارمن المومنين و المسلمين'' یعنی اے مومنین و مسلمین کے گھروں کے ساکنین! آپ پر ہمارا سلام ہو''۔(۱)

اس فتوے کی دوسری دلیل، عائشہ کا عمل ہے کہ انھوں نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر کی زیارت کی اور جب عبداللہ نے اعتراض کیا تو کہا: رسول خداؐ نے اس زیارت کی نہی فرمائی تھی لیکن بعد میں حکم دے دیا تھا۔(۲)

۲۔ ملا علی قاری کا فتویٰ ہے: ''ظاہراً اس روایت ''میں نے پہلے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا لیکن اب زیارت کے لئے جایا کرو'' سے سمجھ میں آتا ہے کہ یہ حکم عام ہے، اگرچہ اس روایت میں عربی گرامر کے اعتبار سے مذکر کے صیغے استعمال ہوئے ہیں لیکن اس حکم میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں لہٰذا شرائط کے ملحوظ نظر، خواتین بھی زیارت قبور کے لئے جاسکتی ہیں''۔

پیغمبر اکرمؐ کی ایک روایت بھی اسی نظریہ کی تائید کرتی ہے، روایت کا مفہوم یہ ہے: ''پیغمبر اکرمؐ اس عورت کے پاس سے گزرے جو قبر پر گریہ کر رہی تھی تو آپؐ نے اسے صبر کی تلقین کی لیکن زیارت قبور سے منع نہیں کیا''۔(۳)

۳۔ ابن عبدالبر کا فتویٰ: ''عورتوں کے لئے زیارت قبور کو جائز جاننے والے عبداللہ ابن محمد سے منقول روایت پر عمل کرتے ہیں، جس کا مفہوم یہ ہے: ابن ابی ملیکہ کہتا ہے

۱. المصنف: ج۳، ص ۵۷۱.
۲. التاج الجامع للاصول: ج۲، ص ۳۸۱.
۳. مرقاة المفاتيح: ج۴، ص ۲۴۸.

کہ میں نے عائشہ کو زیارت قبور سے واپس ہوتے دیکھا تو پوچھا: کیا پیغمبر اکرمؐ نے زیارت قبور سے منع نہیں فرمایا؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں! منع کیا تھا لیکن بعد میں حکم دے دیا تھا''۔(۱)

اسی طرح ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے: ''عائشہ، اپنے بھائی کی قبر کی زیارت، ناقہ پر سوار عماری سے کیا کرتی تھیں''۔

ابوبکر کا بیان ہے: ''مبرد نے ایک روایت نقل کی، جس میں کہا: نوح بن دراج نے ابان بن تغلب سے نقل کیا کہ جعفر بن محمدؑ نے فرمایا: فاطمہ بنت رسولؐ ہر جمعہ کو جناب حمزہؓ کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتی تھیں، آپؑ نے اس قبر پر نشانی کے طور پر ایک پتھر بھی لگایا''۔(۲)

۴۔ابن عبدالبر نے ابوبکر سے نقل کیا: ''احمد بن حنبل سے اس عورت کے متعلق سوال کیا گیا جو زیارت قبور کے لئے جاتی ہے! انھوں نے جواب دیا: مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ کوئی حرج نہیں ہے؛ پھر ان سے پوچھا گیا: کیا عائشہ اپنے بھائی کی قبر پر زیارت کے لئے جایا کرتی تھیں؟ انھوں نے جواب دیا: ابن عباس سے منقول پیغمبر اکرمؐ کی روایت ہے: خدا کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو زیارت قبور کے لئے جائیں لیکن اس حدیث کے سلسلہ میں ابوصالح بھی موجود ہے! گویا احمد بن حنبل اس کو ضعیف بتانا چاہ رہے ہیں، آگے کہا: انشاء اللہ کہ عائشہ اپنے بھائی کی قبر پر زیارت کے لئے جایا کرتی تھیں''۔(۳)

.....

۱. ذہبی نے اس حدیث کو صحیح شمار کیا ہے۔ (مستدرک حاکم: ج ۱، ص ۳۷۶).

۲. التمهید فی شرح الموطأ: ج۳، ص ۲۳۴.

۳. ایضاً.

۵۔حافظ البانی نے اس روایت کا تذکرہ کیا جس میں رسول خداؐ نے زیارت قبور کیلئے جانے والی عورتوں پر لعنت کی ہے،اس کے بعد کہا: ہم نے بہت تلاش کیا لیکن اس راویت کی تائید میں کوئی دوسری روایت نہیں مل پائی،اس روایت کا اگلا حصہ یہ ہے کہ خدا لعنت کرے ان لوگوں پر جو قبروں پر چراغ جلائیں، یہ حصہ تو خود ہی قابل تردید ہے لہٰذا میں اپنے بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس روایت کو پیغمبر اکرمؐ کی جانب منسوب نہ کریں کیونکہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔(۱)

۶۔ابن عابدین کا فتویٰ ہے: ''سوال کیا گیا: کیا مستورات کے لئے قبر رسولؐ کی زیارت مستحب ہے؟ جواب دیا: ہاں! صحیح قول کی بنا پر مستحب ہے اور اس امر میں کسی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں؛ البتہ اس صورت میں مکروہ نہیں ہے کہ جب ان شرائط کی رعایت کی جائے جن کا تذکرہ علماء کرام نے کیا ہے،لیکن ہماری نظر میں کرخی وغیرہ کا قول درست ہے کہ مرد وزن سب کے لئے زیارت کرنا جائز ہے اور کوئی حرج نہیں ہے۔کیونکہ کرخی کے علاوہ بھی دیگر علماء نے کسی قسم کی قید نہیں لگائی ہے جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ زیارت قبور خواتین کے لئے بھی مستحب ہے، یہاں تک کہ کتاب ''نثر اللبات'' کے مصنف کا اعتقاد ہے کہ زیارت قبور واجب ہے''۔(۲)

ترمذی کا بیان ہے: ''رسول اکرمؐ نے ان خواتین پر لعنت کی ہے جو زیارت قبور کے لئے جاتی ہیں، یہ حدیث صحیح ہے لیکن بعض علماء کا نظریہ ہے کہ یہ حدیث اس وقت سے مربوط ہے جب آپؐ نے زیارت قبور کی اجازت نہیں دی تھی! لیکن جب حضورؐ نے اجازت دے دی تو اس وقت مرد وزن دونوں کے لئے جائز ہو گیا،بعض علماء نے

....

۱. سلسلة الاحاديث الضعيفة و اثرها السلبى فى الامة: ص ۲۶۰.

۲. ردّ المختار على الدرّ المختار: ج۲، ص ۲۶۳. الغدير: ج۵، ص ۱۲۱.

کہا ہے: خواتین کی بے صبری کے پیش نظران کے لئے زیارت قبور کو مکروہ قرار دیا گیا ہے''۔(۱)

۸۔قسطلانی کا فتویٰ ہے: ''خواتین کے لئے قبر رسولؐ کی زیارت مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہے، جیسا کہ ابن الرفعۃ اور قمولی نے کہا ہے کہ خواتین کے لئے دیگر انبیاء و اولیاء کی زیارت بھی مستحب ہے''۔(۲)

روایت کی سند کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

خواتین پر لعنت والی روایت کو تین طرق سے نقل کیا گیا ہے، حسان بن ثابت، ابن عباس اور ابو ہریرہ، لیکن اہل سنت کتب میں یہ روایت ایک جیسی نہیں آئی ہے کہ جن میں سے بعض کی جانب اشارہ کرنا مناسب ہے:

۱۔ابن ماجہ نے اس حدیث کو تینوں طرق سے نقل کیا ہے۔(۳)

۲۔احمد نے یہ روایت، حسان بن ثابت (۴)؛ اور ابو ہریرہ (۵) یعنی دو طرق سے نقل کی ہے۔(۶)

۳۔ترمذی نے یہ روایت صرف ابو ہریرہ کے طریق سے نقل کی ہے۔(۷)

۴۔ابی داؤد نے اس روایت کو ابن عباس کے طریق سے نقل کیا ہے۔(۸)

بخاری و مسلم نے اس روایت کو نقل نہیں کیا ہے، دیگر صاحبان سنن نے بھی تینوں طرق سے کسی ایک طریق پر اتفاق کا اظہار نہیں کیا البتہ حدیث ابو ہریرہ یا طریق سوم

.....

۱. الجامع الصحیح: ج۳، ص ۳۷۲.
۲. ارشاد الساری: ج۳، ص ۴۰۰.
۳. سنن ابن ماجه: ج ۱، ص ۵۰۲.
۴. مسند احمد: ج۳، ص ۴۴۲.
۵. ایضاً: ج۲، ص۳۳۷.
۶. الجامع الصحیح: ج۳، ص ۳۷۰.
۷. سنن ابی داؤد: ج۳، ص۲۱۸.
۸. ایضاً.

جوابن ماجہ، احمد اور ترمذی نے بیان کیا ہے اس پر اتفاق ہے۔

پہلے طریق کے بارے میں فقط ابن ماجہ اور احمد کی ایک رائے ہے، دوسرے طریق کے بارے میں ابوداؤد اور ابن ماجہ کی ایک رائے ہے۔ جس طریق پر ابن ماجہ واحمد دونوں نے ایک ہی رائے پیش کی ہے اس کے سلسلۂ سند میں عبداللہ بن عثمان خثیم کا وجود ہے، دورقی نے ابن معین سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی حدیث قوی نہیں ہوتی۔ ابوحاتم نے بھی ابن عثمان کے بارے میں دو نظریات بیان کئے ہیں، جن میں سے ایک نظریہ کی بنا پر ابن عثمان خثیم کی روایات سے استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔ نسائی کا اعتقاد ہے کہ ابن عثمان کی روایات میں مشکلات ہیں(۱)؛ اسی طرح اس روایت کے سلسلہ میں عبدالرحمٰن بن بہمان کا وجود ہے کہ جس سے صرف ابن عثمان خثیم نے ہی روایت نقل کی ہے، اور مدینی کا کہنا ہے کہ میں اس کو نہیں پہچانتا۔(۲)

دوسرے طریق کے سلسلۂ سند میں ''ابوصالح باذان'' کا نام بھی ہے، ابوحاتم کا بیان ہے: ''اس کی روایات قابل استفادہ نہیں ہیں'' نسائی کا اعتقاد ہے کہ وہ ثقہ اور قابل اعتماد نہیں ہے۔ ابن عدی کا نظریہ ہے کہ میں نے گذشتہ علماء میں سے کسی کو بھی اس سے راضی نہیں دیکھا۔(۳)

تیسرے طریق کے سلسلۂ سند میں عمر ابن ابی سلمہ کا وجود ہے؛ اس کے بارے میں نسائی کا بیان ہے: ''اس کی روایتیں قوی نہیں ہیں'' ابن خزیمہ کا بیان ہے: ''اس کی روایتوں سے استفادہ نہیں کیا جاسکتا'' ابن معین نے بھی اس کی روایات کو ضعیف شمار کیا ہے، ابوحاتم کا نظریہ ہے کہ اس کی روایتوں سے استناد نہیں کیا جاسکتا۔(۴)

.....

۱. میزان الاعتدال: ج۲، ص۴۵۹.
۲. ایضاً.
۳. تهذیب الکمال: ج۴، ص۶.
۴. سیر اعلام النبلاء: ج۶، ص۱۳۳.

نتیجہ یہ ہوا کہ اس روایت کے تینوں مذکورہ بالا طرق ضعیف ہیں اور قابل اعتماد نہیں ہیں شاید اسی باعث مسلم و بخاری نے یہ حدیث نقل نہیں کی ہے۔ اگر ان اعتراضات سے غض نظر کیا جائے تب بھی اس روایت کی توضیح میں فقہائے نے فتویٰ دیا ہے کہ زیارت قبور تمام مرد و زن کے لئے جائز بلکہ مستحب ہے۔

☆☆☆

وھابیت کا تنقیدی جائزہ

چھٹی فصل

مقبروں کے پاس نماز ودعا

قبر رسولؐ اور دیگر قبروں کے نزدیک نماز ودعا

وہابی فرقہ، قبروں کے پاس نماز ودعا کو حرام جانتا ہے اور اس کو کفر وشرک شمار کرتا ہے، ابن تیمیہ نے اس بارے میں کہا ہے: ''جب صحابہ کرام قبر رسولؐ پر جاتے تھے تو آنحضرتؐ کو سلام کرتے تھے لیکن جب دعا کرنا چاہتے تھے تو اپنا رخ قبلہ کی جانب کر کے دعا کیا کرتے تھے، جیسا کہ دوسری قبروں پر کیا کرتے تھے؛ اس بنا پر کسی بھی رہبر وپیشوا نے یہ نہیں کہا کہ قبر کے نزدیک نماز ودعا مستحب ہے؛ اسی طرح علماء نے دوسرے مقامات کی مانند قبر رسولؐ کو بھی ایک معمولی جگہ شمار کیا ہے(۱)؛ بلکہ تمام علماء کا

....

۱۔ یعنی معاذ اللہ! دوسری قبروں کی مانند قبر رسولؐ بھی صرف ایک قبر ہے، کسی دوسری قبر سے کوئی فضیلت نہیں رکھتی۔ (مترجم)۔

اجماع ہے کہ انبیائے الٰہی وصالحین کی قبروں کے نزدیک نماز پڑھنے سے بہتر اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھنا ہے، چہ جائیکہ ان قبروں کو مزار کا نام دیا جائے!''۔(۱)

ابن تیمیہ کے نظریہ کا تنقیدی جائزہ

۱۔ ہمارے پاس ایسے دلائل موجود ہیں جو قید وشرط کے بغیر، قبر کے پاس نماز و دعا کو جائز شمار کرتے ہیں اور انبیائے الٰہی وصالحین کی قبور کا مرتبہ تو عام قبروں سے کہیں بلند وبرتر ہے!۔(۲)

۲۔ شریعت کے رو سے ہر مقدس مقام پر نماز ودعا اور عبادت کو ترجیح دی گئی ہے۔ دوسری جانب سے ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہر مقام کی عظمت صاحب مقام کی نسبت سے ہوتی ہے اور انبیائے الٰہی کی قبور کا تقدس اس مقام کے تحت ہے جو انھیں خداوند عالم نے عطا فرمایا ہے، لہٰذا ان ہستیوں کی قبروں کے پاس نماز ودعا برتری کی حامل ہے۔

۳۔ سورۂ نساء آیت ۶۴ کا بعض حصہ دلالت کرتا ہے کہ قبر پیغمبرؐ کے نزدیک دعا کرنا ترجیح کا حامل ہے، ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيْمًا﴾ یعنی جس وقت ان ستمگروں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور فرمان الٰہی کو اپنے پیروں تلے روندا، اگر وہ تمہارے پاس آتے اور خدا سے طلب مغفرت کرتے اور خدا کا رسول بھی ان کے لئے مغفرت کا خواستگار ہوتا تو بے شک وہ خدا کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے!۔اس آیت میں

.....

۱. رسالة زيارة القبور: ص ۱۵۹.

۲. آخر ابن تیمیہ نے اجماع کا دعویٰ کیسے کر دیا؟ تمام علماء وفقہاء نے قبور کے پاس نماز ودعا کو جائز شمار کیا ہے۔(مترجم).

پیغمبر اکرمؐ کے پاس آنا عام ہے، چاہے آپؐ کی حیات میں ہو یا بعد وفات! اور آپؐ کا وقار و احترام بعد وفات بھی ایسا ہی ہے جیسے آپؐ کی حیات مبارک میں!، شمس الدین جزری کا بیان ہے: ''اگر قبر رسولؐ کے پاس دعا مستجاب نہیں ہوگی تو پھر کہاں مستجاب ہوگی!؟''۔

۴۔ سیرت فاطمہ زہراؑ: جناب فاطمہؑ ہر جمعہ کو سید الشہداء حمزہؓ کی قبر پر جایا کرتی تھیں، وہاں نماز پڑھتی تھیں اور گریہ و بکا کرتی تھیں۔(۱)

حاکم نیشاپوری کا بیان ہے: ''اس روایت کے تمام راوی قابل اعتماد ہیں، میں نے زیارت قبور کے متعلق بہت زیادہ تحقیق کی ہے، صاحبان فہم و فراست کو معلوم ہونا چاہئے کہ زیارت قبور ایک یقینی سنت ہے''۔

اس پر بھی غور کیجئے کہ جناب حمزہؓ ۳ھ میں شہید ہوئے، اور پیغمبر اکرمؐ نے ۱۰ھ میں دار فانی سے دار بقا کی جانب کوچ فرمایا، یعنی حمزہؓ و پیغمبرؐ میں سات سال کا فاصلہ ہے، فاطمہ زہراؑ سات سال تک زندگانی پیغمبرؐ میں قبر حمزہؓ پر جاتی رہیں لیکن حضورؐ نے کبھی بھی منع نہیں کیا۔(۲)؛ اہل سنت کے مطابق، رحلت رسولؐ کے بعد جناب فاطمہؑ چھ مہینے زندہ رہیں۔(۳)

وہابیت کا تقیدی جائزہ

.....

۱. المصنف: ج۳، ص۵۷۴. مستدرک حاکم: ج۱، ص۳۷۷. السنن الکبریٰ: ج۴، ص۱۳۱. تمہید شرح موطأ مالک: ابن عبد البر، ج۳، ص۲۳۴.

۲. اصولی اعتبار سے رسول خداؐ کی خاموشی بھی حجت ہے، لہٰذا قبر کی زیارت کرنا اور اس کے نزدیک نماز و دعا صحیح ہے، جس پر رسول خداؐ نے کوئی اعتراض نہیں کیا ہے۔(مترجم).

۳. سیر اعلام النبلاء: ج۲، ص۱۲۷.

جناب فاطمہؑ اس زمانے میں بھی صحابہ وامام علیؑ کے موجود ہوتے ہوئے زیارت کے لئے جایا کرتی تھیں لیکن کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا۔(۱)

اسی طرح مروی ہے کہ جناب فاطمہؑ ہر دو تین روز میں ایک بار شہدائے احد کی زیارت کو تشریف لے جاتی تھیں، وہاں نماز پڑھتی تھیں، دعا کرتی تھیں اور آہ وزاری میں محو رہتی تھیں۔(۲)

یہ بات عقل میں آنے والی نہیں ہے کہ وہ فاطمہؑ جن کا غیظ وغضب خدا کا غضب اور جن کی خوشنودی خدا کی رضایت ہو، وہ شریعت سے واقف نہ ہوں اور سنت رسولؐ کی مخالفت کرتے ہوئے زیارت قبور کے لئے جائیں!(۳)؛ کیا یہ موضوع ابن تیمیہ کی نظر سے نہیں گذرا تھا جو اس نے یہ جسارت کی کہ: ''کسی بھی پیشوا نے یہ نہیں کہا ہے کہ قبروں کے پاس نماز ودعا مستحب ہے''!۔(۴)

۵۔مسلمانوں کی سیرت: گزشتہ زمانوں سے آج تک امت مسلمہ کی سیرت رہی ہے کہ وہ صالحین ومومنین کی قبروں کے پاس نماز ودعا پڑھتے آئے ہیں(۵)؛ ان میں سے چند نمونے مندرجہ ذیل ہیں:

.....

۱. کیا صحابہ کو یہ برداشت ہوسکتا تھا کہ ان کے موجود ہوتے ہوئے سنت رسولؐ پائمال ہو؟ ان تمام لوگوں کی خاموشی اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ زیارت قبور اور وہاں نماز ودعا سنت رسولؐ کے خلاف نہیں ہے۔(مترجم).

۲. وفاء الوفاء: ج۳، ص ۹۳۲. کشف الارتیاب: ج۲، ص ۴۸۱.

۳. فتح الباری: ج۷، ص ۱۳۱.

۴. زیارة القبور: ص ۱۵۹.

۵. تحفة الذاکرین: ص ۴۶. سیر اعلام النبلاء: ج۱۰، ص۱۰۷.

الف: عمر ابن خطاب کی سیرت: ''طبری کا بیان ہے: جب عمر اپنے کاروان کے ساتھ حج کے لئے گئے تو ایک بوڑھے انسان نے ان سے مدد طلب کی، جب حج سے واپس آئے تو ابواء نامی مقام پر اس بوڑھے انسان کی تلاش میں لگ گئے، معلوم ہوا کہ وہ بوڑھا اس دنیا سے کوچ کر چکا ہے، طبری آگے بیان کرتے ہیں: گویا ہم عمر کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ بوڑھے کی قبر پر گئے، وہاں نماز پڑھی اور قبر پر گر کر گریہ کرنے لگے''۔(۵)

ب: امام شافعی کا بیان ہے: ''میں ابوحنیفہ کی قبر کو متبرک سمجھتا ہوں اور روزانہ ان کی قبر پر جاتا ہوں، اگر کسی مشکل سے روبرو ہوتا ہوں تو اس قبر کے پاس دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور اپنی حاجت طلب کرتا ہوں اور میری حاجت فوراً پوری ہو جاتی ہے''۔(۱)

ج: معروف کرخی کی قبر کے متعلق زہری سے منقول ہے کہ معروف کرخی کی قبر کے پاس دعائیں مستجاب ہوتی ہیں اور یہ نسخہ مجرّب ہے، کہا جاتا ہے کہ اگر ان کی قبر کے پاس کوئی سو بار سورۂ توحید پڑھ کر دعا مانگے تو اس کی حاجت پوری ہوتی ہے۔(۲)

ابراہیم حربی کا بیان ہے: ''معروف کرخی کی قبر، مجرّب (زہر مولہ) ہے''۔ ذہبی کا بیان ہے: ''اس قبر کے پاس مجبور انسان کی دعا مستجاب ہوتی ہے کیونکہ مقدس قبّوں کے نیچے دعائیں قبول ہی ہوتی ہیں''۔(۳)

احمد بن فتح کا بیان ہے: ''بزرگ تابعی ''بشر'' سے سوال کیا گیا: معروف کرخی کی قبر کی کیا فضیلت ہے؟ جواب دیا: اگر کسی کی کوئی حاجت ہے تو وہ اس مقدس بارگاہ

وہابیت کا تقیدی جائزہ

.....

۵. الریاض النضرة: ج۲، ص۳۳۰.

۱. صلح الاخوان: خالدی، ص۸۳. الغدیر: ج۵، ص۱۹۲. تاریخ بغداد: ج۱، ص۱۲۳. مفتاح السعادة: ج۲، ص۱۹۳.

۲. معجم الطبرانی: ج۱، ص۱۲۲. الغدیر: ج۵، ص۱۹۳. تاریخ بغداد: ج۱، ص۱۲۲.

۳. سیر اعلام النبلاء: ج۹، ص۳۴۳.

میں جا کر دعا کرے، انشاء اللہ مستجاب ہوگی''(۱)؛ابن سعد سے منقول ہے: ''معروف کرخی کی قبر پر لوگ قحط کے زمانہ میں طلب باران کی دعا کرتے ہیں، روز وشب زیارت کے لئے جاتے ہیں''۔(۲)؛سبط ابن جوزی نے حکایت کی ہے کہ میرے اساتذہ بغداد میں عون الدین کے کیشیئر بننے کا سبب بیان کررہے تھے:''میں اتنا تنگدست ہو چکا تھا کہ زندگی دشوار تھی یہاں تک کہ ایک روٹی بھی میسر نہیں تھی، میرے بعض اہل خاندان نے کہا کہ میں معروف کرخی کی قبر پر جاؤں اور دعا کروں! کیونکہ اس قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے(۳)؛ میں معروف کرخی کی قبر پر گیا، وہاں نماز پڑھی اور دعا کی، پھر بغداد کی جانب گامزن ہوا، بغداد کے نزدیک ''قطعتا'' نامی مقام پر پہونچا، وہاں ایک ویران مسجد تھی، میں مسجد میں گیا تا کہ دو رکعت نماز پڑھوں، میں نے مسجد میں ایک مریض کو دیکھا جو چٹائی پر لیٹا ہوا تھا، میں اس کے سرہانے گیا اور پوچھا: کیا کسی چیز کی خواہش ہے؟اس نے کہا: ہاں گلابی (بوگوشہ) کی خواہش ہے، میں بازار گیا، اپنے سر کا رومال گروی رکھا اور اس مریض کے لئے دو گلابی اور ایک سیب

.....

۱. صفوة الصفوة: ج۲، ص۳۲۴. الغدیر: ج۵، ص۱۹۳.

۲. الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص۲۷. وفیات الاعیان: ج۵، ص۲۳۲.

۳. اگر معروف کرخی کی قبر پر دعا قبول ہوتی ہے تو اس کا سبب ان کی اہل بیتؑ سے والہانہ محبت اور امام رضاؑ کی خدمت ہے، ابوعبدالرحمٰن سلمی کا بیان ہے:''معروف کرخی، امام رضاؑ کے خادم تھے'' آیۃ اللہ خوئی رقمطراز ہیں:''شھر زوری نے مناقب الابرار میں تحریر کیا ہے: معروف کرخی امام رضاؑ کے چاہنے والے تھے، اور ان کے والدین عیسائی تھے، انھوں نے بچپن میں ہی معروف کو ایک استاد کے حوالہ کر دیا تھا، استاد نے ان سے کہا: کہو خدا تین ہیں! لیکن معروف کہتے تھے کہ خدا ایک وتنہا ہے، استاد نے ان کے زوردار طمانچہ مارا اور وہ وہاں سے فرار کر کے امام رضاؑ کی خدمت میں پہونچ گئے اور امامؑ کے ذریعہ مسلمان ہوئے، پھر اپنے گھر واپس گئے اور دستک دی، باپ نے پوچھا: کون؟ جواب دیا: معروف، باپ نے پوچھا: تمہارا دین کیا ہے؟ معروف نے جواب دیا: سچا دین، ان کے والد بھی امام رضاؑ کے ذریعہ مسلمان ہوگئے، معروف کہتے ہیں کہ میں تھوڑے عرصہ بعد اپنا تمام کاروبار چھوڑ کر امام رضاؑ کی خدمت میں پہونچ گیا اور انھیں کی خدمت میں مشغول ہوگیا''۔(معجم رجال الحدیث: ج۱۸، ص۲۳۱). ابن خلکان وغیرہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔لیکن نمازی وذہبی نے اس کی تردید کی ہے۔(مستدرکات علم الرجال: ج۷، ص۴۵۴. سیر اعلام النبلاء: ج۹، ص۳۴۳).

خریدا، اس نے تھوڑی سی گلابی کھائی اور کہا: مسجد کا دروازہ بند کردو، میں نے دروازہ بند کردیا، وہ چٹائی سے ہٹا اور بولا: یہاں ایک گڑھا کھودو، میں نے گڑھا کھودا، اس میں ایک کوزہ نکلا، اس نے کہا کہ اس کوزہ کو اٹھالو کہ تم اس کے زیادہ حقدار ہو، میں نے پوچھا: کیا تمہارا کوئی وارث نہیں ہے؟ اس نے کہا ہم صرافہ (پیسہ تبدیل کرنے والے) ہیں، میرا ایک بھائی تھا، میں نے اس کو مدتوں سے نہیں دیکھا، سنا ہے کہ وہ مر گیا ہے؛ ابھی وہ یہی باتیں کررہا تھا کہ دنیا سے چل بسا، میں نے اس کو غسل دیا، کفن پہنایا اور دفن کردیا، پھر میں پائتخت (راجدھانی) کی جانب گیا اور خلیفہ کو نامہ تحریر کیا، خلیفہ نے مجھے اپنے خزانہ کا خزانچی (کیشئیر) بنادیا، پھر میں نے دن دوگنی رات چوگنی ترقی کی اور وزیر کا عہدہ حاصل کرلیا''۔(۱)

د: امام شافعی کی قبر کے متعلق، جزری کا بیان ہے: ''شافعی کی قبر کے پاس دعا مستجاب ہوتی ہے''۔(۲)

ہ: بکار بکراوی کی قبر کے متعلق مروی ہے کہ ان کی قبر قرافہ میں واقع ہے اور زیارت گاہ بنی ہوئی ہے، یہاں دعا مستجاب ہوتی ہے۔(۳)

و: حافظ عامری کی قبر کے متعلق معروف ہے کہ لوگ راتوں میں ان کی قبر پر شب بیداری کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔(۴)

ز: ابوبکر اصفہانی کی قبر نیشاپور میں واقع ہے، لوگوں کی زیارت گاہ ہے، یہاں طلب باران کی دعا کی جاتی ہے اور دعا مستجاب ہوتی ہے۔(۵)

....

۱. وفیات الاعیان: ج۶، ص ۲۳۹.
۲. طبقات القراء: ج۲، ص۹۷.
۳. الجوهر المضيئة: ج۱، ص ۴۶۱.
۴. الغدیر: ج۵، ص ۲۰۲.
۵. وفیات الاعیان: ج۴، ص ۲۷۲.

ح: بانو نفیسہ کی قبر کے متعلق، ابن خلکان کا بیان ہے: ''ان کی قبر مصر میں ہے، ان کی قبر پر دعا مستجاب ہوتی ہے اور یہ مجرّب نسخہ ہے''۔(۱)

ط: نصر بن ابراہیم مقدسی شافعی کی قبر کے متعلق نووی کا بیان ہے: ''ہمارے اساتذہ نے بتایا کہ ان کی قبر پر بروز شنبہ (سنیچر) دعا قبول ہوتی ہے''۔(۲)

ی: ابوحسن مصری کی قبر کے متعلق انماطی کا بیان ہے: ''یہ قبر قرافہ میں واقع ہے اور یہاں دعا مستجاب ہوتی ہے''۔(۳)

ک: قاسم بن فیرہ شاطبی کی قبر کے متعلق مروی ہے کہ ان کی قبر قرافہ میں ہے جو معروف ہے، طبقات القراء نامی کتاب کے مصنف کا بیان ہے: ''میں نے اس قبر کی بارہا زیارت کی ہے، میرے بعض دوستوں نے مجھے بتایا تھا کہ اس قبر پر جاؤں، میں نے اس قبر پر دعا کی قبولیت کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے''۔(۴)

.....

۱. بانو نفیسہ، مولا علیؑ کی ذریت میں سے ہیں، آپ پرہیزگار خاتون تھیں، مصری لوگ ان کے بہت زیادہ معتقد ہیں، جب امام شافعی کی وفات ہوئی تو ان کا جنازہ نفیسہ کے گھر لے جایا گیا اور انھوں نے اس پر نماز پڑھی، نفیسہ کی وفات رمضان ۲۰۸ھ میں ہوئی؛ شوہر نے چاہا کہ ان کا جنازہ مدینہ لے جائیں لیکن مصریوں نے اصرار کیا کہ مصر میں ہی دفن کریں، اسی باعث اس مقام پر دفن کر دیا گیا جس مقام پر آج قبر موجود ہے یعنی قاہرہ کے نزدیک۔ معروف ہے کہ ان کی قبر پر دعا مستجاب ہوتی ہے۔(وفیات الاعیان: ج۵، ص۴۲۴) ذہبی سے منقول ہے: ''نفیسہ ایک پاکدامن اور صالح مومنہ خاتون تھیں، ان کی قبر پر دعا مستجاب ہوتی ہے بلکہ انبیائے الٰہی وصالحین کی قبور پر بھی دعا مقبول ہوتی ہے''۔(سیر اعلام النبلاء: ج۱۰، ص۱۰۷).

۲. شذرات الذهب: ج۵، ص۳۹۷.

۳. ایضاً.

۴. طبقات القراء: ج۲، ص۳۲.

علماء کا وہابیوں کی مخالفت کرنا

۱۔ معراج کے متعلق، سیوطی نے پیغمبر اکرمؐ کا قول مبارک نقل کیا ہے: ''میں جبرئیل کے ساتھ سواری پر سوار ہوا اور سفر کا آغاز کیا، جبرئیل نے مجھ سے کہا: سواری سے نیچے آ کر نماز ادا کیجئے، میں نے نماز ادا کی، جبرئیل نے پوچھا: آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے یہ نماز کہاں پڑھی ہے؟ آپ نے مدینہ میں نماز پڑھی ہے اور آپ ہجرت کر کے یہیں تشریف لائیں گے! ہم پھر سوار ہو کر چلے تو جبرئیل نے پھر کہا: سواری سے نیچے اتر نماز ادا کیجئے، میں نے وہاں نماز پڑھی، جبرئیل نے پوچھا: آپ کو معلوم ہے یہ کون سی جگہ ہے؟ یہ طور سینا ہے جہاں خدا نے جناب موسیٰ سے گفتگو کی تھی! ہم پھر سوار ہو کر چلے تو پھر جبرئیل نے کہا: سواری سے اتر کر نماز ادا کیجئے، میں نیچے اترا اور نماز ادا کی، جبرئیل نے کہا جس جگہ آپ نے نماز پڑھی ہے اس جگہ کا نام ''بیت اللحم'' ہے جہاں جناب عیسیٰ کی ولادت ہوئی۔(۱)

یہاں پر یہ سوال سر اٹھاتا ہے کہ جب عیسیٰ کا زچہ خانہ اس قابل ہو گیا کہ وہاں ختم المرسلین نماز ادا کریں! تو پھر فخر عیسیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زچہ خانہ اور مدفن اس قابل کیوں نہیں کہ وہاں نماز ادا کی جائے!؟۔(۲)

.....

۱. کشف الارتیاب: ص ۲۴۷.

۲. جس قبلہ کی جانب پوری امت مسلمہ رخ کر کے نماز پڑھتی ہے وہ بھی ایک زچہ خانہ ہے، جب ایک مبارک زچہ خانہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ اس کی جانب رخ کر کے نماز ادا کی جائے تو کیا رسول اسلامؐ کا مدفن اور ان کی جائے پیدائش اس قابل نہیں کہ وہاں جا کر سجدہ ریز ہوا جائے!؟۔(مترجم).

۲۔ابن تیمیہ کا شاگرد''ابن قیم جوزی''رقمطراز ہے:''جناب ہاجرہ اور اسماعیلؑ کی قربانی اور دونوں کے صبر وتحمل نے ان دونوں کو خدا کی جانب سے ایسی فضیلت ملی کہ ان کے قدم رکھنے کے مقامات مومنین کے لئے مقام عبادت قرار دیئے گئے''۔(۱)

کتنی حیرت کی بات ہے کہ ابن قیم اس بات کا معتقد ہے کہ جناب ہاجرہ اور جناب اسماعیلؑ کی قدم گاہ قیامت تک آنے والے مومنین کے لئے عبادت گاہ کی حیثیت رکھتی ہے! لیکن جب یہی شخص رسول اسلامؐ کے مدفن اور آپؐ کی قدمگاہ کے بارے میں گفتگو کرتا ہے تو کہتا ہے کہ جائز نہیں ہے!۔

۳۔ابن جزری کا بیان ہے:''صالحین کی قبریں،ایسے مقامات میں سے ہیں جہاں دعا مستجاب ہوتی ہے''۔(۲)

دعا:روبقبلہ یا قبر رسولؐ کی جانب رخ کرکے؟

ابن تیمیہ نے صحابہ کرام کی جانب یہ نسبت دی ہے کہ وہ لوگ قبر رسولؐ کی جانب رخ کرکے دعا نہیں مانگتے تھے بلکہ جب دعا کا قصد کرتے تھے تو اس وقت روبقبلہ ہوجایا کرتے تھے۔(۳)

.....

۱. کشف الارتیاب: ص۴۲۸، نقل از زاد المعاد. ابن قیم سے میں یہ سوال کروں گا کہ کیا اسماعیلؑ کی ذریت کے روشن چراغ''رسول اکرمؐ''نے جناب ہاجرہ اور جناب اسماعیلؑ کے برابر بھی قربانی نہیں دی کہ ان کی قدمگاہ مومنین کے لئے مقام عبادت بن جائے!؟۔(مترجم).

۲. حاشیة المواهب اللدنیة: ج۳، ص۴۰۶. کیا صالحین کی قبریں،قبر رسولؐ سے زیادہ عظمت واہمیت کی حامل ہیں کہ صالحین کی قبروں پر تو دعا مستجاب ہوجائے لیکن قبر رسولؐ پر دعا کرنا حرام ہو!؟۔(مترجم).

۳. رسالة زیارة القبور: ص۱۵۹.

ابن تیمیہ کا جواب

اس بات کے کئی جواب ہو سکتے ہیں جن میں سے چند جواب مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ابن تیمیہ نے صحابہ کی جانب نسبت تو دے دی ہے لیکن کسی صحابی کا نام نہیں لیا کہ فلاں صحابی نے فلاں موقع پر دعا کے وقت اپنا رخ قبر رسولؐ سے قبلہ کی جانب کرلیا تھا!، کم سے کم ایک صحابی کا نام تو ذکر کر دیتا! جب کہ اس نے تمام صحابہ کی جانب نسبت دی ہے!۔

دوسری جانب سے، ابن عمر جو کہ خود صحابی ہیں ان کا بیان ابن تیمیہ کے خلاف ہے، وہ کہتے ہیں: ''دعا کے وقت سنت ہے کہ قبر رسولؐ کی جانب رخ کریں اور پشت بقبلہ ہو کر کھڑے ہوں''۔(۱)

۲۔ دعا کے وقت قبر رسولؐ کی جانب رخ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ یعنی تم جس جانب رخ کرو گے اسی جانب خدا موجود ہوگا۔(۲)

۳۔تمام علماء نے ابن تیمیہ کے خلاف فتویٰ دیا ہے، جن میں سے چند نمونوں کا تذکرہ مندرجہ ذیل ہے:

الف: منصور نے امام مالک سے سوال کیا: دعا کے وقت، قبر رسولؐ کی جانب رخ کریں یا قبلہ کی جانب؟ امام مالک نے جواب دیا: آنحضرتؐ سے روگردانی کیوں کرتے ہو! جب کہ آنحضرتؐ تمہارے اور تمہارے بابا (آدمؑ) کے لئے قیامت

.....

۱. کشف الارتیاب: ص۲۴۷. الغدیر: ج۵، ص۱۳۴.

۲. سورۂ بقرہ/۱۱۵.

میں وسیلہ قرار پائیں گے، ان کی جانب رخ کر کے دعا کرو، ان سے شفاعت طلب کرو کہ خدا ان کی شفاعت کو قبول فرماتا ہے۔(۱)

اس سوال سے آشکار ہوتا ہے کہ قبر رسولؐ پر دعا مشہور و معروف امر ہے، جائز ہے اور اس کو ترجیح بھی دی گئی ہے؛ منصور کو صرف یہ معلوم کرنا تھا کہ قبر رسولؐ کی جانب رخ کر کے دعا کی جا سکتی ہے یا نہیں؟۔(۲)

ب: خفاجی کا بیان ہے: ''شافعی اور تمام علماء کا نظریہ ہے کہ دعا کرتے وقت قبر رسولؐ کی جانب رخ کریں اور قبلہ کی جانب پشت کریں، ابوحنیفہ سے بھی یہی منقول ہے''۔(۳)

ج: ابن ہمام حنفی کا بیان ہے: ''جو ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ قبر آنحضرتؐ کی جانب رخ کر کے دعا مانگی جائے، قابل قبول نہیں ہے کیونکہ ابن عمر کا بیان ہے: قبلہ کی طرف سے قبر کی طرف آئیں یعنی قبلہ کی جانب پشت اور قبر رسولؐ کی جانب رخ کر کے دعا کریں، ابوحنیفہ کے اعتبار سے یہ نظریہ صحیح ہے اور کرمانی نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ کا اس کے متعلق دوسرا نظریہ ہے، اگر ان دونوں باتوں کو ساتھ رکھا جائے تو کوئی نتیجہ نہیں نکل پائے گا کیونکہ پیغمبر اکرمؐ زندہ ہیں اور اپنے زائر کو دیکھ رہے ہیں اور جو بھی ان کی زندگی میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا وہ آپؐ کی جانب رخ کر کے ہی کھڑا ہوتا تھا نہ کہ پشت کر کے!''۔(۴)

.....

۱. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۳۷۶. المواهب اللدنية: ج۳، ص۴۰۹.

۲. الغدير: ج۵، ص۱۳۵. كشف الارتياب: ص۲۴۷. الشفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ: ج۲، ص۹۲.

۳. شرح الشفاء: ج۳، ص۵۱۷.

۴. ايضاً.

د: ابراہیم حربی نے کتاب مناسک میں نقل کیا ہے: ''قبر رسولؐ پر دعا کرتے وقت، قبر رسولؐ کی جانب رخ کیا جائے اور قبلہ کی جانب پشت کی جائے''۔(۱)

ہ: موسیٰ اصفہانی نے امام مالک سے نقل کیا ہے: ''جو بھی آنحضرتؐ کی زیارت کے لئے جائے اسے پشت بقبلہ اور قبر آنحضرتؐ کی جانب رخ کر کے کھڑا ہونا چاہئے پھر آنحضرتؐ پر درود بھیجے اور دعا کرے''۔

و: سمہودی کا بیان ہے: ''فرقہ شافعی کا نظریہ ہے کہ آنحضرتؐ کی قبر پر دعا کرتے وقت، قبلہ کی طرف پشت کی جائے اور قبر کی جانب رخ کیا جائے، ابن حنبل کا بھی یہی نظریہ ہے''۔(۲)

ز: سختیانی نے ابوحنیفہ سے نقل کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ ایوب سختیانی قبر رسولؐ سے نزدیک ہوئے، قبر آنحضرتؐ کی جانب رخ کر کے کھڑے ہوئے اور آہ و بکا میں محو ہو گئے۔(۳)

ح: ابن جماعت نے اپنا فتویٰ کچھ اس انداز میں بیان کیا ہے: ''زائر کو قبر رسولؐ سے دور کھڑا ہونا چاہئے تا کہ آنحضرتؐ کے روبرو قرار پائے، پھر قبر رسولؐ کی جانب رخ کرے اور پشت بقبلہ ہو کر دعا کرے اور حضورؐ کی خدمت میں سلام عرض کرے، البتہ کرمانی نے سب کی مخالفت میں لب ہلائے ہیں اور کہا ہے کہ آنحضرتؐ کی قبر کی طرف پشت کرے اور روبقبلہ ہو کر آنحضرتؐ کی خدمت میں سلام عرض کرے''۔(۴)

.....

۱. کشف الارتیاب: ص ۳۲۶. وفاء الوفاء: ج ۴، ص ۱۳۷۸.

۲. وفاء الوفاء: ج ۴، ص ۱۳۷۸.

۳. ایضاً.

۴. کشف الارتیاب: ص ۳۲۶. وفاء الوفاء: ج ۴، ص ۱۳۷۸.

ط: ابراہیم بن سعد کا بیان ہے: ''میں نے ابن منکدر کو مسجد میں وارد ہونے والے دروازہ میں نماز پڑھتے دیکھا، میں نے دیکھا کہ وہ نماز پڑھ کر واپس ہوئے اور تھوڑے پیچھے ہٹے، پھر قبلہ رو ہو کر کھڑے ہوئے اور دعا کی، پھر اپنے رخ کو قبلہ سے موڑا اور اپنے ہاتھوں کو اس طرح اٹھایا جیسے غلاف سے شمشیر نکلتی ہے اور دعا کرنے لگے، گویا کسی سے خدا حافظی کر رہے ہیں، مسجد سے آتے وقت تک یہی کام انجام دیا''۔(۱)

۴۔ قبر رسولؐ اور آنحضرتؐ کے مدفن پر دعا کرنے اور اس کو متبرک شمار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ مقام ابراہیم (جو کہ ایک پتھر ہے) پر نماز پڑھتے ہیں اس پتھر کی عظمت صرف اس لئے ہے کہ جناب ابراہیمؑ اس پتھر پر کھڑے ہوئے تھے، اس کے متعلق قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ یعنی مقام ابراہیم کو اپنی عبادت گاہ بناؤ۔(۲)

البتہ ابن تیمیہ کا نظریہ ہے: ''انبیائے الٰہی وصالحین کی قبروں کے نزدیک نماز پڑھنے سے بہتر خود اپنے گھروں میں نماز پڑھنا ہے''۔(۳)

ابن تیمیہ کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ اپنا دعویٰ ثابت کر سکے، یہاں تک کہ کسی ایک پیشوا نے بھی ایسا نہیں کہا ہے، یہ تو بہت دور کی بات ہے کہ اس دعوے کو تمام علماء کی جانب منسوب کیا جائے!۔

.....

۱. سیر اعلام النبلاء: ج۵، ص۳۵۸.

۲. سورۂ بقرہ/۱۲۵.

۳. وفاء الوفاء: ج۴، ص۱۳۷۸.

مقبروں کو مسجد قرار دینا

مروی ہے کہ خداوند عالم نے یہودیوں پر لعنت کی، کیونکہ انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو اپنے لئے مسجد قرار دے دیا تھا، پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ''خدایا! میری قبر کو بُت قرار نہ دینا کہ اس کی عبادت کی جائے! کیونکہ جن قوموں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد قرار دیا، ان پر خدا غضبناک ہے''۔(۱)

مذکورہ بالا روایت کا تنقیدی جائزہ

۱۔ اس روایت کی سند میں خدشہ پایا جاتا ہے، کیونکہ اس حدیث کو نسائی نے نقل کیا ہے اور اس کے سلسلۂ سند میں عبدالوارث کا نام بھی ہے، اس کو معتزلی کہا جاتا ہے اور لوگ اس کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھتے تھے، حماد نے بھی اس سے منقول روایات کی نہی کی ہے۔(۲)

اسی طرح اس روایت کی سند میں ابوصالح بھی ہے، جو مجہول المذہب ہے، یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ معتبر ہے یا ضعیف! شاید یہ ام ہانی کا غلام تھا کہ اس صورت میں ضعیف یا کذاب ثابت ہوتا ہے۔(۳)

اس روایت کو ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے لیکن اس سلسلۂ سند میں بھی عبداللہ بن عثمان (۴)؛ کا نام ہے، اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے یا روایت میں خطا کرتا تھا، نیز کہا گیا ہے کہ اس کی روایات مردود ہیں اور معروف نہیں ہیں۔

.....

۱. مسند احمد بن حنبل: ج۲، ص۲۴۶. الموطأ: ج۱، ص۱۷۲. صحیح بخاری: ص۴۸. صحیح مسلم: ص۱۹. المساجد: ج۱، ص۲۱۸.

۲. میزان الاعتدال: ج۲، ص۶۷۷. ۳. ایضاً: ج۴، ۵۳۸.

۴. ایضاً: ج۲، ص۴۵۹. الکامل فی الضعفاء: ج۴، ص۱۶۱.

ابن بہمان نے اس روایت کو مدینی سے نقل کیا ہے جس کو ہم نہیں پہچانتے، یہ روایت الموطأ میں بھی آئی ہے، لیکن جیسا کہ ابن عبد البر نے توضیح دی ہے کہ یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ اس روایت کی سند میں عطار بن یسار کا نام بھی آتا ہے جس نے پیغمبر اکرمؐ کو نہیں دیکھا ہے۔(۱)

دوسری جانب سے یہ روایت، ابن تیمیہ اور وہابیوں کے دعوے کو بھی ثابت نہیں کرتی، کیونکہ یہ لوگ یہ استفادہ کرتے ہیں کہ قبور و مزارات کے پاس نماز پڑھنا اور مسجد بنانا جائز نہیں ہے، جب کہ روایت کا ظاہر یہ بتاتا ہے کہ یہ روایت حبشہ کے چرچ سے مربوط ہے۔

اس بحث کا موضوع یہ تھا کہ اگر حبشہ کا کوئی نیک شخص مرتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے تھے اور اس کی دیواروں پر تصویریں بنا دیا کرتے تھے، لہٰذا ان پر لعنت کا سبب یہ تھا کہ وہ اپنے پیغمبروں کی قبروں پر مسجد بناتے تھے اور اس کی دیواروں پر بنی ہوئی تصویروں کی عبادت کرتے تھے جیسا کہ بتوں کے سامنے سر جھکایا جاتا تھا اور ان کی عبادت کی جاتی تھی۔

بہر حال روایت کا ظاہر بتا رہا ہے کہ اس طرح قبروں پر مساجد بنانا درست نہیں ہے، لیکن اگر کسی قبر کے اوپر مسجد بنائیں اور اس میں قبلہ رو ہو کر خدا کی عبادت کی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ دور حاضر میں بھی مسجد نبوی یا مسجد اموی دمشق میں نماز پڑھی جاتی ہے کہ جن میں پیغمبروں کی قبریں ہیں۔

.....

۱. الموطأ: ج ۱، ص ۱۷۲. سیر اعلام النبلاء: ج ۴، ص ۴۴۸.

اس روایت کے مفہوم کے سلسلہ میں علمائے اہل سنت کے نظریات

۱۔قرطبی کا بیان ہے: ''مساجد میں جو گزشتہ زمانوں میں تصویریں بنائی جاتی تھیں ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ ان کے ذریعہ ان بزرگ ہستیوں کو یاد رکھا جاسکے اور ان کی قبروں کے پاس خدا کی عبادت کی جائے، لیکن بعد میں آنے والی نسلیں یہ نہ سمجھ پائیں کہ ان کے بزرگوں نے یہ تصویریں کس لئے بنائی تھیں! انھیں شیطان نے گمراہ کیا اور وہ سمجھے کہ ان کے بزرگ ان تصویروں کی پوجا کیا کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ پیغمبر اکرمؐ نے اپنی امت کو اس عمل سے ڈرایا''۔(۱)

۲۔نووی کا بیان ہے: ''صاحب قبر کی جاگیر میں اس کی قبر پر عمارت بنانا مکروہ ہے، موقوفہ قبرستان میں عمارت بنانا حرام ہے، شافعی فرقہ کہتا ہے کہ قبروں پر رنگ کرنا یا ان کو پختہ بنانا مکروہ ہے''۔(۲)

۳۔قسطلانی کا بیان ہے: ''اس روایت کا مطلب ان لوگوں کی مذمت ہے کہ جو قبر کو مسجد قرار دیتے ہیں اور اس عمل پر سرزنش اس عمل کی حرمت کے باعث ہے، البتہ علمائے شافعیہ نے اس عمل کو مکروہ شمار کیا ہے''۔(۳)

.....

۱. ارشاد الساری: ج۳، ص۴۹۷. صحیح مسلم: ج۱، ص۱۹۷.

۲. شرح صحیح مسلم: ج۳، ص۶۲. ابن رفعہ کا بیان ہے: ''انبیائے الٰہی کی قبور کو پختہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، قبر پیغمبرؐ کی جانب نماز پڑھنا حرام ہے اور کسی زندہ شخص کے سامنے موجود ہوتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ امر نماز سے توجہ کے ہٹنے کا باعث ہے، دیگر انبیاء الٰہی کی قبور بھی قبر رسولؐ کے حکم میں ہی ہیں''۔(ارشاد الساری: ج۲، ص۹۷).

۳. ارشاد الساری: ج۹، ص۴۷۷.

۴۔ بندیجی کا بیان ہے: ''اس روایت کا مقصد یہ ہے کہ قبر کے سامنے مسجد بنائیں'' (۱)؛ مکروہ ہے کہ قبر کے کنارے مسجد بنائی جائے اور قبر کے سامنے نماز پڑھی جائے! لیکن اگر کسی مقبرہ کے اندر مسجد بنائیں تا کہ اس میں عبادت الٰہی انجام دی جائے تو میرے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ مقبرے اور مساجد موقوفہ مقامات ہیں، ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (۲)

۵۔ بیضاوی کا بیان ہے: ''چونکہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو قبلہ قرار دے دیا تھا اور ان کی جانب سجدہ کرتے تھے، گویا بت پرستی ہو رہی تھی لہٰذا پیغمبرؐ نے ان پر لعنت کی اور اپنی امت کو ڈرایا، اگر کوئی انسان کسی مقبرہ کے کنارہ اس غرض سے مسجد بنائے کہ اس میں عبادت الٰہی انجام پائے نہ کہ اس ارادہ سے کہ اس کو بت سمجھ کر پوجا کی جائے اور نماز میں اس کی جانب رخ کیا جائے تو ایسی صورت میں کوئی حرج نہیں ہے اور پیغمبر اکرمؐ کی نفرین ایسے شخص کو شامل نہیں ہوگی''۔ (۳)

۶۔ سندی کا بیان ہے: ''اس تحریر ''پیغمبروں کی قبروں کو مسجد قرار نہ دو'' کا مطلب یہ ہے کہ قبروں کو اپنا قبلہ قرار نہ دو اور ان کی جانب رخ کر کے نماز نہ پڑھو یا ان کے اوپر مسجد نہ بناؤ، شاید یہ کام اس لئے مکروہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں قبر کی پرستش وجود میں آتی ہے بالخصوص انبیائے الٰہی اور اولیاء الٰہی کی قبریں''۔ (۴)

---

۱. قبر، نمازی کے سامنے قرار پائے۔ (مترجم).

۲. لیجئے بندیجی نے مقبرہ کو مسجد کا درجہ دے دیا! اب ابن تیمیہ کیا کرے گا؟۔ (مترجم).

۳. ارشاد الساری: ج۳، ص ۴۷۹.

۴. سنن نسائی: ج۴، ص ۹۶.

۷۔نووی کا دوسری جگہ بیان ہے: ''علماء نے فرمایا ہے: پیغمبر اکرمؐ نے اپنی قبر اور دیگر قبور کو مسجد قرار دینے کی اس لئے نہی فرمائی کہ قبور کی تعظیم میں مبالغہ نہ ہو جائے جو فتنہ کا باعث قرار پائے! اور شاید گزشتہ امتوں کی مانند اس عمل کا نتیجہ کفر کی دلدل میں دھنسنا نہ ہو''۔ جب مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو صحابہ وتابعین نے یہ ضرورت محسوس کی کہ مسجد نبویؐ کو وسعت دی جائے لہٰذا پیغمبر اکرمؐ کی ازواج کے کمرے اور آنحضرتؐ کا مدفن بھی اسی احاطہ میں آ گیا، مدفن کے اردگرد اونچی چہار دیواری بنادی گئی تا کہ آپؐ کی قبر مسجد میں ظاہر نہ ہو اور لوگ اس کی جانب رخ کر کے نماز نہ پڑھیں، مروی ہے کہ اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ کہیں قبر رسولؐ کو مسجد قرار نہ دیا جائے تو آنحضرتؐ کی قبر اطہر کو آشکار کر دیتے لیکن یہی خوف تھا کہ آپؐ کی قبر کو مسجد بنالیا جائے گا۔(۱)

قبرستان میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء کے فتاویٰ

۱۔ امام مالک کا فتویٰ: ابن قاسم سے سوال کیا گیا: کیا ابن مالک کے نزدیک پوشیدہ قبر کے سامنے نماز پڑھ سکتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: مالک کی نظر میں قبرستان میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور وہ خود بھی قبرستان میں قبروں کے درمیان نماز پڑھتے تھے؛ ایسی روایات بھی موجود ہیں کہ بعض صحابہ کرام، قبرستان میں نماز پڑھتے تھے۔(۲)

۲۔عبدالغنی نابلسی کا فتویٰ: اگر کوئی شخص کسی صالح انسان کی قبر کے پاس مسجد تعمیر کرے اور اس کا مقصد اس قبر کی تعظیم یا سجدہ کرنا نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے

.....

۱. شرح النووی: ج۵، ص۱۴.

۲. المدونة الکبریٰ: ج۱، ص۹۰.

جیسا کہ مسجد الحرام میں مرقد اسماعیل کے پاس نماز پڑھنا دیگر مقامات سے بہتر ہے۔(۱)

اس طرح دوسرے مقام پر کہتے ہیں: ''اگر کسی قبر کے پاس مسجد بنا دی جائے یا کوئی قبر مسجد کے احاطہ میں آجائے، یا وہ قبر کسی ولی خدا یا کسی عالم کی ہو، متبرک ہو اور وہاں دعا مستجاب ہوتی ہو تو ان امور میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ انسان کے عمل کا دارومدار خود اس کی نیت پر ہوتا ہے''۔(۲)

۳۔کوثری سے منقول ہے کہ ابی مالکی نے فرمایا: ''کسی صالح شخص کی قبر کے نزدیک مسجد بنانا اور اس کے مقبرہ میں یہ سمجھتے ہوئے نماز پڑھنا کہ وہ متبرک ہے یا وہاں دعا قبول ہوگی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ قبر اسماعیل بھی مسجد الحرام میں کعبہ کے پاس واقع ہے اور وہاں نماز پڑھنا دیگر مقامات سے بہتر ہے''۔(۳)

۴۔بغوی کا بیان ہے: ''بعض علماء کا نظریہ ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ جگہ صاف اور پاک و پاکیزہ ہو۔ روایت میں آیا ہے کہ عمر نے انس بن مالک کو ایک قبر کے کنارہ نماز پڑھتے دیکھا تو کہا: یہ قبر ہے، یہ قبر ہے، لیکن یہ حکم نہیں دیا کہ اپنی نماز دوبارہ پڑھیں۔ اس طرح مرقوم ہے کہ حسن بصری بھی قبرستان میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ نیز مالک کا بیان ہے: قبرستان میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے''۔

وہ روایت جو قبرستان اور حمام میں نماز پڑھنے کو منع کرتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ حمام میں عام طور سے گندگی ہوتی ہے اور قبرستان کی خاک بھی مردوں کے ذرات

....

۱. الحدیقة الندیة: ج۲، ص ۶۳۱.

۲. ایضاً.

۳. المقالات الکوثری: ص ۲۴۶. شرح صحیح مسلم: ج ۲، ص ۲۳۴.

سے آمیختہ ہوتی ہے، لہٰذا منع کرنے کی دلیل جگہ کا پاک نہ ہونا ہے۔ لیکن اگر وہاں پاک مقام یا عمارت بنادی جائے تو اس میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۱)

ان فتووں کے ہوتے ہوئے بھی کیا وہابیوں میں اتنی جرأت ہے کہ وہ قبرستان یا مقبرہ میں نماز پڑھنے والے پر کفر وشرک کا فتویٰ لگائیں! اور یہ دعویٰ کریں کہ یہ شخص صاحب قبر کی عبادت کر رہا ہے! ہم وہابیوں کو جواب دیں گے کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ انس بن مالک اور حسن بصری جیسے نامور صحابہ بھی قبروں کے درمیان نماز پڑھتے تھے!۔

☆☆☆

۱. شرح السنة: ج۲، ص۳۹۸.

ساتویں فصل

مقبروں کی مرمت اور گنبد بنانا

وہابیوں کا نظریہ

وہابی فرقہ، قبروں کی مرمت، تعمیر کرنا اور گنبد بنانا ممنوع قرار دیتا ہے اور ان کاموں کو شرک وکفر شمار کرتا ہے، وہابیوں کے مطابق: قبریں اور ان کے گنبد ویران ہو جانے چاہئیں، ان کے نظریہ کے مطابق چند فتاویٰ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔صنعانی کا فتویٰ: مزار یا بارگاہ، بت کی مانند ہے، جو کام عہد جاہلیت میں بت پرست انجام دیتے تھے وہی کام قبر پرست افراد انجام دے رہے ہیں، انھوں نے اس کا نام بُت رکھا تھا اور ان لوگوں نے ولی خدا کا مزار نام رکھا ہے لیکن ان کا کام بھی ویسا ہی ہے اور نام کا بدلنا انھیں بت پرستی کی دلدل سے باہر نہیں نکال سکتا۔(۱)

....

۱. کشف الارتیاب: ص ۲۸۶. تطہیر الاعتقاد سے ماخوذ.

۲۔ابن تیمیہ کے شاگرد ''ابن قیم جوزی'' کا فتویٰ: مقبرے اور بارگاہیں بھی بت پرستی کے عنوان میں داخل ہیں لہٰذا ان کا منہدم کرنا واجب ہے، اگر اس کام پر قدرت ہو تو ان مزارات کو ایک لمحہ کے لئے بھی قائم نہیں چھوڑنا چاہئے، کیونکہ وہ لات وعزیٰ کی مانند ہیں اور یہ سب سے بڑا شرک ہے۔(۱)

۳۔وہابیوں نے شیخ الرکب مغربی کے جواب میں صراحتاً تحریر کیا ہے: ''انبیائے الٰہی اور دیگر قبروں پر اس مقصد سے گنبد بنانا کہ ان کی تعظیم کی جائے، ان واقعات میں سے ہے جن کی پیغمبر اکرمؐ نے خبر دی تھی، آنحضرتؐ نے فرمایا: جب تک میری امت کا ایک گروہ مشرک نہیں ہو جائے گا اور بت پرستی میں ملوث نہیں ہو جائے گا تب تک قیامت نہیں آئے گی''۔(۲)

۴۔وہابیوں کا مشہور ومعروف قاضی ''عبداللہ بن سلیمان بن بلسید'' نے ام القریٰ نامی روزنامہ (اخبار) میں ۱۳۴۵ھ میں بیان دیا تھا: ''پانچویں صدی تک قبروں پر گنبد نہیں بنایا جاتا تھا، یہ بدعت پانچویں صدی کے بعد رائج ہوئی''۔(۳)

۵۔علمائے مدینہ سے منسوب جواب میں مرقوم ہے: ''علماء کا اجماع ہے کہ قبر پر عمارت بنانا ممنوع ہے اور اس کی دلیل صحیح روایات ہیں؛ بہت سے علماء نے علی ابن ابی طالبؑ کی روایت سے استناد کرتے ہوئے فتویٰ دیا ہے کہ قبروں کا منہدم کرنا واجب ہے، اس روایت میں علیؑ نے ابو ہیاج سے فرمایا: میں تمہارے سپرد ایسا امر کر رہا ہوں جو پیغمبر اکرمؐ نے میرے سپرد کیا تھا، کسی بھی تصویر کو نابود کئے بغیر مت چھوڑنا اور قبروں کے بلند حصہ کو توڑ کر ہموار کر دینا''۔

ہم مذکورہ بالا روایت کے بارے میں آئندہ بحث کریں گے۔''انشاء اللہ''

.....

۱. زاد المعاد: ص ۶۶۱.
۲. کشف الارتیاب: ص ۲۸۷.
۳. کشف الارتیاب: ص ۲۸۷.

وہابیوں کے فتاویٰ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

۱۔ وہابیوں نے جو اجماع کا دعویٰ کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ ان کے دعوے کے برخلاف، علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ وہابیت کے وجود سے پہلے تمام علماء، فقہاء، دانشمندان یہاں تک کہ عوام کی بھی یہی سیرت تھی (۱)؛ مسلمانوں کی سیرت خود ایک عملی اجماع ہے جو ثابت کرتا ہے کہ شریعت کی جانب سے اجازت تھی۔

صنعانی کا سوال: خود صنعانی نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے وہ اپنی کتاب ''تطہیر الاعتقاد'' میں ایک سوال کر کے خود ہی اس کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہے: ''یہ موضوع تمام اسلامی ممالک میں رائج ہے، کوئی بھی اسلامی ملک ایسا نہیں جس میں مزارات نہ ہوں! یہاں تک کہ مسلمانوں کی بہت سی مساجد میں قبر اور مزار موجود ہیں۔ کیا عقل اس بات کو قبول کرتی ہے کہ عوام ایسا برا کام انجام دیں لیکن علماء وفقہاء خاموش رہیں؟''۔

صنعانی کا جواب: ''اگر انصاف پسند نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ کام بہت پرانا ہے اور نسل در نسل چلا آرہا ہے، اس کام میں عوام آگے آگے رہتی ہے اور کسی کی بات سننے پر آمادہ نہیں ہوتی، یہاں تک کہ جو لوگ اپنے علم وفضل کے دعویدار ہیں، جو منصب قضاوت پر فائز ہیں، جو تدریس کرتے ہیں اور جو مفتی ہیں غرض تمام صاحبان مناصب عوام کی پیروی کرتے ہوئے قبروں کی تعظیم کرتے ہیں، لیکن ہم سب جانتے ہیں کہ ایک ناپسندیدہ کام کے مقابل علماء کا خاموش رہنا اس کے جواز پر دلیل نہیں ہے!''۔

---

۱. یعنی تمام لوگ جائز شمار کرتے تھے۔ (مترجم)۔

یہاں پہونچ کر یہ بیان کرنا لازم ہے کہ: ''صنعانی نے اس مسئلہ میں مکمل طریقہ سے مسلمانوں کی سیرت کو تسلیم کیا ہے اور کہہ دیا ہے کہ تمام لوگ، یہاں تک کہ عرفاء، علماء، فقہاء اور دیگر صاحبان مناصب اس عمل کے معتقد ہیں''۔

اب ہم صنعانی سے سوال کرتے ہیں: ''کیا مسلمانوں کی سیرت سے بھی قوی کوئی اور دلیل ہے! جس کی بنا پر ان امور کو حرام قرار دے دیا؟ کیا اس سے بھی قوی کوئی دلیل ہے کہ ایک عمل کو نسل در نسل انجام دیا جارہا ہے؟ جیسا کہ خود ابن تیمیہ نے اپنی گفتگو میں اقرار کیا ہے!''۔

انشاء اللہ آئندہ بحثوں میں دیکھیں گے کہ مسلمانوں کی یہ عملی سیرت تاریخی کتابوں میں درج ہے۔

۲۔ کسی ایک وہابی کی نظر میں ایک روایت کا صحیح اور صریح ہونا دلیل نہیں کہ وہ دوسرے لوگوں کی نظروں میں بھی صحیح اور صریح ہو! لہٰذا ایک وہابی یہ استناد کیسے کرسکتا ہے کہ اس روایت پر اجماع ہے؟۔

۳۔ خود اس وہابی (ابن تیمیہ) کی باتوں میں تضاد پایا جاتا ہے کیونکہ وہ ایک جگہ کہتا ہے کہ بہت سے علماء نے قبروں کے انہدام کا حکم دیا ہے اور دوسری جگہ کہتا ہے کہ تمام علماء کا اجماع ہے کہ قبر بنانا ممنوع ہے!۔

اگر تمام علماء کا اجماع ہے تو پھر تمام علماء نے قبر کے انہدام کا فتویٰ کیوں نہیں دیا؟ بلکہ وہابیوں کے دعوے کے مطابق بعض علماء نے انہدام کا فتویٰ دیا ہے!۔

حضرت علیؑ سے مروی روایت پر اعتراضات

اس روایت کو تین لوگوں نے ''وکیع'' کے حوالہ سے نقل کیا ہے جن کے اسماء یہ ہیں: ''یحییٰ بن یحییٰ۔ ابوبکر بن ابی شیبہ۔ زہیر بن حرب'' خود وکیع نے اس روایت کو ''سفیان''

سے، اس نے ''حبیب ابن ثابت'' سے انھوں نے ''ابووائل'' سے انھوں نے ''ابو ہیاج اسدی'' سے نقل کیا ہے، ابو ہیاج کا بیان ہے: ''میں تمھیں اس امر پر مامور کر رہا ہوں جس امر پر مجھے پیغمبر اکرمؐ نے مامور کیا تھا کہ کسی تصویر کو نابود کئے بغیر نہ چھوڑنا اور جو قبر کا بلند حصہ نظر آئے اس کو ہموار کر دینا''۔(۱)

راوی شناسان کی نظر میں اس روایت کی سند میں خدشہ پایا جاتا ہے، بعض راویوں کے متعلق ان کے نظریات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ وکیع ابن جراح رواسی کے بارے میں کہا گیا ہے:

الف: عبداللہ بن احمد بن حنبل کا بیان ہے ''میرے والد نے مجھ سے فرمایا: وکیع کی بہ نسبت، ابن مہدی روایت میں زیادہ تبدیلی کرتا ہے، لیکن ابن مہدی کی بہ نسبت وکیع کی غلطیاں بہت زیادہ ہیں؛ اسی طرح دوسری جگہ کہتے ہیں: میرے والد نے مجھ سے کہا کہ وکیع نے پانچ سو روایات میں غلطی کی ہے''۔(۲)

ب: ابن مدینی کا بیان ہے: ''وکیع، روایت میں الفاظ کا تلفظ صحیح طریقہ سے ادا نہیں کر پاتا تھا اور تمام لوگ اس کے تلفظ سے تعجب کرتے تھے!''۔(۳)

ج: محمد بن نصر مروزی کا بیان ہے: ''وکیع، حافظ حدیث تھا یہی سبب ہے کہ وہ الفاظ میں بہت زیادہ ہیرا پھیری کرتا تھا(۴)؛ گویا صرف روایت کے معنی نقل کر دیتا تھا، وہ عربی زبان بھی نہیں تھا''۔(۵)

.....

۱. صحیح مسلم: ج۳، ص ۶۱. سنن ترمذی: ج۲، ص ۲۵۶.

۲. تهذیب الکمال: ج۳۰، ص ۴۷۱. ۳. میزان الاعتدال: ج۴، ص ۳۳۶.

۴. نعیم بن حماد کے مطابق: وکیع شراب پیتا تھا۔ (تاریخ بغداد: ج۱۳، ص ۷۲).

۵. تهذیب الکمال: ج۲، ص ۱۶۹.

۲۔اس حدیث کا دوسرا راوی ''سفیان'' ہے؛ اس کے بارے میں کچھ اس طرح کے نظریات ہیں:

الف: ذہبی کا بیان ہے: ''سفیان کی چالاکیوں میں سے ایک چالاکی یہ تھی کہ وہ اپنی دھوکہ بازی کے ذریعہ ضعیف راوی کو قابل اعتماد راوی بتاتا تھا''۔(۱)

ب: ابن مبارک کا بیان ہے: ''سفیان روایت نقل کر رہا تھا کہ میں اس کے پاس پہونچ گیا، میں نے دیکھا کہ وہ نقل روایت میں دھوکہ دھڑی سے کام لے رہا ہے، لیکن جب اس نے مجھے دیکھا تو شرمندگی کا اظہار کرنے لگا اور کہنے لگا: میں تم سے روایت نقل کروں گا''۔(۲)

ج: ابوبکر کا بیان ہے: ''میں نے یحییٰ سے سنا: سفیان ثوری نے بہت کوشش کی کہ وہ اپنی دھوکہ بازی سے ایک ضعیف راوی کو مؤثق ثابت کر سکے لیکن میرے سامنے اس کا چراغ نہ جل سکا''۔(۳)

د: یحییٰ بن معین کا بیان ہے: ''ابواسحاق سے منقول روایات کے سلسلہ میں کوئی شخص سفیان سے زیادہ آگاہ نہیں لیکن سفیان روایات میں دھوکہ دھڑی سے کام لیتا تھا''۔(۴)

۳۔اس روایت کا ایک راوی ''حبیب بن ابی ثابت'' ہے، اس کے متعلق مندرجہ ذیل نظریات ہیں:

.....

۱. میزان الاعتدال: ج۲، ص۱۶۹.

۲. تهذیب التهذیب: ج۱۱، ص۲۱۸.

۳. ایضاً: ج۳، ص۱۷۹.

۴. الجرح و التعدیل: ج۴، ص۲۲۵.

الف: ابن حبان کا نظریہ ہے: ''ابن ابی ثابت، روایات میں چال بازی سے کام لیتا تھا''۔(۱)

ب: عقیلی کا بیان ہے: ''ابن ابی ثابت، عطا سے روایات نقل کرتا تھا اور عطا کی روایات قابل توجہ نہیں ہیں''۔(۲)

ج: دوسری جگہ عقیلی کا بیان ہے: ''ابن ابی ثابت پر ابن عون نے اعتراض کیا ہے اور اس کو معیوب شمار کرتا ہے''۔(۳)

د: قطان کا بیان ہے: ''اس نے روایات کے علاوہ دیگر مطالب بھی عطا سے ہی نقل کئے ہیں جو قابل توجہ نہیں ہیں''۔

ہ: ابن خزیمہ کا بیان ہے: ''ابن ابی ثابت، نقل روایات میں چال باز تھا''۔(۴)

۴۔ اس روایت کا ایک راوی ''ابو وائل'' ہے، یہ دشمن علیؑ تھا اور اس کے دل میں علیؑ کا کینہ تھا لہٰذا یہ قابل اعتماد نہیں ہے، کیونکہ رسول خداؐ نے علیؑ سے فرمایا: ''اے علی! تم سے دوستی صرف مومن کرے گا اور تمہارا دشمن صرف منافق ہوگا''۔(۵)

....

۱. تهذيب التهذيب: ج۲، ص۱۷۹. تقريب التهذيب: ج۱، ص۱۴۶.

۲. ایضاً.

۳. ميزان الاعتدال: ج۱، ص۴۵۱.

۴. تهذيب التهذيب: ج۲، ص۱۷۹. شرح نهج البلاغه: ج۴، ص۹۹. وہ عثمانی تھا اور علیؑ کی برائی کیا کرتا تھا.

۵. تهذيب التهذيب: ج۴، ص۳۱۷. شرح نهج البلاغه: ج۴، ص۹۹. یہ دشمن علیؑ تھا اور عثمانی المذہب تھا۔ (تاريخ بغداد: ج۹، ص۲۷).

علیؑ کی جانب منسوب روایت کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

اس قسم کی روایت کو ''شاذ'' کہا جاتا ہے، یعنی اس روایت کو صرف ایک شخص نے نقل کیا ہے جو ابو ہیاج کے نام سے معروف ہے، سیوطی کا بیان ہے: ''حدیث کی کتابوں میں فقط یہی ایک ایسی روایت ہے جو ابو ہیاج سے منقول ہے''۔(۱)

دوسری جانب سے یہ روایت وہابیوں کا دعویٰ ثابت نہیں کرتی کیونکہ اس روایت میں قبر کے بلند حصہ کو ہموار کرنے کا حکم دیا جارہا ہے نہ کہ زمین بوس کرنے کا حکم، کہ زمین سے بلند نہ ہو!۔

بہرحال اس روایت کا تین طریقہ سے مطلب حاصل کیا جاسکتا ہے:

۱۔قبروں کو نابود کردینا۔

۲۔قبروں کی عمارت کو زمین بوس کردینا۔

۳۔قبروں کی عمارت کو ہموار کردینا۔

پہلے مطلب کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ احتمال سیرت صحابہ کے خلاف ہے۔

دوسرا احتمال بھی قابل قبول نہیں ہے کیونکہ قبر کو زمین سے ایک بالشت بلند رکھنا یقینی سنت ہے۔

تیسرا احتمال زیادہ قابل قبول ہے کیونکہ روایات میں وارد ہوا ہے کہ قبر کو اونٹ کے کوہان کی طرح بلند مت کرو بلکہ ہموار کرو، نووی وقسطلانی جیسے علمائے اہل سنت نے بھی اسی نظریہ کو قبول کیا ہے۔

.....

۱. یعنی اس روایت کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں دیکھی گئی جس میں ابو ہیاج کا وجود ہو۔(مترجم).

نووی کا بیان ہے: ''سنت ہے کہ قبر زمین سے زیادہ بلند نہ ہو بلکہ ایک بالشت کے اندازہ سے بلند ہو اور قبر میں نشیب و فراز بھی نہ ہوں یعنی قبر کا اوپری حصہ ہموار ہونا چاہئے''۔(۱)

قسطلانی کا بیان ہے: ''سنت ہے کہ قبر کا اوپری حصہ ہموار کیا جائے اور صرف یہ سوچتے ہوئے سنت سے روگردانی نہیں کی جاسکتی کہ یہ رافضیوں (شیعوں) کا عمل ہے''۔

قسطلانی نے ابو ہیاج کی روایت کو قبر ہموار کرنے والی روایت کے منافی شمار نہیں کیا ہے اور آگے بیان کیا ہے: ''یہ حدیث یہ نہیں کہتی کہ قبروں کو زمین بوس کردو، بلکہ یہ بیان کررہی ہے کہ قبروں کو ہموار کیا جائے، اگر روایات کو ایک جگہ جمع کیا جائے تب بھی یہی نتیجہ حاصل ہوتا ہے''۔

صحابہ کرام اور مسلمانوں کی سیرت

بیت المقدس کے اردگرد انبیائے الٰہی کی قبریں مثلاً: قبر جناب داؤد، قبر جناب ابراہیمؑ، قبر جناب اسماعیلؑ، قبور جناب اسحاق و یعقوبؑ اور قبر جناب یوسفؑ پر عالیشان اور بلند و بالا عمارتیں تعمیر ہیں، ان قبروں پر اسلام سے قبل بڑے بڑے پتھر لگے ہوئے تھے اور فتح بیت المقدس کے بعد بھی پہلی ہی حالت پر باقی رہیں۔(۲)

ابن تیمیہ نے بھی خود اقرار کیا ہے کہ ''فتح بیت المقدس تک صحابہ کے دور میں جناب ابراہیمؑ کی قبر پر مقبرہ تعمیر تھا لیکن ۴۰۰ھ تک بند تھا''۔

.....

۱. المجموع: ج۵، ص۲۲۹.

۲. کشف الارتیاب: ص۴۸۴. درر الاخبار: ج۲، ص۱۸۵. معالم الزلفی: ص۱۰۸.

اس میں کوئی شک نہیں کہ فتح بیت المقدس کے وقت ان عمارتوں کو عمر نے یقیناً دیکھا تھا لیکن ان عمارتوں کو منہدم کرنے کا حکم نہیں دیا!۔

ابن باہید کا دعویٰ ہے کہ مقبروں کا رواج پانچویں صدی سے ہوا اور اس سے پہلے مقبروں کی تعمیر رائج نہیں تھی، لیکن تاریخ اس دعوے کے خلاف ہے، کیونکہ بعض ایسی قبریں بھی ہیں جو پانچویں صدی سے پہلے بھی تھیں اور ان پر مقبرے تعمیر تھے یہاں تک کہ بعض قبریں پہلی اور دوسری صدی میں تھیں، ان میں سے چند قبروں کی جانب اشارہ کرنا مناسب ہے:

۱۔ پیغمبر اکرمؐ کی قبر مبارک کا حجرہ۔

۲۔ جناب حمزہؓ کی قبر پر مسجد کی عمارت۔

۳۔ پیغمبر اسلامؐ کے فرزند ''ابراہیم'' کی قبر، جو محمد بن زید بن علیؑ کے بیت الشرف میں واقع ہے۔

۴۔ ابن افلح کے گھر میں واقع سعد بن معاذ کی قبر، اس قبر پر عمر ابن عبد العزیز کے دور حکومت میں دوسری صدی کے دوسرے حصہ میں گنبد تعمیر کیا گیا۔(۱)

۵۔ قبر زبیر کا مقبرہ جو ۳۸۶ھ میں تعمیر کیا گیا۔

۶۔ عبید اللہ بن محمد بن عمر بن علیؑ کی قبر، جو چوتھی صدی میں تعمیر ہوئی۔

قبر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرمت

۱۔ حضور اکرمؐ کا جنازہ، حجرہ میں دفن کیا گیا، اگر مقبرہ بنانا حرام ہوتا تو صحابہ پہلے اس حجرہ کو منہدم کرتے! کیونکہ وہابیوں کے دعوے کے مطابق: اگر مقبرہ اور بت پرستی

.....

۱. وفاء الوفاء: ج۲، ص۵۴۵. کشف الارتیاب: ص۴۲۴.

میں کوئی فرق نہیں ہے تو ان باتوں میں بھی کوئی فرق نہیں کہ مقبرہ، دفن سے پہلے بنایا گیا ہو یا دفن کے بعد!۔ بہر حال گزشتہ زمانوں سے آج تک قبر رسولؐ پر گنبد موجود ہے۔(۱)

۲۔ پیغمبر اکرمؐ کے بیت الشرف میں دیوار نہیں تھی، اور پہلی بار یہ دیوار عمر ابن خطاب نے تعمیر کرائی۔(۲)

۳۔ عائشہ نے قبر رسولؐ اور اپنے حجرہ کے درمیان دیوار تعمیر کرائی اور پھر اس حجرہ میں سکونت پذیر بھی ہوئیں اور نماز بھی ادا کرتی تھیں؛ لوگ شفا کی خاطر پیغمبرؐ کی قبر مبارک سے خاک لے جاتے تھے تو عائشہ نے دیوار تعمیر کرادی اور اس میں ایک روشندان کھلا چھوڑ دیا، جب روشندان سے بھی لوگ خاک لے جانے لگے تو وہ روشندان بھی بند کرادیا!۔(۳)

۴۔ عبداللہ بن زبیر نے قبر رسولؐ پر مقبرہ تعمیر کرایا لیکن کچھ عرصہ بعد اس کی دیوار گر گئی۔

۵۔ عمر ابن عبد العزیز نے حضرتؐ کے بوسیدہ مقبرہ کو توڑا اور پھر دوبارہ تعمیر کرایا، چہار دیواری بھی بنوائی اور دیواروں پر سنگ مرمر بھی لگوائے، جب بوسیدہ عمارت کو توڑا گیا تو تین قبریں نظر آئیں۔(۴)

.....

۱. قبر رسولؐ پر گنبد کا ہونا اس بات کا منھ بولتا شاہکار ہے کہ مقبرہ بنانا جائز ہے کیونکہ حضور اکرمؐ کی قبر پر گنبد، صحابہ کے زمانہ میں بھی موجود تھا اور صحابہ نے کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اگر گنبد بنانا حرام ہوتا تو صحابہ یہ برداشت نہیں کرتے۔(مترجم).

۲. وفاء الوفاء: ج۲، ص ۵۴۱.
۳. ایضاً: ص ۵۴۴.
۴. ایضا: ص ۵۴۷.

۶۔ متوکل عباسی کے دور حکومت میں، اس حجرہ میں دوبارہ سنگ مرمر لگوائے گئے۔
۷۔ مقتفی عباسی کے دور حکومت میں اس مقبرہ کی مرمت ہوئی اور صندل کی لکڑیوں سے مزین کیا گیا۔
۸۔ مستضیئ کے دور حکومت میں دیوار گر گئی اور اس کی دوبارہ تعمیر کرائی گئی ۶۵۴ھ میں آنحضرتؐ کے روضۂ مبارک میں آگ لگ گئی اور مستعصم عباسی کے دور حکومت میں مرمت کرائی گئی اور ملک منصور و ملک مظفر کے دور حکومت کے اسباب و وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے تعمیر مکمل ہوئی۔
۹۔ حضور اکرمؐ کی قبر شریف کا پہلا گنبد ملک منصور کے دور حکومت میں تعمیر ہوا، احمد بن عبد القوی نے ۶۷۸ھ میں آسمانی رنگ کا گنبد تعمیر کرایا۔(۱)

صحابہ اور دیگر افراد کی قبریں

۱۔ منقول ہے کہ عقیل نے اپنے گھر میں کنواں کھودا تو اس کنویں میں ایک تختی ملی، جس پر لکھا ہوا تھا ''یہ ام حبیبہ کی قبر ہے''(۲)؛ انھوں نے اس کنویں کو بند کر دیا اور اس پر مقبرہ تعمیر کرا دیا۔
۲۔ ہارون رشید نے دوسری صدی میں امیر المومنینؑ کی قبر اطہر پر گنبد تعمیر کرایا(۳)

.....

۱. کشف الارتیاب: ص ۴۰۰. وفاء الوفاء: ج ۲، ص ۵۷۳.
۲. یہ بات سمجھ سے باہر ہے کیونکہ اگر ام حبیبہ سے مراد رسول اسلامؐ کی زوجہ ہی ہیں تو یہ محال ہے کہ عقیل کو ان کی قبر کا علم نہ ہو کیونکہ ان دونوں کی زندگی کا ایک ہی دور تھا.
۳. چوتھی صدی کے شاعر ''حسین بن حجاج'' نے قصیدہ بھی لکھا جس میں گنبد کا تذکرہ کیا: اے سرزمین نجف پر سفید گنبد کے مالک! جو آپ کی زیارت کرے اور آپ کے وسیلہ سے شفا طلب کرے تو خدا اسے شفا عطا فرماتا ہے.

۳۔خطیب بغدادی کا بیان ہے: ''امام کاظمؑ کو شونیز نامی قبرستان میں دفن کیا گیا، ان کی قبر معروف زیارتگاہ ہے، ان کی قبر پر ایک عظیم بارگاہ تعمیر ہے جس میں انواع و اقسام کے فانوس، قندیلیں اور عالیشان فرش بھی موجود ہیں''۔(۱)

۴۔امام رضاؑ کو اسی مقبرہ میں دفن کیا گیا جس مقبرہ میں ہارون رشید کو دفن کیا گیا تھا، تاریخی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مامون نے اپنے باپ کا مقبرہ ۲۰۰ھ میں تعمیر کرایا تھا۔

۵۔حبیب بن اوس طائی نے ۲۳۰ھ میں ابوتمام طائی کی قبر پر عالیشان مقبرہ تعمیر کرایا۔

۶۔حسن بن سہل کی بیٹی نے ۲۷۱ھ میں ''پوران'' کی قبر پر مقبرہ تعمیر کرایا۔

۷۔ ذہبی کا بیان ہے: ''متوکل کے حکم سے ۲۳۶ھ میں امام حسینؑ کی قبر مبارک اور چہار دیواری ویران کردی گئی، متوکل کے اس عمل سے مسلمانوں میں غم کی گھٹا چھا گئی؛ بغداد کے لوگوں نے مسجد کے در و دیوار پر متوکل کے خلاف باتیں لکھیں، اس زمانہ کے شاعروں نے بھی اپنے اشعار میں اس کی ہجو کی، مثلاً: خدا کی قسم! بنی امیہ نے دختر پیغمبرؐ کی اولاد پر ظلم و ستم کئے، آج پھر بنی عباس بھی بنی امیہ کی مانند آل رسولؐ پر مظالم ڈھانے لگے! ان کی قبر کو ویران کردیا، انھیں افسوس تھا کہ قتل حسینؑ میں شریک نہ ہوسکے لہٰذا اپنی آرزو پوری کرنے کے لئے قبر سے انتقام لے رہے ہیں''۔(۲)

.....

۱. وفیات الاعیان: ج۵، ص۳۱۰.

۲. تاریخ الاسلام: ذهبی، ج۱۷، ص۱۸. کشف الارتیاب: ص۳۰۸. وفاء الوفاء: ج۲، ص۸۴.

وہابیت کا تنقیدی جائزہ

جیسا کہ معلوم ہوگیا کہ بلہید کا دعویٰ بے بنیاد اور دلیل سے عاری ہے کیونکہ ہم نے ثابت کیا کہ پانچویں صدی سے قبل بھی مقبرے تعمیر کئے جاتے تھے، اگر مقبروں کا بنانا حرام ہوتا تو اس عمل سے منع کیا جاتا اور شرک سے تعبیر کیا جاتا، بالخصوص ہارون و مامون کے دور حکومت میں کہ ان زمانوں میں علماء کی کثرت تھی لیکن کسی بھی عالم وفقیہ نے اس عمل کی بابت ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا جب کہ ان علماء نے قرآن کے متعلق مامون کے نظریہ کی مخالفت بھی کی اور زندان کے شکنجے بھی برداشت کئے!۔

۸۔ خطیب بغدادی، سلمان فارسیؓ کی قبر کے متعلق بیان کرتے ہیں: ''سلمان فارسیؓ کی وفات ۳۶ھ میں ہوئی، ان کی بارگاہ معروف ہے جو ایوان کسریٰ کے نزدیک ہے، ان کی قبر پر عالیشان عمارت تعمیر ہے اور وہاں خادم بھی موجود ہیں جو اس بارگاہ کی محافظت کرتے ہیں''۔(۱)

۹۔ ابن بطوطہ، طلحہ کی قبر کے متعلق بیان کرتے ہیں: ''طلحہ، جنگ جمل ۳۶ھ میں قتل ہوئے، ان کی قبر شہر کے اندر ہے، ان کی قبر پر گنبد اور مسجد تعمیر کی گئی ہے، ان کے مقبرہ میں مہمان نوازی کا ہال بھی ہے''۔ اسی طرح ابن بطوطہ نے کئی صحابہ و تابعین کے ناموں کا تذکرہ کیا ہے کہ جن قبروں پر صاحبان قبور کے اسماء بھی درج ہیں اور تاریخ وفات بھی مرقوم ہے۔(۲)

۱۰۔ قبر زبیر بن عوام کے متعلق ابن جوزی کا بیان ہے: ''اثیر ابوالمسک عنبر نے زبیر کی قبر پر عمارت تعمیر کی اور اس کو مسجد قرار دیا گیا، وہاں قندیلیں، چٹائیاں، قالین اور خادم بھی موجود ہیں اور ان کے اخراجات کے لئے کچھ زمینیں بھی وقف ہیں''۔(۳)

.....

۱. تاریخ بغداد: ج ۱، ص ۱۶۳۔ ۲. رحلة ابن بطوطة: ج ۱، ص ۱۸۷۔
۳. المنتظم: ج ۱۴، ص ۳۸۷۔ یہ وہی طلحہ و زبیر نے جنھوں نے علیؑ کی مخالفت میں آتش جنگ بھڑکائی۔

۱۱۔روم میں واقع قبر ابوایوب انصاری کے متعلق، ولید کا بیان ہے: ''ان کی وفات ۵۲ھ میں ہوئی، ایک فلسطینی بوڑھے نے مجھے یہ بات بتائی کہ قسطنطنیہ کی دیوار کے نیچے ایک سفید رنگ کی عمارت تھی، لوگ کہتے تھے کہ یہ صحابی پیغمبرؐ ابوایوب انصاری کا مقبرہ ہے، میں خود وہاں گیا اور اس مقبرہ میں ان کی قبر کو دیکھا، قبر کے اوپر ایک بڑی قندیل آویزاں تھی جو زنجیروں میں لٹکی ہوئی تھی''۔(۱)

ابن کثیر کا بیان ہے: ''ابوایوب کی قبر پر بارگاہ اور مسجد تعمیر کی گئی ہے''۔(۲)

۱۲۔ذہبی کا بیان ہے: ''امام موسیٰ کاظمؑ کی قبر پر عظیم بارگاہ تعمیر ہے، اسی طرح ان کے فرزند ارجمند ''امام رضاؑ'' کی قبر پر بارگاہ تعمیر کی گئی ہے جو طوس میں واقع ہے''۔(۳)

۱۳۔ابن جوزی کا بیان ہے: ''ابوسعد شرف الملک نے ۴۵۹ھ میں ابوحنیفہ کی قبر پر مقبرہ اور گنبد تعمیر کرائے''۔(۴)

۱۴۔معروف کرخی کی قبر کے متعلق، ابن جوزی کا بیان ہے: ''۴۶۰ھ میں معروف کرخی کی قبر کی تعمیر کی گئی اور اسے پختہ بنایا گیا''۔(۵)

۱۵۔محمد بن ادریس شافعی کی قبر کے متعلق، ذہبی کا بیان ہے: ''ملک کامل نے محمد بن ادریس شافعی کی ضریح پر گنبد تعمیر کرایا''۔(۶)

۱۶۔ابوعلی ہبیش کی قبر کے بارے میں ابن جوزی کا بیان ہے: ''کوفہ میں ان کی قبر آشکار ہے اور اس پر بارگاہ تعمیر ہے''۔(۷)

.....

۱. تاریخ بغداد: ج۱، ص۱۵۴. شرح مسند ابی حنیفة: ص۲۳۸. الطبقات: ج۳، ص۴۸۵. مشاهیر علماء الامصار: ص۴۹. الثقات: ج۳، ص۱۰۲. المعجم الکبیر: ج۴، ص۱۱۸.

۲. البدایة و النهایة: ج۸، ص۶۵.

۳. سیر اعلام النبلاء: ج۶، ص۲۷۴.

۴. المنتظم: ج۱۶، ص۱۰۰.

۵. ایضاً: ص۱۰۵.

۶. دول الاسلام: ص۳۴۴.

۷. المنتظم: ج۱۵، ص۲۰۲.

ابوزبیر کی روایت سے وہابیوں کا استناد

مسلم(۱)؛ ترمذی(۲)؛ ابن ماجہ(۳)؛ نسائی(۴)؛ ابوداؤد(۵)؛ اور احمد(۶)؛ نے اپنی اپنی کتابوں میں ابوزبیر کی روایت کو نقل کیا ہے، اور وہابیوں نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اسی روایت سے استناد کیا ہے اور کہا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے قبر پر قلعی کرنے (رنگ کرنے)، اس کے اوپر بیٹھنے یا عمارت بنانے کو منع فرمایا ہے۔

یہ روایت پانچ طرق سے نقل ہوئی ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا طریق

ابوبکر بن ابی شیبہ کا بیان ہے: ''حفص بن غیاث نے ابن جریج سے، ابن جریج نے ابوزبیر سے، ابوزبیر نے جابر ابن عبداللہ کے حوالہ سے نقل کیا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا...''۔(۷)

دوسرا طریق

ہارون کا بیان ہے: ''حجاج بن محمد، محمد بن رافع اور عبدالرزاق نے ابن جریج سے اور ابن جریج نے ابوزبیر سے نقل کیا ہے کہ...''۔(۸)

.....

۱. صحیح مسلم: ج۳، ص۶۳.
۲. صحیح ترمذی: ج۲، ص۲۰۸.
۳. سنن ابن ماجه: ج ۱، ص۴۷۳.
۴. سنن نسائی: ج۴، ص۸۷.
۵. سنن ابی داؤد: ج۳، ص۲۱۶.
۶. مسند احمد: ج۳، ص۲۹۵.
۷. صحیح مسلم: ج۳، ص۶۳.
۸. سنن ترمذی: ج۲، ص۲۰۸.

تیسرا طریق

عبدالرحمٰن بن اسود کا بیان ہے: ''محمد بن ربیعہ نے ابن جریج سے اور ابن جریج نے ابوزبیر کے حوالہ سے نقل کیا کہ....''۔(۱)

چوتھا طریق

از ہر بن مروان، محمد بن زیاد کے حوالہ سے بیان کرتا ہے: ''عبدالوارث نے ایوب سے اور ایوب نے ابوزبیر سے نقل کیا کہ...''۔(۲)

پانچواں طریق

یوسف بن سعید کا بیان ہے: ''حجاج نے ابن جریج سے اور ابن جریج نے ابوزبیر سے نقل کیا کہ....''۔(۳)

روایت کی سند کا تحقیقی جائزہ

اس روایت کے راوی: ابن جریج، حفص بن غیاث، محمد بن ربیعہ اور عبدالرزاق ہیں، ان میں سے ہر ایک راوی کی الگ الگ تحقیق کرتے ہیں:

۱۔ابن جریج: عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج اموی، اس کے متعلق راوی شناسان کے نظریات مندرجہ ذیل ہیں:

الف: ابن جریج کی روایت کے متعلق یحییٰ سے سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا: اس کی روایات ضعیف ہیں، کہا گیا کہ وہ راویت نقل کرنے میں لفظ ''اخبرنی'' کا

۱. سنن ابن ماجه: ج ۱، ص ۴۷۳.

۲. ایضاً.

۳. سنن نسائی: ج ۴، ص ۸۷.

استفادہ کرتا ہے! جواب دیا: قابل توجہ نہیں ہے، اس سے منقول ہر روایت ضعیف ہے۔

ب: احمد بن حنبل کا بیان ہے: ''اگر ابن جریج یہ کہے کہ فلاں فلاں نے مجھ سے بیان کیا، تب بھی اس سے منقول روایت مردود ہے''۔

ج: مالک بن انس کا بیان ہے: ''ابن جریج کی روایات، اس شخص کی مانند ہیں جو تاریکی شب میں سوئی تلاش کر رہا ہو!''۔

د: دار قطنی کا بیان ہے: ''ابن جریج سے بچو، اس لئے کہ وہ ناحق کو حق بتاتا ہے اور نقل روایت میں دھوکہ دھڑی سے کام لیتا ہے، اسی طرح جب وہ ضعیف راوی سے منقول روایت کو نقل کرتا ہے تو ایسا ظاہر کرتا ہے کہ قابل اعتماد شخص کے حوالہ سے نقل کر رہا ہے''۔

ہ: ابن حبان کا بیان ہے: ''وہ روایات نقل کرنے میں چال بازی اپناتا ہے''۔

و: یحیٰی بن سعید کا بیان ہے: ''اگر ابن جریج یہ کہے کہ فلاں شخص نے مجھ سے بیان کیا، تو سمجھ لینا کہ اس نے ہوا میں تیر چھوڑا ہے''۔

ز: یزید بن زریع کا بیان ہے: ''ابن جریج کی گفتگو کف آلود ہوتی ہے''۔

ح: ذہبی کا بیان ہے: ''وہ روایت نقل کرنے میں دھوکہ دھڑی سے کام لیتا ہے اگر چہ اس کو ثقہ کہا گیا ہے لیکن اس نے تقریباً ستّر عورتوں سے متعہ کیا ہے''۔

ط: عبداللہ ابن احمد کا بیان ہے: ''میرے والد نے کہا: ابن جریج نے جو بعض مرسل روایات نقل کی ہیں وہ خود ساختہ روایات ہیں لیکن وہ اس بات کو اہمیت نہیں دیتا کہ اس روایت کی سند کیسی ہے!''۔

ی: دار قطنی کا بیان ہے: ''ابن جریج کی دھوکہ دھڑی سے پرہیز کرو، وہ روایات نقل کرنے میں چال بازی اپناتا تھا، جب وہ ابراہیم بن یحیٰی جیسے ضعیف راویوں

سے روایت نقل کرتا تھا تو اس میں دھوکہ دھڑی سے کام لیتا تھا''۔(۱)

۲۔اس روایت کا دوسرا راوی ''ابوزبیر، محمد بن مسلم بن تدرس آمدی'' ہے، جس کو راوی شناسان نے ضعیف شمار کیا ہے، جن میں سے بعض افراد کے نظریات مندرجہ ذیل ہیں:

الف: احمد بن حنبل سے منقول ہے: ''ایوب نے ابوزبیر کو ضعیف شمار کیا ہے''۔

ب: نعیم بن حماد کا بیان ہے: ''میں نے سنا ہے کہ وہ ابن عیینہ کی نظر میں ضعیف راوی تھا''۔

ج: سوید بن عبدالعزیز کا بیان ہے: ''شعبہ نے مجھ سے کہا: تم ابوزبیر سے کس طرح روایت نقل کرتے ہو؟ حالانکہ وہ نماز بھی صحیح طریقہ سے ادا نہیں کرسکتا!''۔

د: نعیم کا بیان ہے: ''میں نے ہشیم سے سنا کہ ابوزبیر نے کہا: شعبہ نے میری کتاب میرے ہاتھ سے لے کر پھاڑ ڈالی''۔

ہ: عبدالرحمٰن بن حاتم کا بیان ہے: ''میں نے اپنے والد سے ابوزبیر کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا: اس سے منقول روایات تحریر ہیں لیکن ان سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا''۔(۲)

و: ترمذی کا بیان ہے: ''شعبہ نے ابوزبیر کو ضعیف شمار کیا ہے''۔(۳)

ز: ابوزرعہ اور ابوحاتم کا بیان ہے: ''اس کی روایت سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا''۔

....

۱. تهذیب الکمال: ج۱۸، ص۳۴۸. تهذیب التهذیب: ج۶، ص۴۰۴. میزان الاعتدال: ج۲، ص۶۵۹.

۲. تهذیب الکمال: ج۲۶، ص۴۰۷.

۳. الجامع الصحیح: ج۵، ص۷۵۶.

ح: ابوعینیہ کا بیان ہے: ''ابوزبیر ہمارے لئے نان جویں کی مانند ہے، اگر ہمیں عمرو بن دینار نہیں ملتا تو ابوزبیر کو ڈھونڈتے ہیں''۔(۱)

ط: ابن ابی حاتم نے ابوزرعہ سے ابوزبیر کے متعلق سوال کیا تو اس نے کہا: لوگ اس کے حوالہ سے روایت نقل کرتے ہیں!، پوچھا: کیا اس کی روایت پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ جواب دیا: صرف قابل اعتماد راویوں کی روایتوں پر ہی بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔(۲)

ی: شعبہ کا بیان ہے: ''میرے لئے اس دنیا میں ابوزبیر سے محبوب کوئی شئے نہیں تھی، میں چاہتا تھا کہ جب بھی کوئی مکہ سے آئے، ابوزبیر کی خبر لے کر آئے، اسی اشتیاق نے مجھے مکہ پہونچادیا، میں ان کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور ایک سوال پوچھا، ابوزبیر نے اس پر تہمت لگادی، میں نے پوچھا: کیا ایک مسلمان پر تہمت لگانا جائز ہے؟ ابوزبیر نے کہا: اس نے مجھے غصہ دلادیا تھا، میں نے پوچھا: جو بھی تمہیں غصہ دلائے گا تم اسی پر تہمت لگادوگے؟ میں اس کے بعد تمہارے حوالے سے کوئی روایت نقل نہیں کروں گا''۔(۳)

شعبہ کی بات کی تائید تہذیب التہذیب میں بھی ہوئی ہے کہ ابوزبیر کو غصہ آگیا تو اس نے ایک شخص پر تہمت لگادی!۔(۴)

.....

۱. کیونکہ جَو کی روٹی اسی وقت کھائی جاتی ہے جب گیہوں کی روٹی میسر نہیں ہوتی۔(مترجم).

۲. یعنی ابوزبیر قابل اعتماد راوی نہیں ہے لہٰذا اس کی روایات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔(مترجم).

۳. میزان الاعتدال: ج۴، ص۳۷.

۴. تهذیب التهذیب: ج۹، ص۴۴۲.

ان نظریات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ ابوزبیر ایک ضعیف راوی ہے، یہ اپنی نماز بھی باقاعدہ ادا نہیں کرسکتا! اس کی روایات سے احتجاج بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ دوسروں پر تہمت لگاتا تھا۔ دوسری جانب سے شعبہ نے اس کی کتاب کو بھی پھاڑ ڈالا، کیا ان باتوں کے پیش نظر اس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟۔

۳۔ اس روایت کا تیسرا راوی ''حفص بن غیاث'' ہے، اس کے بارے میں مندرجہ ذیل نظریات ہیں:

الف: یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے: ''اس کی بعض یادداشت سے پرہیز کرنا چاہئے''۔(۱)

ب: ابوزرعہ کا بیان ہے: ''جب اس کے سامنے منصب قضاوت کی پیشکش رکھی گئی تو اس وقت اس کا حافظہ کمزور تھا''۔(۲)

ج: داؤد بن رشید کا بیان ہے: ''حفص، روایت نقل کرنے میں بہت زیادہ غلطی کیا کرتا تھا''۔(۳)

د: احمد بن حنبل کا بیان ہے: ''حفص، روایات کو پراگندہ کردیتا تھا اور ایک روایت کی جگہ دوسری روایت، اسی طرح الفاظ کی ہیرا پھیری کرتا تھا''۔(۴)

ہ: احمد سے منقول ہے: ''حفص، روایت میں چال بازی اپنا تا تھا''۔(۵)

.....

۱. تهذيب الكمال: ج۷، ص۵۶.

۲. ايضاً.

۳. تاريخ بغداد: ج۸، ص۱۹۹.

۴. سير اعلام النبلاء: ج۹، ص۳۱.

۵. تهذيب التهذيب: ج۲، ص۳۶۰.

۴۔اس روایت کا چوتھا راوی ''محمد بن ربیعہ، ابوعبداللہ کوفی رواسی'' ہے(۱)؛ اس کے متعلق مندرجہ ذیل نظریات ہیں:

الف: ساجی کا بیان ہے: ''اس کی روایات ضعیف ہوتی ہیں''۔(۲)

ب: ازدی کا بیان ہے: ''اس کی روایات ضعیف اور قابل اعتراض ہیں''۔(۳)

ج: عثمان بن شیبہ کا بیان ہے: ''محمد بن ربیعہ میرے پاس آیا اور اس نے چاہا کہ میں اس کی روایات بھی نقل کروں!، میں نے اس سے کہا: میں جھوٹی روایتوں کو اپنی روایتوں کے ساتھ نقل نہیں کرتا!''۔(۴)

۵۔اس روایت کا پانچواں راوی ''عبدالوارث فرزند سعید بن ذکوان تمیمی'' ہے، اس کے متعلق مندرجہ ذیل نظریات ہیں:

الف: بخاری کا بیان ہے: ''عبدالصمد نے کہا کہ عبدالوارث نے میرے باپ پر بہت تہمتیں لگائیں''۔(۵)

ب: دارقطنی کا بیان ہے: ''اس سے منقول روایات صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں''۔

ج: ابن معین کا بیان ہے: ''عبدالوارث، مجہول شخص ہے''۔(۶)

د: ترمذی کا بیان ہے: ''بخاری کے بقول: عبدالوارث، مردود اور غیر معروف روایات نقل کرتا تھا''۔

.....

۱. تهذيب الكمال: ج۲۵، ص۱۹۶.

۲. تهذيب التهذيب: ج۹، ص۱۴۳.

۳. ميزان الاعتدال: ج۳، ص۵۴۵.

۴. ميزان الاعتدال: ج۳، ص۵۴۵.

۵. تهذيب الكمال: ج۱۸، ص۴۸۳.

۶. لسان الميزان: ج۲، ص۶۷۸.

۶۔اس روایت کا ایک راوی ''عبدالرزاق صنعانی'' ہے، اس کو ضعیف شمار کیا گیا ہے، اس کے ضعیف ہونے کے چند اسباب ہو سکتے ہیں: ایک تو یہ کہ وہ شیعہ تھا!، اور اہل سنت کے نزدیک شیعہ راوی ضعیف ہوتا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہوسکتا ہے کہ اس کی قوت سماعت کمزور تھی۔ اوران کے علاوہ دیگر اسباب کی بنا پر بھی ضعیف ہے۔(۱)

بہرحال روشن ہوگیا کہ اس روایت کی سند ضعیف ہے، اس پر بہت زیادہ اعتراضات وارد ہوئے ہیں اوراس روایت کے راوی ضعیف ہیں، اسی بنا پر لوگوں کو تعجب ہے کہ وہابی فرقہ، اس جیسی روایتوں پر کیسے اعتماد کر لیتا ہے!؟ اور ایسی روایتوں کو بنیاد بناتے ہوئے فتویٰ بھی دے دیتا ہے! تمام مسلمانوں کو کافر شمار کرتا ہے اوران کے خون کو مباح شمار کرتا ہے!۔

روایت کا مفہوم اوراس کا تحقیقی جائزہ

اس روایت سے زیادہ سے زیادہ، نہی سمجھ میں آتی ہے اور نہی کے دو معنی ہوتے ہیں، ایک تو حرام ہونا اور دوسرے مکروہ ہونا؛ بہت سی روایات میں نہی، کراہت کے معنی میں استعمال ہوئی ہے۔(۲)

۱. تهذيب الكمال: ج۱۸، ص۵۸. ميزان الاعتدال: ج۲، ص۶۱. الجرح و التعديل: ج۶، ص۳۸.

۲. پیغمبر اکرمؐ سے منقول بہت سی روایات ہیں جن میں نہی کی گئی ہے لیکن وہ نہی کراہت کے معنی میں استعمال ہوئی ہے، مثلاً کچّا لہسن کھانا، نماز کو اختصار کے ساتھ پڑھنا، روزہ کی حالت میں خون کی حجامت، چیونٹی اور شہد کی مکھی کو مارنا، عورت کا وضو میں پانی زیادہ استعمال کرنا، نجاست خوار جانور کی سواری کرنا، سنیچر کے دن روزہ رکھنا، تاجر لشکر کی ضیافت اور استقبال، حیوانات کی جان کے درپے ہونا، پیاز کا استعمال، پانی بیچنا، امام جماعت کا اذان کہنا، سفر میں قرآن ساتھ رکھنا، بچہ کی ولادت کے لئے کند ذہن دائی کا انتخاب، کھڑے ہوکر پیشاب کرنا، حمام میں پیشاب کرنا اور مہاجر کو عرب بادیہ نشین کے ہاتھوں فروخت کرنا؛ بہرحال ایسی بہت سی چیزیں ہیں جن سے منع کیا گیا ہے لیکن ان سے پرہیز مکروہ ہے، حرام نہیں ہے۔ قبر کے بارے میں بھی اسی قسم کی روایت وارد ہوئی ہے لہٰذا قبر سے متعلق تمام کام مکروہ ہیں نہ کہ حرام۔

اس بنا پر، قبر سے متعلق روایت بھی مکروہ ہونے پر دلالت کرتی ہے، قبر کے امور کو حرام قرار نہیں دیتی۔

دوسری جانب سے بہت سے علمائے اہل سنت کے فتوے بھی اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ یہ روایت ان امور کے مکروہ ہونے پر دلالت کرتی ہے نہ کہ حرام ہونے پر!، ان میں سے چند نظریات کی جانب اشارہ کرنا مناسب ہے:

۱۔ فرقۂ شافعی کا نظریہ ہے کہ اس روایت کی بنا پر قبر کو زمین سے اونچا نہیں ہونا چاہئے۔

۲۔ سندی نے نیشاپوری سے نقل کیا ہے کہ قبر پر کچھ لکھنا منع ہے، اس طرح کی راویات صحیح ہیں لیکن ان پر عمل نہیں کیا جاتا کیونکہ مشرق سے مغرب تک کے تمام گزشتہ مسلمانوں کی سیرت رہی ہے کہ قبر پر کچھ نہ کچھ تحریر کرتے تھے اور یہ سلسلہ نسل در نسل جاری رہا۔(۱)

۳۔ نووی کا بیان ہے: ''صاحب قبر کی ملکیت میں قبر پر عمارت بنانا مکروہ ہے، اور موقوفہ زمین میں عمارت بنانا حرام ہے، شافعی اس کی توضیح میں کہتے ہیں: ہمارے علماء نے قبر کی تعمیر کو مکروہ شمار کیا ہے''۔(۲)

یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ یہ روایات قبر کی تعمیر، مرمت اور مقبرہ بنانے کے متعلق نہیں ہیں کیونکہ یہ تمام اعمال شعائر الٰہی شمار ہوتے ہیں اور شعائر الٰہی کی تعظیم کرنا لازم ہے، اور ان امور کا شعائر الٰہی قرار پانا اس وجہ سے ہے کہ ان قبور میں پیغمبر یا ولی خدا دفن ہیں یا ان قبور پر مقبرے تعمیر کرنا دین کی نظر میں مصلحت ہے مثلاً ایسی

۱. سنن نسائی: ج۴، ص۸۷.
۲. شرح صحیح مسلم: ج۳، ص۶۲.

قبر کا نشان ہو جس کی زیارت کو شریعت نے مستحب قرار دیا ہو! اور اس قبر کا نشان نہیں مٹانا چاہتی، جیسا کہ پیغمبر نے عثمان بن مظعون کی قبر پر نشان لگایا یا جناب فاطمہؑ نے جناب حمزہؓ کی قبر پر نشانی کے طور پر پتھر رکھا۔

اس کے علاوہ بہت سے تاریخی شواہد ہیں جو ہماری بات کی تائید کرتے ہیں، جن میں سے چند شواہد مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ابن ماجہ کا بیان ہے: ''رسول خداؐ نے عثمان بن مظعون کی قبر پر نشانی کے بطور ایک پتھر رکھا(۱)؛ ہیثمی نے کہا ہے: یہ روایت صحیح ہے اور اس کی سند معتبر ہے''۔(۲)

اس روایت کی تصریح کرتے ہوئے سندی نے بیان کیا: ''رسول خداؐ نے عثمان بن مظعون کی قبر پر اس لئے پتھر رکھا تھا تا کہ ان کی قبر نظر آتی رہے''۔

بعض صحابہ کرام سے منقول ہے: ''جب عثمان بن مظعون کو دفن کر دیا گیا تو آنحضرتؐ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ فلاں پتھر اٹھالاؤ لیکن وہ شخص اس پتھر کو اٹھانے میں ناکام رہا، پیغمبر اکرمؐ خود ہی اٹھے اور آستین چڑھا کر پتھر اٹھایا، آپؐ نے وہ پتھر قبر کے سرہانے رکھ دیا اور فرمایا: اس پتھر کے ذریعہ میں نے اپنے بھائی کی قبر کو معین کر دیا ہے اور اگر میرے خاندان کی کوئی فرد خدا کو پیاری ہوگی تو میں اس کو ان کے پہلو میں دفن کروں گا''۔

جب مروان حاکم مدینہ ہوا اور اس کا گزر عثمان بن مظعون کی قبر کے پاس سے ہوا تو اس نے حکم دیا کہ وہ پتھر اٹھا کر دور پھینک دیا جائے، اس کے بعد کہا: خدا کی قسم! اب ابن مظعون کی قبر پر کوئی پتھر نہیں ہے کہ اس کی قبر کو پہچانا جا سکے! بنی امیہ

۱. سنن ابن ماجه: ج ۱، ص ۴۹۸.

۲. ایضاً.

آگے بڑھے اور کہا: یہ تو نے بہت برا کام کیا ہے! حکم دے کہ وہ پتھر واپس رکھ دیا جائے، مروان نے جواب دیا: خدا کی قسم! جو پتھر دور پھینک دیا گیا ہے وہ واپس نہیں لایا جائے گا۔(۱)

۳۔اصبغ بن نباتہ کا بیان ہے: ''جناب فاطمہؑ نے جناب حمزہؓ کی قبر کو معین کرنے کے لئے ایک پتھر رکھا، آپؑ وہاں جا کر گریہ کرتی تھیں''(۲)؛ خود رسول اسلامؐ، عمر اور ابوبکر کی قبروں پر بھی چھوٹے چھوٹے پتھر لگے ہوئے تھے۔(۳)

مقبرہ بنانے کے فوائد

یہاں پہونچ کر مناسب ہے کہ مقبرہ بنانے کے فوائد بیان کئے جائیں، لہٰذا کچھ فوائد مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔شعائر الٰہی کی تعظیم اور منکرین کی ناک رگڑنا۔

۲۔زائروں کے لئے گرمی وسردی سے بچنے کے امکانات، کیونکہ زائر صرف ایک منٹ کے لئے نہیں آتے بلکہ کافی دیر کے لئے آتے ہیں، اگر انتظامات درست نہ ہوں گے تو وہ لوگ کیسے ٹھہر پائیں گے! مثلاً نماز، تلاوت، محفل اور مجلس وغیرہ کے لئے برآمدہ (ہال) وغیرہ ہونا لازم ہے۔

☆☆☆

۱. وفاء الوفاء: ج۳، ص۸۹۴.

۲. المصنف: ج۳، ص۵۷۴.

۳. ایضًا. تا کہ قبر معین رہے۔(مترجم).

قبر پر چراغ جلانا

وہابیوں کا نظریہ

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ وہابی، قبر پر چراغ جلانے کو حرام قرار دیتے ہیں، ان لوگوں کی دلیل یہ ہے: ''رسول خداؐ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو قبرستان جاتی ہیں، ان لوگوں پر لعنت کی ہے جو قبروں پر مسجد تعمیر کرتے ہیں اور ان لوگوں پر بھی لعنت کی ہے جو قبروں پر چراغ جلاتے ہیں''۔(۱)

.....

۱. سنن نسائی: ج۴، ص۹۵. مستدرک حاکم: ج ۱، ص۵۳۰.

گذشتہ نظریہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

مذکورہ بالا وہابی عقیدہ کے مندرجہ ذیل جواب دیئے جاسکتے ہیں:

۱۔اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

۲۔اس روایت کا منظور نظر،انبیائے الٰہی اوراولیاء خدا کی قبریں نہیں بلکہ دیگرافراد کی قبریں ہیں کیونکہ شریعت نے انبیائے الٰہی واولیاء خدا کی عزت وتعظیم کو پسند کیا ہے،ان کی حیات میں بھی اور بعد وفات بھی۔

۳۔ یہ روایت اس زمانہ سے مخصوص ہے کہ قبر پر چراغ جلانے سے کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ وہ مال کی بربادی شمار ہو!لیکن اگر یہ چراغ زائروں کے استفادہ کی خاطر روشن کیا گیا ہے،مثلاً تلاوت ،دعااور نماز وغیرہ کے لئے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے،اس صورت میں قبر پر چراغ جلانا نہ تو مکروہ ہے نہ ہی حرام! بلکہ یہ کام خیر ونیکی اورثواب پر مبنی ہے۔عزیزی،سندی،شیخ حنفی اور شیخ منصور جیسے گرانقدر علماء نے بھی اسی بات کی جانب اشارہ کیا ہے کہ جن کے بیانات تفصیل کے ساتھ ذکر کریں گے۔

اس کے علاوہ،پیغمبر اکرم کا عمل ہماری بات کی بہترین تائید ہے،ترمذی نے ابن عباس سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا: پیغمبر اکرم ایک شب ایک مقبرہ میں تشریف لے گئے اورآپ کے لئے چراغ روشن کیا گیا۔(۱)

مسلمانوں کی سیرت

ابن تیمیہ کی ولادت سے پہلے،اسی طرح اس کی ولادت کے بعد بھی مسلمانوں کی یہ سیرت رہی ہے کہ قبر پر چراغاں کرتے تھے،اس کے بہت زیادہ نمونے ہیں

....

۱. الجامع الصحیح: ج۳، ص ۳۷۲.

جن میں سے چند نمونے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ابوایوب انصاری کی قبر پر چراغاں: ''خطیب بغدادی نے ولید سے نقل کیا ہے: فلسطین کے ایک بزرگ شخص نے بیان کیا کہ قسطنطنیہ کی دیوار کے پاس ایک سفید عمارت تھی جو صحابی پیغمبرؐ ''ابوایوب انصاری'' کا مرقد تھا، میں وہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ اس مرقد میں ایک بڑا فانوس اور قندیل لٹکے ہوئے ہیں جو زنجیروں میں آویزاں ہے''۔(۱)

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ خطیب بغدادی کی وفات پانچویں صدی میں ہوئی اور ابن تیمیہ نے نویں صدی میں کوچ کیا، یا یوں تعبیر کیا جائے کہ ان دونوں میں تقریباً چار صدی کا فاصلہ ہے، لہٰذا ابن تیمیہ کے وجود سے قبل بھی مسلمانوں کی سیرت رہی ہے قبر کو چراغاں کیا کرتے تھے لیکن کسی فقیہ نے حرام قرار نہیں دیا اور نہ ہی شرک و بدعت قرار دیا!۔

۲۔ زبیر کی قبر پر چراغاں: ابن جوزی کا بیان ہے: ''بصرہ کے لوگوں نے ۳۸۶ھ میں یہ دعویٰ کیا کہ انھیں ایک پرانی قبر ملی ہے، وہ زبیر کی قبر تھی؛ اسی باعث اس قبر کے لئے فانوس، قندیلیں اور انواع واقسام کے فرش مہیا کئے گئے اور اخراجات کے لئے زمین بھی وقف کی گئی''۔(۲)

مذکورہ بالا کام، چوتھی صدی میں انجام دیا گیا یعنی ابن تیمیہ کے وجود سے پانچ صدی پہلے؛ لیکن اس کے باوجود ابن تیمیہ سے پہلے کسی بھی عالم وفقیہ نے زبیر کی قبر یا دیگر قبروں پر چراغاں کرنے کو حرام قرار نہیں دیا!۔

.....

۱. تاریخ بغداد: ج ۱، ص ۱۵۴.

۲. المنتظم: ج ۹، ص ۳۹. دارالفکر بیروت.

۳۔امام کاظمؑ کی قبر اطہر پر چراغاں: خطیب بغدادی کا بیان ہے: ''آپؑ کی قبر عظیم زیارت گاہ ہے، اس پر بہترین مقبرہ تعمیر ہے اور اس مقبرہ میں عالیشان جھاڑ فانوس، چراغ اور قندیلیں آویزاں ہیں''۔(۱)

روایت کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ

اس روایت کو حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب ''مستدرک'' میں دو طریق سے نقل کیا ہے اور دونوں کا سلسلہ ابن عباسؓ تک پہونچتا ہے، دونوں طرق میں ایک راوی ''ابوصالح باذان'' ہے جو کہ ضعیف اور غیر قابل اعتماد ہے۔ البتہ ایک اور ''ابوصالح سمان'' بھی ہے جو قابل اعتبار اور موثق ہے۔

ابوصالح باذان کے سلسلہ میں ابوحاتم کا بیان ہے: ''اس کی روایات نقل تو کی جاتی ہیں لیکن ان پر بھروسہ نہیں کا جاسکتا'' سنائی نے کہا ہے: ''باذان موثق و معتبر شخص نہیں ہے''۔ ابن عدی کا بیان ہے: ''باذان نے زیادہ تر تفسیری مطالب بیان کئے ہیں، حدیثی مطالب بہت کم بیان کئے ہیں، گذشتہ بزرگوں میں سے کوئی بھی بزرگ اس سے راضی نہیں تھا''۔(۲)

روایت کی دلالت اور اس کا مفہوم

اس روایت کی دلالت اور معنی کے متعلق تمام علماء نے وہابی عقائد کے خلاف فتویٰ دیا ہے، جن کے چند نمونے مندرجہ ذیل ہیں:

.....

۱. وفیات الاعیان: ج۵، ص ۳۱۰.

۲. الکامل فی الضعفاء: ج۲، ص ۱۷۔ مستدرک حاکم: ج ۱، ص ۵۳۰.

۱۔عزیزی نے پیغمبر اکرمؐ کے قول کی صراحت کرتے ہوئے بیان کیا ہے: ''قبروں پر چراغ جلانا اس صورت میں منع ہے کہ جب اس کے نور سے زندہ لوگوں کو کچھ فائدہ حاصل نہ ہو، لیکن اگر لوگوں کے فائدہ کی خاطر جلایا جائے تو درست ہے''۔(۱)

۲۔سندی نے سنن نسائی کے حاشیہ میں بیان کیا ہے: ''قبروں پر چراغاں اس صورت میں ممنوع ہے کہ جب لوگوں کو فائدہ نہ ہو اور مال کی بربادی شمار ہو، لیکن اگر لوگوں کو فائدہ پہونچانے کی خاطر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے''۔(۲)

۳۔شیخ حنفی کا بیان ہے: ''اگر قبر پر چراغاں بے فائدہ ہو تو حرام ہے؛ کیونکہ بغیر مقصد کے چراغاں کرنا مال کی بربادی ہے''۔(۳)

۴۔شیخ علی ناصف کا بیان ہے: ''قبروں پر چراغ جلانا، مال کی بربادی ہے لہٰذا جائز نہیں ہے، لیکن اگر کوئی زندہ شخص موجود ہے تو چراغاں کیا جاسکتا ہے''۔(۴)

بہرحال اس بیان سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہ حکم مولوی نہیں بلکہ ارشادی ہے، یعنی لوگوں کو مال کی بربادی سے روکتی ہے؛ لہٰذا اگر قبروں پر چراغاں کرنا عقل کے مطابق ہو تو یہ روایت اس جگہ نافذ نہیں ہوگی۔

☆☆☆

.....

۱. شرح الجامع الصغیر: ج۳، ص۱۹۸.

۲. سنن نسائی: ج۴، ص۹۵.

۳. کشف الارتیاب: ص۳۳۹.

۴. التاج الجامع للاصول: ج۱، ص۳۸۱.

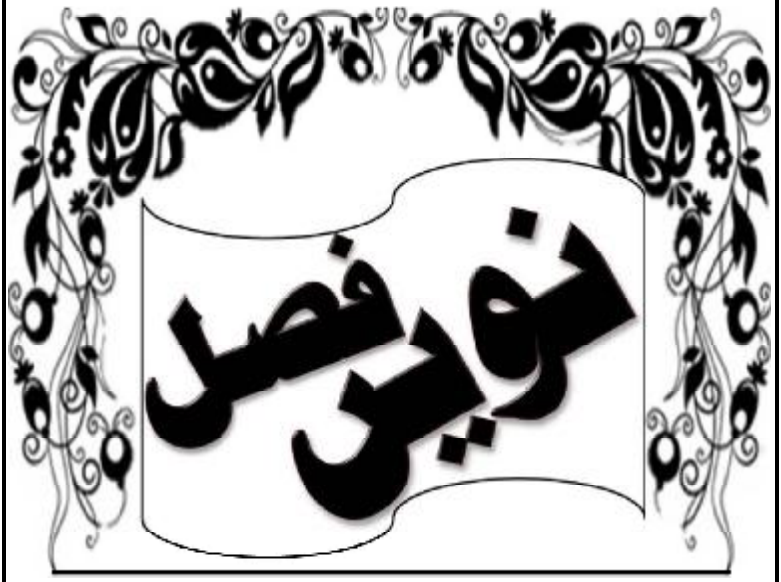

نذر

غیر خدا کی نذر کے متعلق وہابیوں کا نظریہ

وہابیوں کا نظریہ ہے کہ غیر خدا کے لئے نذر، بتوں کی نذر کے مثل ہے لہٰذا حرام ہے اور نذر کا مطلب یہ ہے کہ نذر دلانے والا اس شخص کے بارے میں غلو کر رہا ہے جس کی نذر ہو رہی ہے۔

قصیمی کا بیان ہے: ''غیر خدا کی نذر، شیعوں کی خاصیت ہے؛ کیونکہ وہ لوگ اپنے اماموں کے بارے میں غلو سے کام لیتے ہیں اور علی و اولاد علیؑ کی الوہیت کے قائل ہیں''۔(۱)

.....

۱. الغدیر: ج۵، ص۱۸۰. کتاب الصراع: ج۱، ص۵۴. قصیمی نے شیعوں پر بے بنیاد الزام لگایا ہے، یہ ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں، کیا کسی کی خدمت میں تحفہ پیش کرنا اس کو خدا ماننے کے مساوی ہوسکتا ہے؟ اگر یہی بات ہے تو قصیمی صاحب شادیوں میں کیوں تحفے دیتے ہیں!؟۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ وہ مردے ہیں لہٰذا تحفہ کا کیا مطلب؟ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ ہم نے پہلے ہی ثابت کر دیا ہے کہ اولیائے خدا اپنی قبور میں بھی زندہ رہتے ہیں۔(مترجم).

ابن تیمیہ کا نظریہ ہے: ''علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ پیسہ، زیورات، شمع، حیوان یا دیگر چیزیں کسی قبر کو یا اس کے مجاورین کو نہیں دی جاسکتیں، کیونکہ اس قسم کی نذر گناہ شمار ہوتی ہے؛ صحیح روایات میں منقول ہے: جو بھی خدا کی اطاعت کی نذر کرے تو اسے عملی جامہ پہنانا چاہئے اور اگر خدا کی نافرمانی کی نذر کی ہے تو نافرمانی نہیں کرنی چاہئے!''۔(۱)

ابن تیمیہ دوسرے مقام پر کہتا ہے: ''جب شرک سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور مردوں سے درخواست کو ممنوع قرار دیا گیا ہے یہاں تک کہ پیغمبروں سے درخواست کرنے کو بھی حرام بتایا گیا ہے تو پھر ظاہری بات ہے کہ ساکنین قبور کی نذر بھی حرام اور باطل ہوگی! کیونکہ یہ نذر، بتوں کی نذر جیسی ہے۔ جو قبر کے لئے نذر کا قائل ہے وہ نادان اور گمراہ ہے''۔(۲)

وہابی عقیدہ کا تحقیقی جائزہ

۱۔ نذر کا مقصد یہ ہے کہ اس کا ثواب پیغمبر خدا، ولی خدا یا صالح بندۂ خدا کو ہدیہ کیا جائے! دوسرے الفاظ میں یوں تعبیر کیا جائے کہ نذر دلانے والے کا اعتقاد ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ خدا سے تقرب حاصل ہوگا نہ یہ کہ مردہ سے قربت کا خواہاں ہو!، کیونکہ وہ بخوبی جانتا ہے کہ اس نذر سے مردہ کو کسی قسم کا فائدہ نہیں ہوگا، مثلاً اگر نذر غذا، لباس یا زیورات پر دلائی گئی ہے تو یہ تمام چیزیں مردہ کے کس کام کی؟ نہ تو وہ کھانا کھا سکتا ہے، نہ ہی زیورات پہن سکتا ہے، نہ ہی لباس زیب تن کرسکتا ہے!۔ لہٰذا نذر کا واقعی مقصد خدا سے قربت حاصل کرنا اور اس کا ثواب اہل قبر تک پہونچانا ہے، اس تناظر میں

.....

۱. کشف الارتیاب: ص ۳۵۵.

۲. الملل و النحل: ص ۲۹۱.

لازم ہے کہ پہلی ہی فرصت میں مسلمانوں کے امور کو باطل شمار نہیں کیا جائے بلکہ غور و خوض کی ضرورت ہے! بغیر غور و خوض کئے ہوئے کفر و شرک کا فتویٰ لگانا اور نفرت کے تیر چلانا درست نہیں ہے۔

۲۔ یہ نذر، والدین کی نذر جیسی ہے، یا اس نذر جیسی ہے کہ ایک شخص نے قسم کھائی ہو کہ اپنے والدین کی جانب سے صدقہ دے گا تو اس صورت میں نذر بجالانا لازم ہے، جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کی بیٹی نے آپؐ کے لئے نذر مانی تو آپؐ نے فرمایا: اپنی نذر کو پورا کرو۔

۳۔ نذر کے لئے خاص مقام کا آمادہ کرنا خود اسی مقام کے مشرف ہونے کی دلیل ہے اور نذر کرنے والا یہ چاہتا ہے کہ اس مقام پر نذر بجالا کر زیادہ ثواب حاصل کرے!۔ دوسرے الفاظ میں یوں تعبیر کیا جائے کہ جس طرح نمازی، اپنی نماز کے لئے اچھے مقام کا انتخاب کرتا ہے اسی طرح نذر کرنے والا بھی اچھے مقام کی تلاش میں رہتا ہے۔ اس کی تائید میں بہت سی روایات موجود ہیں جن میں سے چند نمونے مندرجہ ذیل ہیں:

الف: ثابت بن ضحاک سے منقول ہے: ''ایک شخص نے نذر مانی کہ ''بوانہ'' نامی مقام پر قربانی کرے گا، آنحضرتؐ کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور ماجرا بیان کیا، حضرتؐ نے سوال کیا: کیا وہاں دور جاہلیت میں بتوں کی پوجا ہوتی تھی؟ لوگوں نے جواب دیا: نہیں! حضرتؐ نے پوچھا: کیا وہاں کے مشرک، نماز عید قائم کرتے تھے؟ جواب دیا: نہیں! آپؐ نے فرمایا: جاؤ اور اپنی نذر کو وفا کرو؛ اگر گناہ انجام دینے کی نذر ماننے یا اس چیز کے بارے میں نذر ماننے کہ جو اس کی ملکیت میں نہ ہو، صحیح نہیں ہے''۔

....

۱. سنن ابی داؤد: ج۳، ص۲۳۸.

ب: میمونہ کا بیان ہے: ''میرے والد نے پیغمبر اکرمؐ سے عرض کی: میں نے نذر مانی ہے کہ بوانہ نامی مقام پر پچاس گوسفند ذبح کروں! حضورؐ نے سوال کیا: کیا وہاں بُت ہے؟ جواب دیا: نہیں! آنحضرتؐ نے فرمایا: اپنی نذر کو وفا کرو، میرے والد نے ۴۹ر گوسفند ذبح کر دیئے اور آخری گوسفند کے پیچھے دوڑتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ پروردگار! میری مدد فرما کہ میں اپنی نذر کو ادا کر سکوں! پھر آخری گوسفند کو پکڑا اور قربان کر دیا''۔(۱)

یہ دونوں روایتیں ایک جیسی ہیں؛ حضرتؐ نے جو سوالات کئے ان کا مقصد یہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان لوگوں نے دور جاہلیت میں نذر مانی ہو!۔ کیونکہ وہ زمانہ، دور جاہلیت سے زیادہ دور نہیں ہوا تھا۔

۴۔ نذر یعنی یہ کہ انسان اپنے آپ پر لازم قرار دے کہ اگر اس کی فلاں حاجت پوری ہوگئی تو فلاں کام کرے گا اور یہ انداز اپنائے: ''میں خدا کے حضور نذر کر رہا ہوں کہ اگر میری حاجت پوری ہوگئی تو فلاں کام انجام دوں گا''۔ اگر کوئی یہ کہے: ''میں فلاں کے لئے نذر کر رہا ہوں'' تو اس صورت میں مجاز گوئی سے کام لیا ہے اور اپنی نذر کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن اس نے در حقیقت یہ کہا ہے: ''میں خدا کے لئے فلاں کام انجام دوں گا اور اس کا ثواب فلاں شخص کو ہدیہ کروں گا''۔

اس قسم کے امور انجام دینے والے مسلمانوں کو ابن تیمیہ کافر شمار کرتا ہے اور دلیل دیتا ہے کہ یہ کام بت پرستی کی شبیہ ہے، ابن تیمیہ کا یہ فتویٰ انسان کو انگشت بدنداں کر دیتا ہے کیونکہ اگر مقابلہ کا معیار شباہت کو قرار دیا جائے تو نہ جانے کتنے امور ایسے

....

۱. معجم البلدان: ج ۲، ص ۳۰.

ہیں جوایک دوسرے کی شبیہ ہیں، مثلاً تمام مناسک حج، ظاہراً مشرکین کے عمل سے مشابہ ہیں کیونکہ وہ لوگ بتوں کا طواف کرتے تھے، ہم بھی کعبہ کا طواف کرتے ہیں؛ وہ بھی بتوں کے سامنے قربانی پیش کرتے تھے، ہم بھی میدان منیٰ میں قربانی کرتے ہیں؛ کیا ان کے اور ہمارے کام ایک جیسے ہوگئے؟ لہٰذا مقابلہ آرائی میں شباہت کو معیار نہیں بنایا جاسکتا بلکہ معیار انسان کی نیت ہے، جیسا کہ رسول اسلامؐ نے فرمایا: ''انسان کا عمل اس کی نیت پر منحصر ہے''۔(۱)

عزامی شافعی کا بیان ہے: ''اگر کوئی انسان، مسلمانوں کی نذر کے بارے میں تحقیق کرے تو یہی نتیجہ نکلے گا کہ وہ لوگ اپنے مردوں کی جانب سے صدقہ نکالتے ہیں، اور اس صدقہ کا ثواب اپنے بزرگوں کو ہدیہ کرتے ہیں، ہم جانتے ہیں کہ اہل سنت کا اجماع ہے کہ صدقہ کا ثواب مردوں کو ملتا ہے؛ اس عقیدہ پر مشہور اور صحیح روایت کی مہر تائید بھی ثبت ہے، مثلاً مروی ہے کہ سعد نے پیغمبر اکرمؐ سے سوال کیا: یا رسول اللہؐ! میری ماں دنیا سے گزر گئی ہے، میں جانتا ہوں کہ اگر وہ زندہ ہوتی تو صدقہ دیتی، اگر میں صدقہ دوں تو کیا اس کا ثواب اس تک پہونچے گا؟ حضرتؐ نے فرمایا: ہاں! ضرور پہونچے گا؛ سعد نے پوچھا: کون سا صدقہ سب سے زیادہ فائدہ مند ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: پانی!۔ اسی غرض کے تحت سعد نے کنواں کھودا اور کہا: یہ کنواں سعد کی ماں سے منسوب ہے''۔(۲)

۱. اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ. (مترجم).
۲. فرقان القرآن: ص۱۳۳.

نذر کرنے میں نیت کا خیال رکھنا چاہئے، مثلاً یہ قصد کرے: "هذه الصدقة للنبی او للولی" یعنی یہ صدقہ پیغمبر خدا یا ولی خدا کے لئے ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس طرح نیت کرے: "نذرت للّٰہ" یعنی میں یہ نذر خدا کے لئے انجام دے رہا ہوں۔ ان دونوں فقروں میں ''لام'' استعمال ہوا ہے (للنبی، للّٰہ) لیکن دونوں میں فرق ہے، نبی والا ''لام'' مصرف کا معنی دیتا ہے اور اللہ والا ''لام'' قربت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ابن تیمیہ اور اس کے پیروکاروں نے دونوں فقروں کے لام کو ایک ہی معنی میں سمجھ لیا، شاید ابن تیمیہ معنی سے واقف ہے لیکن خود خواب غفلت میں پڑا ہے!۔

عزامی نے ابن تیمیہ کی مخالفت میں فتویٰ دیا ہے: ''سعد کا یہ کہنا کہ یہ کنواں سعد کی ماں سے منسوب ہے، دلالت کرتا ہے کہ اس نے اپنی ماں کے لئے صدقہ دیا؛ نہ یہ کہ اس کنویں کے ذریعہ اپنی ماں کی قربت حاصل ہوگی!۔ مسلمانوں کی نذر میں بھی یہی مراد لیا جاتا ہے''۔

نذر کے متعلق مسلمانوں کی سیرت

بلاتفریق مذہب وملت، تمام امت مسلمہ کے درمیان رائج ہے کہ انبیائے الٰہی اور اولیائے خدا کی بارگاہ میں نذر اور قربانی پیش کرتے ہیں، اگر نذر کرنے والا خدا کے لئے نذر کرے اور نذر کے وقت اس کی زبان پر نام خدا ہو تو اسے اس نذر کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

خالدی کا بیان ہے: ''نذر کے یہ معنی ہیں کہ پیغمبر الٰہی یا ولی خدا کو ثواب ہدیہ کیا جائے اور جو چیز قربان کی جارہی ہے اس میں رضائے خداوندی شامل حال ہو، مثلاً اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے مردہ کے لئے قربانی کی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے

کہ اس کی جانب سے صدقہ دیا ہے؛ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے مہمان کے لئے گوسفند ذبح کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ذبح کا سبب مہمان ہے''۔(۱)

اب مسلمانوں کے درمیان نذر کے رواج کے چند نمونوں کا تذکرہ کرتے ہیں:

۱۔بستی مراکشی کی قبر: ان کی وفات ۶۰۱ھ میں واقع ہوئی، ان کی قبر مراکش میں زیارتگاہ بنی ہوئی ہے، لوگ زیارت کے لئے جاتے ہیں، برکتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں، یہاں دعا مستجاب ہوتی ہے، میں نے خود بھی اس کا مشاہدہ کیا ہے۔

خطیب سلمانی کا بیان ہے: ''اس قبر پر روزانہ ۸۰۰/ مثقال اور کبھی کبھی ۱۰۰۰/ مثقال بھی نذر دیکھی گئی، نذر کی تمام رقم محتاجوں میں تقسیم کی جاتی ہے''۔آج بھی اس قبر پر لوگوں کا ہجوم رہتا ہے اور سب لوگ اپنی اپنی حاجات طلب کرتے ہیں، میں خود بھی پانچ سو سے زیادہ بار اس قبر کی زیارت کے لئے گیا ہوں اور تیس راتوں سے زیادہ شب بیداری بھی کی ہے اور برکتوں کا مشاہدہ کیا ہے۔(۲)

۲۔شیخ احمد بن علی بدوی کی قبر: ان کی وفات ۶۷۵ھ میں ہوئی، ان کا مدفن طنبذ یا بطند تا یا طنطا (مصر) میں ہے، ان کی قبر پر عالیشان مقبرہ تعمیر کیا گیا ہے، لوگوں میں ان کی کرامات مشہور ہیں اور لوگ ان کی قبر پر نذر بھی کرتے ہیں۔(۳)

۳۔عبید اللہ بن محمد بن عمر کی قبر: یعنی فرزند علی ابن حسین بن علی بن ابیطالبؑ کی قبر کے بارے میں بغدادی کا بیان ہے: ''ان کی قبر، قبر نذور کے نام سے معروف ہے جس کے کنارے مومنین نماز عید ادا کرتے ہیں، لوگ اس قبر کی زیارت کرتے ہیں

۱. صلح الاخوان: ص ۱۰۹. الغدیر: ج۵، ص ۱۸۲.
۲. نیل الابتهاج: ج۲، ص ۶۲، الغدیر: ج۵، ص ۲۰۴.
۳. معجم البلدان: ج۴، ص ۳۶۴.

اس قبر کو متبرک شمار کرتے ہیں، اس قبر کے کنارے بارگاہ ربانی میں دست دعا بلند کرتے ہیں اور اپنی حاجات طلب کرتے ہیں۔

قاضی ابوالقاسم، اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: ''ہم نے شہر سلام کے مشرقی حصہ میں قیام کیا اور ہمارا ارادہ تھا کہ کل علیٰ الصباح روانہ ہوں گے، میں ایک قبر کے کنارے بیٹھا تو دیکھا کہ لوگ نذورات پیش کررہے ہیں! میں نے پوچھا: یہ کس کی قبر ہے؟ جواب دیا گیا: یہ قبر نذور ہے، لیکن اس قبر کی کیا داستان ہے مجھے معلوم نہیں، میں نے کہا: خلفاء یہ چاہتے تھے کہ اس قبر کو پنہاں رکھا جائے لہٰذا ایک گڑھا کھودا اور مظلوم انسان کو زندہ درگور کردیا، اسی سبب اس قبر کو قبر نذور کے نام سے جانا جاتا ہے، جو بھی اس قبر پر نذر مانے اس کی حاجت پوری ہوتی ہے اور نذر وفا کرنا بھی لازم ہے؛ میں نے بارہا نذر مانی اور میری حاجت پوری ہوئی''۔ عضدالدولہ اس عقیدہ کو قبول نہیں کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اس نذر کا مقصد کچھ نہیں ہے بلکہ صرف عوام الناس نے بڑھاوا دیا ہے۔

ہم اس مقام پر چند روز قیام پذیر رہے، ایک روز علیٰ الصباح عضدالدولہ نے مجھے بلایا اور کہا: سواری پر سوار ہوجاؤ تاکہ قبر نذور پر چلیں، ہم چند لوگ مزار نذور پر گئے، عضدالدولہ مقبرہ میں داخل ہوئے اور قبر نذور کی زیارت کی، دو رکعت نماز پڑھی اور طولانی سجدہ کے ذریعہ راز و نیاز میں محو ہوگئے! البتہ ان کا زمزمہ کسی کو سنائی نہیں دیا، ہم واپس آئے اور ہمدان کی جانب راونہ ہوئے۔ ایک روز عضدالدولہ نے مجھ سے کہا: کیا تم مجھے قبر نذور کی داستان سنا سکتے ہو؟ جیسا کہ بغداد میں سنائی تھی! میں نے کہا: کیوں نہیں! کہنے لگے: مجھے ان باتوں پر کوئی اعتقاد نہیں تھا اور میری فکر یہ تھی کہ یہ سب بکواس ہے، لیکن تمہاری گفتگو کے بعد جب ایک مشکل سے سامنا ہوا تو تمہاری گفتگو میرے ذہن میں آئی کہ میں کیوں نہ نذر کروں! لہٰذا میں نے نذر کی کہ اگر خدا نے

میری مدد کی تو اس ضریح کو دس ہزار درہم ہدیہ کروں گا، چند روز بعد خبر ملی کہ وہ مشکل دور ہوچکی ہے، میں نے کاتب سے کہا: میرے جانشین ''ابوریان'' کو نامہ لکھے کہ وہ نذر کے لئے دس ہزار درہم روانہ کرے، نامہ روانہ کیا گیا اور نذر کی وفا کی گئی۔(۱)

نذر کے متعلق، علماء کے فتاویٰ

۱۔ خالدی نے ابوداؤد کی روایت نقل کرنے کے بعد بیان کیا ہے: ''اس روایت سے استناد کرتے ہوئے خوارج نے انبیائے الٰہی، صالحین اور اولیائے خدا کی نذر کو جائز شمار نہیں کیا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ ان کے مقبرے بتوں کی مانند ہیں اور بتوں کے لئے نذر کرنا زمان جاہلیت کی رسم ہے۔ اس شرک آلود گفتگو سے خدا کی پناہ! ان کی گفتگو ان لوگوں کی گمراہی وخرافات کا ثبوت ہے۔ انھوں نے انبیائے الٰہی کی شان میں گستاخی کی، ان کو بتوں سے تشبیہ دی اور اس کے ذریعہ ان کی توہین کی! حالانکہ اگر کوئی شخص اشارتاً بھی انبیائے الٰہی کی شان میں عیب جوئی کرے وہ زمرۂ کفر میں داخل ہوجاتا ہے! بلکہ بعض علماء کا نظریہ ہے کہ اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی، جی ہاں! خوارج نامی گروہ اپنی گمراہی کے دریا میں غرق ہوچکا ہے کیونکہ یہ گروہ انبیائے الٰہی سے توسل کو عبادت کا نام دیتا ہے اور ان کے مقبروں کو بتوں سے تعبیر کرتا ہے، اس گروہ کی گفتگو قابل توجہ نہیں ہے!(۲)؛ جیسا کہ ابن تیمیہ اور اس کے پیروکاروں کی گفتگو لائق توجہ نہیں!''۔(۳)

.....

۱. تاریخ بغداد: ج ۱، ص ۱۲۳.

۲. صلح الاخوان: ص ۱۰۹.

۳. الغدیر: ج ۳، ص ۱۸۳. خوارج کے بارے میں ابن تیمیہ کا کیا نظریہ ہے؟ ظاہری بات ہے کہ ان کا حمایتی ہوگا کیونکہ اس کے بھی وہی نظریات ہیں! کہیں ابن تیمیہ خارجی تو نہیں!؟۔(مترجم).

۲۔ رافعی نے کتاب تہذیب اور دیگر کتب سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے:
''اگر کوئی یہ نذر کرے کہ فلاں شہر کے غرباء کو صدقہ دوں گا تو اس پر واجب ہے کہ صدقہ دے، اسی طرح اگر کوئی یہ نذر کرے کہ گرگان کی مشہور قبر کے لئے نذر بھیجے گا تو اس پر واجب ہے کہ نذر پر عمل کرے''۔

کتاب تہذیب کے مصنف کا نظریہ ہے کہ اس قسم کی نذر انھیں افراد کو دی جائے گی جن کے بارے میں نذر کی ہے کیونکہ عرف عام اسی کا اقتضا کرتی ہے، اور اگر عرف عام اس کا اقتضا نہ کرے تو پھر دو نظریات ہو جائیں گے:

الف: نذر صحیح نہیں ہے کیونکہ شریعت میں اس کی صحت پر کوئی دلیل نہیں! کعبہ اور قبر رسولؐ کے خلاف کہ ان دونوں مقامات کے لئے شریعت میں دلیل موجود ہے۔

ب: اگر صاحب قبر، خیر و نیکی میں معروف ہے تو اس کے لئے نذر صحیح ہے؛ اس بنا پر نذر فقط اسی کے متعلق خرچ ہونی چاہئے اور دوسرے کاموں میں خرچ کرنا صحیح نہیں ہے، سبکی کے بقول: اگر اس نذر کو عرف عام معین نہ کر سکے تو ایسی نذر صحیح نہیں ہے۔(۱)

۳۔ خالدی کا بیان ہے: ''نذر میں معیار، نذر کرنے والے انسان کی نیت ہے، کیونکہ انسان کے اعمال کا دارومدار نیت پر ہی ہوتا ہے، اگر نذر کرنے والے کی نیت، میت سے قربت حاصل کرنا ہو تو نذر جائز نہیں ہے، لیکن اگر یہ نذر خدا کے لئے ہو اور نذر کو زندہ لوگوں میں تقسیم کیا جائے اور اس کا ثواب مردہ کو ہدیہ کیا جائے تو یہ نذر صحیح ہے بلکہ واجب ہے، چاہے اس کا مصرف معین ہو یا نہ ہو! اگر نذر کا مصرف معین نہ ہو تو اس کو مقبرہ کے مجاورین اور اس شہر کے لوگوں میں یا میت کے اعزا و اقارب یا فقیروں

۱۔ فتاویٰ السبکی: ج ۱، ص ۲۹۴۔ الغدیر: ج ۵، ص ۱۸۱۔

تقسیم کیا جائے گا''۔

یہ نظریہ صرف خالدی کا نہیں بلکہ اذرعی، زرکشی، ابن حجر، رملی شافعی، قبانی مصری، رافعی، نووی، علاء الدین حنفی، خیر الدین رملی حنفی، شیخ محمد غزی اور شیخ قاسم حنفی وغیرہ بھی اس نظریہ سے متفق ہیں۔(۱)

۴۔عزامی کا بیان ہے: ''ابن تیمیہ کی بیہودہ گفتگو نے بعض علماء، معتقدین اور شاگردوں کو گمراہی کی جانب کھینچ لیا؛ وہ دینی مسائل میں دھوکہ دھڑی اور چال بازی سے کام لیتا تھا، ایسا مطلب بیان کرتا تھا کہ جس کو ایک مسلمان زبان پر لانا بھی گوارا نہیں کرتا! اگر کوئی شخص مسلمانوں کی نذر کا تحقیقی جائزہ لے تو یقیناً اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ وہ لوگ انبیائے الٰہی، صالحین اور اولیاء خدا کی طرف سے صدقہ دیتے ہیں اور اس کا ثواب ان کی ارواح مقدسہ کو ایصال کرتے ہیں؛ علمائے اہل سنت کا اجماع ہے کہ صدقہ، مردہ تک پہونچتا ہے اور اس کے لئے مفید ثابت ہوتا ہے، اس کی تائید میں صحیح روایت بھی موجود ہے، اس بنا پر بلا تفریق مذہب وملت، تمام اسلامی مذاہب میں نذر اور قربانی رائج تھیں اور آج بھی رائج ہیں''۔(۲)

اس طولانی بحث کے بعد بھی کیا ابن تیمیہ اور اس کے مریدوں کا یہی نظریہ ہے کہ غیر خدا کے لئے نذر حرام ہے!؟۔

☆☆☆

.....

۱. صلح الاخوان: ص۱۰۲. الغدیر: ج۵، ص۱۸۱.

۲. فرقان القرآن: ص۱۳۳. الغدیر: ج۵، ص۱۸۱.

غیر خدا کی قسم کھانا

وہابیوں کا نظریہ

وہابیوں نے غیر خدا کی قسم کھانا ممنوع قرار دیا ہے، بعض وہابی، ایسی قسم کو مکمل شرک شمار کرتے ہیں لیکن بعض وہابیوں نے شرک اصغر سے تعبیر کیا ہے۔

ابن تیمیہ کا نظریہ

شرک کی دو قسمیں ہیں: (الف) شرک اکبر: خود شرک اکبر کی بھی کئی قسمیں ہیں، مثلاً: مخلوق سے شفاعت کی درخواست اور توسل وغیرہ۔ (ب) شرک اصغر: مثلاً: ریاکاری، دکھاوا، خود کو بڑا دکھانا اور غیر خدا کی قسم کھانا۔ غیر خدا کی قسم کھانا شرک ہے اس کی دلیل یہ

ہے کہ ابن عمر نے پیغمبر اکرمؐ سے نقل کیا ہے: ''اگر کوئی غیر خدا کی قسم کھائے تو وہ مشرک ہو گیا'' لیکن شرک اصغر مسلمان کو زمرۂ اسلام سے خارج نہیں کرتا بلکہ ایسے شخص کی توبہ قابل قبول ہے۔(۱)

صنعانی نے کتاب ''تطہیر الاعتقاد'' میں بیان کیا ہے: ''قبر پرستوں نے بت پرستوں کے عمل کو اپنایا ہے اور ان کی سیرت پر عمل پیرا ہو گئے ہیں، وہ اپنی جان کی قسم کھاتے ہیں حالانکہ اگر کوئی اپنی بات ثابت کرنے لئے خدا کی قسم کھائے تو اس کا یقین نہیں کیا جاتا لیکن اگر اولیائے الٰہی کی قسم کھاتا ہے تو یقین کر لیا جاتا ہے، ہاں! بت پرستوں کا بھی یہی عمل ہے''۔(۱)

وہابی نظریہ کا تنقیدی جائزہ

۱۔ خدا، پیغمبرؐ، اصحاب، تابعین اور مسلمانوں نے غیر خدا کی قسم کھائی ہے، خداوند عالم نے قرآن کریم میں متعدد قسمیں کھائی ہیں مثلاً زمانہ کی قسم، دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم، فرشتوں کی قسم، ہواؤں کی قسم، کشتی کی قسم، انجیر کی قسم، زیتون کی قسم، دن کی قسم، رات کی قسم، آسمان کی قسم، ستاروں کی قسم، صبح و مسا کی قسم، قلم کی قسم، قیامت کی قسم اور جان پیغمبرؐ کی قسم وغیرہ۔(۲)

ممکن ہے کہ کوئی کہے: ہمیں قبول ہے کہ خدا نے اپنے علاوہ دیگر اشیاء کی قسم بھی کھائی ہے لیکن یہ دلیل نہیں کہ ہم بھی غیر خدا کی قسم کھائیں! تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ

.....

۱. رسائل الهدية: ص۲۵.

۱. كشف الارتياب: ص۳۳۵.

۲. کیا یہ تمام چیزیں خدا ہیں؟ جب خدا ہی غیر خدا کی قسم کھا رہا ہے تو ہم کیوں نہیں کھا سکتے!؟۔(مترجم).

غیر خدا کی قسم کا سر چشمہ، خود خداوند عالم ہی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ غیر خدا کی قسم ناپسند کام نہیں ہے۔ وہابی افکار کے مطابق: خود خداوند عالم بھی غیر خدا کی قسم کھا کر (معاذ اللہ!) شرک اصغر کا مرتکب ہوا ہے۔ اب ان سے سوال کیا جا سکتا ہے: ''اگر خدا کی اطاعت کرتے ہوئے غیر خدا کی قسم کھائی جائے تو کیا حرج ہے؟''۔

ہماری نظر میں ایسی قسم میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اگر بندوں کے لئے غیر خدا کی قسم کھانا شرک کی دلیل بنتا ہے تو پھر یہ قسم خدا کے لئے بھی قبیح ہونی چاہئے! کیونکہ غیر خدا کی قسم کھانا ہر حال میں شرک شمار ہوگا اور اگر یہ قسم خدا کی جانب سے بھی کھائی جائے تب بھی حکم تبدیل نہیں ہوگا!۔

۲۔ پیغمبر اکرمؐ نے بھی غیر خدا کی قسم کھائی ہے، جن میں سے چند مقامات مندرجہ ذیل ہیں:

الف: ایک شخص پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور پوچھا: یا رسول اللہؐ! کون سے صدقہ کا ثواب زیادہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تیرے باپ کی قسم! تو بہت جلد آگاہ ہو جائے گا کہ صدقہ میں کتنے فوائد مخفی ہیں! اگر تو صدقہ دے گا تو سالم رہے گا اور تنگدستی سے نجات پائے گا۔(۱)

ب: نجد کا ایک شخص پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں آیا اور اسلام کے بارے میں سوال کیا، آپؐ نے فرمایا: نماز پنجگانہ، ماہ رمضان میں روزہ و زکات، جو چیز آنحضرتؐ بیان کرتے تھے، وہ شخص پوچھتا تھا: کیا اور کچھ بھی ہے؟ پیغمبر اکرمؐ فرماتے تھے: نہیں، لیکن ہاں اس کا مستحب باقی ہے۔ وہ شخص پیغمبر اکرمؐ کی خدمت سے یہ کہتا ہوا رخصت ہوا کہ

۱. صحیح مسلم: ج۴، ص ۲۱۹.

خدا کی قسم! نہ اس میں کمی کروں گا نہ ہی اضافہ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اس کے باپ کی قسم! اگر وہ اپنے کہے پر عمل پیرا ہو جائے تو کامیاب ہو جائے گا، یا فرمایا: اس کے باپ کی قسم! اگر اس کے قول میں سچائی ہے تو وہ جنتی ہے(۱)؛ اس کے علاوہ روایات میں دیگر قسموں کا بھی تذکرہ ہوا ہے۔(۲)

قسطلانی نے اس روایت کے متعلق بیان کیا ہے: ''اس روایت میں (باپ کی قسم) کا تذکرہ نہیں ہے، کتب صحاح نے اس روایت کو مردود شمار کیا ہے''۔(۳)

قسطلانی کا جواب یہ ہے کہ ہم اس کا پہلے ہی جواب دے چکے ہیں یعنی گزشتہ روایت ہماری بات کی تائید کرتی ہے۔

ابن عبدالبر سے منقول ہے: "وابیہ" درحقیقت "واللّٰہ" تھا جس میں تبدیلی کی گئی ہے''۔

قسطلانی نے ابن عبدالبر کا جواب دیتے ہوئے کہا: ''صرف احتمال کی وجہ سے ہی مطلب کو ثابت نہیں کیا جا سکتا!''۔

ابوبکر سے روایت نقل کی گئی ہے: ''ایک چور نے اپنی بیٹی کے زیورات کی چوری کی تو ابوبکر نے اس چور سے کہا: تیرے باپ کی قسم! تو آج رات چور نہیں ہے''۔ پھر قسطلانی کا بیان ہے: ''اس کا جواب بیہقی نے بہترین طریقہ سے دیا ہے''۔

بیہقی کا بیان ہے: ''لوگ رومرّہ کی زندگی میں ایسی قسمیں کھاتے ہیں لیکن ان قسموں سے مراد حقیقی قسم نہیں ہے بلکہ یہ ان کا تکیۂ کلام بن چکا ہے کہ ہر بات میں

.....

۱. صحیح مسلم: ج۴، ص۲۲۴.

۲. السنن الکبریٰ: ج۹، ص۲۴۶. تاریخ بغداد: ج۱۲، ص۳۷۷. مجمع الزوائد: ج۹، ص۱۲.

۳. ارشاد الساری: ج۹، ص۳۵۷.

قسم کھاتے ہیں''۔شاید اس میں "رب" پوشیدہ ہو یعنی درحقیقت قسم ایسے ہو "ورب ابیہ" یعنی تیرے باپ کے رب کی قسم!۔

مرحوم سید محسن امین نے بیہقی کا جواب دیتے ہوئے کہا: ''عرب، اس قسم کے الفاظ کو قسم میں استعمال کرتے تھے، ورنہ ایسی باتیں بیہودہ شمار ہوتی ہیں، ''رب'' کو پوشیدہ ماننے کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے، منقول ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے چچا ''ابوطالبؑ نے حضورؐ کی شان میں کچھ اشعار کہے جن میں غیر خدا کی قسم کھائی، لیکن آنحضرتؐ نے انھیں اس قسم سے نہی نہیں فرمائی، ابوطالبؑ نے فرمایا: ''بیت الٰہی کی قسم! یہ تمہاری خام خیالی ہے کہ محمدؐ حقیر اور ذلیل وخوار ہو جائیں گے اور ہم ان کی رکاب میں رہ کر تیر وشمشیر نہیں چلائیں گے!''۔

صحابہ کرام کی سیرت

۱۔عبداللہ ابن جعفر کا بیان ہے: ''میں جب بھی اپنے چچا ''علیؑ'' سے کوئی چیز طلب کرتا تھا اور وہ انکار کر دیتے تھے تو میں ان کو اپنے باپ اور ان کے بھائی ''جعفر'' کی قسم دیتا تھا اور قسم کے بعد میری حاجت پوری ہو جاتی تھی''(۱)؛ علیؑ، نہ صرف یہ کہ عبداللہ کو غیر خدا کی قسم سے نہیں روکتے تھے بلکہ ان کی حاجت روائی بھی فرماتے تھے۔

۲۔جو روایت ابوبکر سے منسوب ہے وہ بھی یہ بیان کر رہی ہے کہ ابوبکر نے چور کے باپ کی قسم کھائی۔(۲)

.....

۱. شرح نهج البلاغه: ابن ابی الحدید، ج۱۵، ص۷۳.

۲. کشف الارتیاب: ص ۳۷۱.

۳۔علیؑ، معاویہ کو خط لکھتے ہیں: ''اے معاویہ! میری جان کی قسم! اگر تو عقل سے استفادہ کرے اور اپنے نفس کی پیروی نہ کرے تو یقیناً مجھے قتل عثمان میں ملوث نہیں پائے گا''۔(۱)

۴۔علیؑ، دوسرے خط میں معاویہ سے خطاب کرتے ہیں: ''میری جان کی قسم! اگر تو گمراہی اور تفرقہ بازی سے باز آجائے تو تھوڑے سے عرصہ میں لوگ تیرے دلدادہ ہوجائیں گے''۔(۲)

۵۔معاویہ، علیؑ کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے: ''اے ابوالحسن! اگر یہ ثابت ہوگیا کہ تم خلافت وحکومت کے لالچ میں جنگ کررہے ہو تو میری جان کی قسم! بہت جلد مسلمانوں کے مقابل جنگ کے لئے کھڑے ہوجاؤ گے''۔(۳)

۶۔امام سجادؑ، ایک شعر میں فرماتے ہیں: ''تیری جان کی قسم! مجھے وہ گھر پسند ہے جس میں رباب وسکینہ موجود ہوں''۔(۴)

۷۔روز عاشور علی اکبرؑ نے ایک شعر میں اس طرح قسم کھائی: ''میں علی بن حسینؑ ابن علیؑ ہوں، بیت الٰہی کی قسم! ہم لوگ پیغمبر اکرمؐ سے سب سے زیادہ نزدیک ہیں''۔(۵)

.....

۱. نهج البلاغه: عبده، ص ۵۲۶.

۲. نهج البلاغه: نامه ۹.

۳. كشف الارتياب: ص ۳۳۹.

۴. تذكرة الخواص: ص ۲۳۳. الفصول المهمة: ص ۱۸۳. البداية و النهاية: ج ۸، ص ۲۰۹. الاغانی: ج ۱۶، ص ۱۳۹. المعارف: ابن قتيبه، ص ۲۱۳. اعلام النساء المومنات: ص ۴۳۱.

۵. تاريخ طبری: ج ۳، ص ۳۳۰.

۸۔عبداللہ بن عمر عنسی، اپنے زمانہ میں سب سے معروف عابد وزاہد تھے، جب انھوں نے عمرو عاص کی زبانی رسول اکرمؐ کی حدیث سنی ''عمار کو ایک سرکش گروہ قتل کرے گا'' تو راتوں رات معاویہ کے لشکر سے جدا ہو گئے اور لشکر علوی سے جا ملے، انھوں نے لوگوں کو اس روایت سے آگاہ کیا اور اس کا اظہار اپنے اس شعر سے کیا: ''تیز رفتار اونٹوں کی قسم! جو سواریوں کو اس کی جانب لے جا رہے ہیں، جو عمرو عاص نے کہا وہ روایت میں منقول ہے، پیغمبر اکرمؐ کا قول، قابل تردید نہیں اور اس میں کسی قسم کی کجی کا وجود نہیں ہے''۔(۱)

۹۔مسروق نے عائشہ سے کہا: ''تمہیں قبر رسولؐ کی قسم! مجھے بتاؤ کہ تم نے آنحضرتؐ سے خوارج کے بارے میں کیا سنا ہے؟ عائشہ نے جواب دیا: میں نے سنا کہ آنحضرتؐ فرما رہے تھے: خوارج بدترین مخلوق ہیں، اور انھیں بہترین مخلوق خدا موت کے گھاٹ اتارے گی''۔(۲)

روایت ابن عمر کا تنقیدی جائزہ

ترمذی سے منقول ہے: ''ابن عمر نے ایک شخص کو خانۂ کعبہ کی قسم کھاتے دیکھا تو اس سے کہا: غیر خدا کی قسم نہ کھاؤ، میں نے رسول خداؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جو غیر خدا کی قسم کھائے وہ کافر ہے''۔(۳)

.....

۱. وقعة صفین: نصربن مزاحم، ص ۳۴۴.

۲. کشف الارتیاب: ص ۳۴۰. البدایة و النهایة: ج۸، ص ۳۱۵. شرح نهج البلاغه: ابن ابی الحدید، ج۲، ص ۲۴۷. بحار الانوار: ج۳۳، ص ۳۳۹. بعض کتابوں سے یہ روایت حذف کر دی گئی ہے، شاید اس کا سبب اہل بیتؑ سے عناد ہے. کشف الاشعار: هیثمی، ج۲، ص ۳۶۳. مجمع الزوائد، ۶: ۲۳۹.

۳. ارشاد الساری: ج۹، ص ۳۵۸.

اگراس روایت کی سند صحیح ہوتب بھی یہ روایت ہماری نظر میں حرمت پر دلالت نہیں کرتی بلکہ مکروہ ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ قسم اس وقت حرام شمار ہوگی جب قسم کھانے والا غیر خدا کے بارے میں بھی وہی عقیدہ رکھتا ہو جو عقیدہ خدا کے بارے میں رکھتا ہے۔

قسطلانی کا بیان ہے: ''اس روایت میں مبالغہ کی خاطر کفر سے تعبیر کیا گیا ہے، تا کہ غیر خدا کی قسم کھانے سے روکا جا سکے، فرقۂ مالکی کے نزدیک اس روایت سے غیر خدا کی قسم کھانا مکروہ شمار ہوتا ہے لیکن فرقۂ حنابلہ کے نزدیک حرام ہے، اکثر علمائے شافعی کا نظریہ ہے کہ مکروہ ہے''۔

امام الحرمین کا بیان ہے: ''یہ روایت یقیناً غیر خدا کی قسم کے مکروہ ہونے پر دلالت کرتی ہے''، بعض افراد کہتے ہیں: ''اگر غیر خدا کی قسم میں اسی عظمت کے قائل ہو جائیں جس عظمت کے خدا کی بابت قائل ہیں تو اس صورت میں غیر خدا کی قسم حرام شمار ہوگی لیکن اگر غیر خدا کی قسم کھانا صرف اسی کی عظمت کے پیش نظر ہو تو کفر شمار نہیں ہوگی''۔(۱)

☆☆☆

۱. ارشاد الساری: ج۹، ص۳۵۸.

محافل ومجالس کا انعقاد

جشن میلاد کا انعقاد

وہابی فرقہ، پیغمبر اکرمؐ کی ولادت کا جشن منانے کو ناپسندیدہ کام شمار کرتا ہے، حالانکہ اس جشن میں تلاوت قرآن ہوتی ہے، حضورؐ سے عقیدت رکھنے والے شعراء آنحضرتؐ کی شان میں مدح سرائی کرتے ہیں اور مومنین کی مہمان نوازی کی جاتی ہے۔ لیکن وہابیوں کے نزدیک جشن میلاد النبیؐ ناپسندیدہ امر ہے۔

جشن میلاد کے متعلق، وہابیوں کے نظریات

ا۔ ابن تیمیہ کا نظریہ

ولادت پیغمبر اکرمؐ کے روز جشن منانا اور اس روز کو روز عید قرار دینا بے بنیاد بدعت

ہے،اس روز نہ تو اہل بیتؑ نے جشن منایا نہ ہی دوسرے افراد نے، بلکہ یہ عیسائیوں کی سنت ہے کہ وہ جناب عیسیٰ کی ولادت کے روز جشن مناتے ہیں،اسی طرح یہودی بھی اپنے آئین کے مطابق جناب موسیٰ کی ولادت پر جشن مناتے ہیں۔بعض مسلمان بھی عیسائیوں کی پیروی کرتے ہوئے یا آنحضرتؐ سے عشق ومحبت کے اظہار کی خاطر جشن مناتے ہیں،حالانکہ گزشتہ مسلمان یہ کام نہیں کرتے تھے، اگر پیغمبر اکرمؐ کی ولادت کے روز جشن منانا ایک پسندیدہ سنت ہوتی تو اس سنت پر گزشتہ امت مسلمہ بھی عمل پیرا ہوتی۔(۱)

۲۔عبدالرحمٰن بن حسن آل شیخ کا نظریہ

مشرکوں کی سیرت ہے کہ وہ قبروں پر جشن مناتے ہیں اور غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ان کے یہاں اس جشن کو عید سے تعبیر کیا جاتا ہے،مثلاً مصر میں بدوی کا جشن ولادت،البتہ یہ جشن عید سے بھی عظیم شمار ہوتا ہے؛ کیونکہ اس جشن میں شرک اور گناہان کبیرہ کا ارتکاب ہوتا ہے۔(۲)

۳۔محمد حامد الفقی کا نظریہ

اسلامی ممالک میں اولیاء الٰہی کے نام پر جشن منانا،ایک قسم کی عبادت اور تعظیم شمار ہوتی ہے۔(۳)

اپنے عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے وہابیوں نے مندرجہ ذیل روایتوں سے استناد کیا ہے:

.....

۱. اقتضاء الصراط المستقیم: ص۲۹۳.

۲. کشف الارتیاب: ص۴۴۸.

۳. الملل و النحل: سبحانی، ج۴، ص۳۲۰.

۱۔ابو ہریرہ نے پیغمبر اکرمؐ سے نقل کیا: ''اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ، میری قبر پر عید نہ مناؤ، مجھ پر درود بھیجو کیونکہ میں چاہے جہاں رہوں لیکن تمہارا درود وسلام مجھ تک پہونچتا ہے''۔(۱)

۲۔پیغمبر اکرمؐ سے مروی ہے کہ آپؐ نے قبروں پر عید منانے کو منع کیا ہے۔

وہابی افکار کا تنقیدی جائزہ

۱۔سب سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ جشن میلاد اور پرستش کے درمیان فرق ہے، کیونکہ کوئی عمل پرستش وعبادت اس وقت شمار ہوگا جب سامنے والے کی الوہیت کے قائل ہوں، اس کی ربوبیت کے معتقد ہوں اور یہ بھی اعتقاد ہو کہ پروردگار کا کوئی ایک عمل اس سے سرزد ہوا ہے۔لیکن جشن میلاد میں ان اعتقادات کا وجود نہیں! لہٰذا جشن میلاد کو پرستش سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔

جشن میلاد النبیؐ قرآن وروایات کا عملی (Practical) نمونہ ہے، یعنی آنحضرتؐ سے اظہار محبت کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان آپؐ کو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللهُ بِأَمْرِهِ وَاللهُ لَايَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ یعنی (اے رسول!) کہہ دیجئے: تمہارے آباؤ اجداد، تمہاری اولاد، تمہاری بیویاں، تمہارا قبیلہ، تمہارا کسب شدہ مال، تمہاری تجارت کہ جس کے نقصان سے ڈرتے ہو، اور تمہارے وہ گھر جو تمہارے

۱. مسند احمد: ج۳، ص۲۴۸.

منظور نظر ہیں، اگر یہ تمام چیزیں خدا اور سوؐل اور ان کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو عذاب خدا کے منتظر رہو اور خداوند عالم نافرمان لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا۔(۱)

پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے: ''تم میں سے ایماندار وہی ہے جو خود سے زیادہ، اپنی اولاد اور دیگر افراد سے زیادہ میرے اہل بیتؑ سے محبت کرتا ہے''۔(۲)

اس بنا پر لازم ہے کہ حامد الفقی اور دیگر وہابی حضرات، بدعت کا فتویٰ لگانے سے پہلے جشن میلاد اور پرستش کے درمیان فرق پر اپنی توجہ مبذول کریں۔

۲۔ جب تک کسی کام میں شریعت کی جانب سے روک ٹوک نہ آجائے تب تک وہ کام جائز ہے، خود ابن تیمیہ بھی اس مسلّم قانون کا معتقد ہے اسی سبب کہتا ہے: ''لوگوں کے درمیان رائج رسومات جائز ہیں سوائے اس کے کہ خدا نے منع فرمایا ہو''۔(۳)

جشن میلاد کے سلسلہ میں شریعت کی جانب سے کوئی نہی نافذ نہیں ہوئی، البتہ ایک روایت ہے جس کا تنقیدی جائزہ لیا جائے گا۔ دوسری جانب سے اگر جشن میلاد کی موافقت میں کوئی روایت نہ ہو تو اس کو قرآن وسنت سے ثابت کیا جاسکتا ہے، قرآن و سنت میں وارد ہوا ہے کہ ''محمد وآل محمد علیہم السلام سے محبت، اسلام کی بنیاد ہے اور ان ہستیوں سے محبت نہ کرنا کینہ کی علامت ہے''۔

۳۔ ابن تیمیہ نے حلال وحرام کا معیار، بزرگوں کی سیرت کو قرار دیا ہے۔ حلال و حرام کا معیار، بزرگوں کی سیرت ہے یا قرآن وسنت؟۔

.....

۱. سورۂ توبہ/ ۵۴.

۲. تفسیر الدر المنثور: ج۳، ص ۲۲۳. ایسی روایات قلوب کو زندہ کرتی ہیں.(الآمالی: شیخ صدوقؒ).

۳. منتهی الآمال: ج۲، ص۶۴۷. بحار الانوار: ج۲۷، ص۷۵. مسند احمد: ج۳، ص۲۰۷. موسوعة اطراف الحدیث النبویؐ: ج۷، ص ۳۱۲.

اگر بزرگوں کی سیرت کو حلال وحرام کا معیار قرار دیا جائے تب بھی ابن تیمیہ کے خلاف ہے کیونکہ تاریخ میں ایسے نمونے ہیں جو جشن میلاد کے انعقاد کی تائید کرتے ہیں، جن میں سے چند نمونے مندرجہ ذیل ہیں:

الف: قسطلانی کا بیان ہے: ''مسلمانوں کی یہ سیرت رہی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی ولادت کے مہینہ میں جشن مناتے ہیں اور ولیمہ کرتے ہیں، خدا رحمت کرے ان لوگوں پر جو اس مبارک مہینہ کی راتوں میں جشن بپا کرتے ہیں اور کچھ لوگوں کے زخم دل پر نمک چھڑکتے ہیں''۔(۱)

ب: دیار بکری کا بیان ہے: ''مسلمانوں کی سیرت رہی ہے کہ آنحضرتؐ کی ولادت کے مہینہ میں جشن مناتے ہیں، مومنین کی مہمان نوازی کرتے ہیں، صدقہ دیتے ہیں، اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہیں، کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، قصیدے پڑھتے ہیں اور آنحضرتؐ کی کرامتوں کا تذکرہ کرتے ہیں''۔(۲)

۴۔ سیرت علماء

الف: ابن عباد کا بیان ہے: ''ہمارے لئے آشکار ہے کہ جشن میلاد النبیؐ مسلمانوں کی عید شمار ہوتی ہے، اس مبارک روز میں اظہار مسرت مباح ہے اور کوئی حرج نہیں ہے''۔(۳)

ب: قسطلانی کا بیان ہے: ''خدا رحمت کرے ان لوگوں پر جو اس مبارک مہینہ کی راتوں میں جشن بپا کرتے ہیں اور منکرین کے زخم دل پر نمک چھڑکتے ہیں''۔(۴)

.....

۱. المواهب اللدنية: ج ۱، ص ۲۷. ۲. تاريخ الخميس: ج ۱، ص ۳۲۳.
۳. المواسم و المراسم: ص ۲۰. القول الفصل بمولد خير الرسل: ص ۱۷۵.
۴. المواهب اللدنية: ج ۱، ص ۲۷.

ج: منقول ہے کہ سب سے پہلے اس مبارک روز میں ابوسعید اربلی نے ۶۳۰ھ میں جشن منایا، البتہ بعض افراد کا نظریہ ہے کہ سب سے پہلا جشن مصر میں خلیفۂ فاطمی ''المعجز لدین اللہ'' نے منایا۔(۱)

بہرحال تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کے درمیان یہ سیرت رائج رہی ہے کہ جشن میلاد منعقد کرتے تھے حالانکہ دیگر مسلمان اور فقہاء براہ راست یا بالواسطہ ان کے اس عمل پر اعتراض نہیں کرتے تھے!۔

روایت کا تحقیقی جائزہ

۱۔ وہابیوں نے جس روایت سے استناد کیا ہے وہ احمد بن حنبل نے سہیل بن ابی صالح سے دوسرے انداز میں نقل کی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ''پروردگار! میری قبر کو بُت قرار مت دینا''(۲)؛ اس بنا پر ممکن ہے کہ روایت کی نقل میں غلطی ہوئی ہو! کیونکہ پیغمبر اکرمؐ سے منقول روایت یہ ہے: ''خدایا! میری قبر کو بُت قرار نہ دے'' یعنی حضورؐ نے اس جملہ سے مسلمانوں کو آگاہ کیا ہے کہ آپؐ کی قبر کو مسجد نہ بنائیں اور اس کی جانب سجدہ نہ کریں اور اس کی جانب رخ کر کے نماز نہ پڑھیں۔

۲۔ وہابیوں کے دعوے کے مطابق: پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ''میری قبر پر عید نہ مناؤ'' لیکن یہاں لفظ ''عید'' کو ''قبر'' کے لئے خبر قرار نہیں دیا جاسکتا؛ کیونکہ ''عید'' کسی خاص روز یا خاص موسم پر دلالت کرتا ہے اور اگر اس لفظ کو ''قبر'' کے لئے خبر شمار کیا جائے تو جملہ بے معنی ہو جائے گا لیکن ان جیسے جملوں میں لفظ ''عید'' کو خبر قرار دیا جاسکتا ہے مثلاً حج کا موسم، عید کا موسم ہے۔ یا۔ روز جمعہ روز عید ہے۔

.....

۱. الملل و النحل: سبحانی، ج۴، ص۳۲۳.
۲. مسند احمد: ج۲، ص۲۴۶.

۳۔ چاہے روایت کے الفاظ کچھ بھی ہوں لیکن اس روایت کی سند ضعیف ہے، اور اس سے استناد نہیں کیا جاسکتا؛ کیونکہ پہلی نقل میں سہیل بن ابی صالح کا نام ہے اور دوسری نقل میں عبداللہ بن نافع کا نام ہے اوران دونوں لوگوں کی سند سے استناد نہیں کیا جاسکتا۔

سہیل بن ابی صالح کے متعلق، راوی شناسان کی رائے مثبت نہیں ہے، ابوحاتم کا بیان ہے: ''اس کی روایات نقل کی جاتی ہیں لیکن ان سے استناد نہیں کیا جاسکتا'' ابن مدینی کا بیان ہے: ''سہیل کا بھائی دنیا سے گزر گیا اور سہیل اس کے فراق میں بہت غمگین تھا اسی سبب وہ بہت سی احادیث بھول گیا''۔ ابن معین نے بھی اس کو ضعیف شمار کیا ہے۔

عبداللہ بن نافع کے متعلق بھی اچھے نظریات نہیں ہیں، مثلاً بخاری کا بیان ہے: ''اس کی بعض روایات تو معروف تھیں لیکن بعض احادیث معروف نہیں تھیں''۔ احمد بن حنبل نے بھی اس کو ضعیف شمار کرتے ہوئے کہا ہے: ''وہ صاحب حدیث اور اہل نظر نہیں تھا''۔(۱)

رازی کا بیان ہے: ''وہ حافظ حدیث نہیں تھا بلکہ ضعیف شمار ہوتا تھا، اس کی بعض روایات مشہور ہیں اور بعض مشہور نہیں ہیں''۔(۲)

.....

۱. میزان الاعتدال: ج۲، ص۲۴۳. تهذیب الکمال: ج۱۲، ص۲۲۳.

۲. الجرح و التعدیل: ج۵، ص۱۸۴. شفاء السقام: ص۸۰.

روایت کا مفہوم اور اس کی تفسیر

علماء کرام نے پیغمبر اکرمؐ سے منقول روایت کی مختلف تفاسیر کی ہیں کہ جن میں سے اہم تفاسیر مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مندری کا بیان ہے: ''شاید اس روایت کے ذریعہ پیغمبر اکرمؐ نے امت مسلمہ کو زیارت قبور کی ترغیب دلائی ہے، نہ یہ کہ ایام عید کی مانند صرف ایک دوبار زیارت کے لئے جائیں!''۔(۱)

۲۔ سبکی کا بیان ہے: ''شاید اس روایت کا مطلب یہ ہو کہ میرے مزار پر دیگر قبور کی مانند صرف عید کے روز مت آؤ میری زیارت کا ایک روز معین نہ کرو''۔(۲)

۳۔ خفاجی حنفی کا بیان ہے: ''شاید پیغمبر اکرمؐ کی روایت کا یہ مطلب ہو کہ جس طرح عام قبروں پر چراغاں کرتے ہو اور روز عید جشن مناتے ہو اس طرح میری قبر پر مت کرنا بلکہ جب میرے مزار پر آنا تو دعا کرنا زیارت کرنا اور واپس پلٹ جانا''۔(۳)

۴۔ مروی ہے کہ شاید پیغمبر اکرمؐ کی روایت کا مقصد یہ ہو کہ لہو ولعب حضورؐ کے شایان شان نہیں ہے اور آپؐ کی عظمت بعد وفات بھی حیات کی مانند ہے لہٰذا حضورؐ کے مزار پر خرافات سے پرہیز کیا جائے۔(۴)

---

۱. شفاء السقام: ص ۸۰.

۲. ایضاً.

۳. شرح الشفاء: ج ۳، ص ۵۶۶.

۴. المواسم و المراسم: ص ۷۱.

خفاجی حنفی کا بیان ہے: ''پیغمبر اکرمؐ کی حدیث کا یہ مطلب ہے کہ میری زیارت کے لئے ایک دن معین نہ کرو اور لغویات سے پرہیز کرو کیونکہ یہ کام مکروہ ہیں'' بعض افراد کا نظریہ ہے: ''اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میری زیارت صرف عید سے مخصوص نہ کرو بلکہ میری زیارت کے لئے بہت زیادہ آیا کرو''۔

اس روایت میں مسلمانوں کو اس امر سے منع کیا گیا ہے کہ حضورؐ کے مزار مبارک پر عید کی مانند فاحشات انجام نہ دو بلکہ دعا و زیارت کے لئے حاضری دو، سلام کرو اور واپس ہو جاؤ۔

خفاجی کا دوسرے مقام پر بیان ہے: ''ہم نے اس روایت کی تفاسیر اور اس کے معانی کا ذکر کر دیا ہے، اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ قبر پیغمبرؐ پر روز عید کی مانند حاضر نہ ہو، اس روایت سے ابن تیمیہ اور اس کے مریدوں کا دعویٰ صحیح ثابت نہیں ہوتا بلکہ مسلمانوں کا اجماع ان کے خلاف ہے، لہٰذا اس روایت کی تفسیر ابن تیمیہ کے مخالف ہے کیونکہ ابن تیمیہ کی گفتگو صرف شیطانی وسوسہ ہے''۔(۱)

☆☆☆

۱. نسیم الریاض فی شرح الشفا: ج۳، ص۵۲۳. الغدیر: ج۵، ص۱۱۹.

حرف آخر

وہابیت کی تردید میں علمائے کرام نے بہت سی کتابیں تالیف کی ہیں اور تعجب کی بات یہ ہے کہ صرف شیعہ علماء نے نہیں بلکہ خود علمائے اہل سنت نے صراحتاً مخالفت کی ہے یا یوں کہا جائے کہ تمام اسلامی مذاہب، وہابیت کے مخالف ہیں مثلاً علمائے حنابلہ نے اس فرقہ کے خلاف چالیس سے زیادہ کتابیں تحریر کی ہیں(۱)؛ ان میں سے بعض کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱. ابن تیمیه حیاته وعقائده: صائب عبدالحمید(هم عصر).
۲. الآیات الجلیله: شیخ مرتضیٰ کاشف الغطاء. ۱۹۳۱ء
۳. اتحاف اهل الزمان باخبار ملوک تونس و عهد الامان: احمدبن ابی الضیاف.
۴. الاجوبة النجدیه: عن الأسئلة النجدیة: ابوالعون السفارینی الحنبلی. ۱۱۸۸ھ
۵. الآیات البینات: شیخ محمدحسین کاشف الغطاء. ۱۳۷۳ھ
۶. الوهابیة فی المیزان: شیخ جعفر سبحانی، (هم عصر)
۷. الارض و التربة الحسینیة: شیخ محمد حسین کاشف الغطاء. ۱۳۷۱ھ
۸. الاجوبة النعمانیة عن الاسئلة الهندیة: خیر الدین آلوسی. ۱۳۱۷ھ
۹. المقالات السنیة فی ردّ ضلالات ابن تیمیة: شیخ عبد اللّٰه الهروی، (هم عصر)
۱۰. تاریخ الوهابیة: ایوب صبری باشا.(۲)

خداوند عالم کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اتنی توفیق دی کہ ان تحقیقات کو ایک جگہ جمع کر کے کتابی شکل میں مومنین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں امید ہے کہ یہ حقیر کوشش بارگاہ اہل بیت علیہم السلام میں قابل قبول ہوگی۔ ''انشاء اللہ''۔

والسلام: **نجم الدین طبسی**

☆☆☆

.....

۱. بحوث فی الملل و النحل: ج۴، ص۳۵۴.
۲. مجله تراثنا: ش۴، شوال ۱۴۰۹ھ.

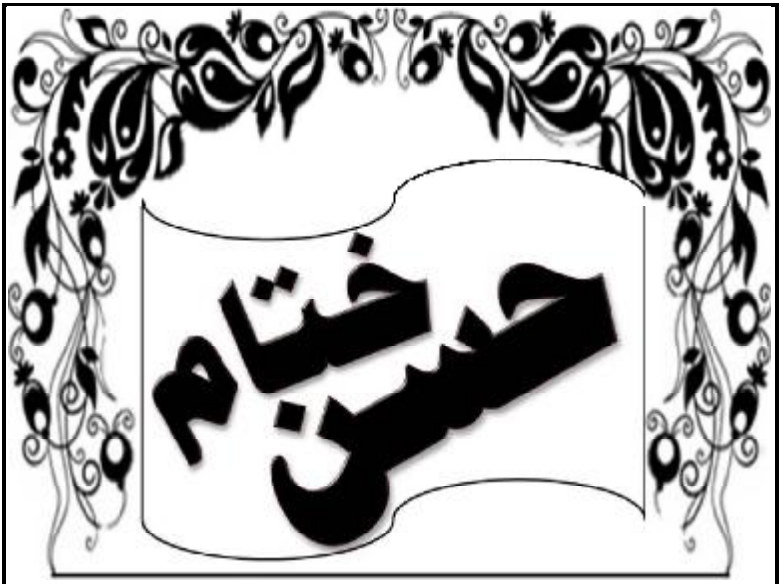

حسن ختام

وہابیت کی مخالفت اور اس کی جانب سے پیش آنے والے اعتراضات کے جواب میں امت مسلمہ کی جانب سے بے شمار کتابیں تصنیف ہوئی ہیں جن سے وہابی عقائد کی تردید بنحو احسن واضح ہوتی ہے، اگر کوئی دانشور اور صاحب عقل ان کتابوں کا مطالعہ کرے تو اس نتیجہ تک پہونچے گا کہ وہابی عقائد باطل اور پوچ ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور ان عقائد کی مخالفت کرنے والا گروہ حق پر ہے چاہے اس گروہ کو رافضی کے لقب سے نوازا جائے یا پھر کافر کہہ کر خطاب کیا جائے، لیکن اس حقیقت کے باوجود وہابیت اپنی تبلیغ واشاعت میں دن رات ایک کئے ہوئے ہے، کیا اس فرقہ کو یہ نظر نہیں آرہا ہے کہ تمام امت مسلمہ اس فرقہ کے خلاف ہے؟۔ وہابیت کی تردید میں تحریر کی جانے والی کتابوں میں سے سرفہرست شمار ہونے والی کتابوں کے چند نمونے مندرجہ ذیل ہیں:

۱. ازاحة الغی فی الرد علیٰ عبد الحی: سید علی بن الحسن العسکری.

۲. ازاحة الوسوسة عن تقبيل الاعتاب المقدسة: شيخ عبد اللّٰه مامقانی.

۳. ازهاق الباطل: مرزا محمد بن عبد الوهاب كاظمی.

۴. الاسلام السعودی الممسوخ: سيد طالب خراسانی.

۵. الاسلام والوثنية السعودية: فهد القحطانی.

۶. الاصول الاربعة فی تردید الوهابية: محمد حسن جان سرهندی.

۷. اظهار العقوق من منع التوسل بالنبی و الولی الصدوق.

۸. اعتراضات علیٰ ابن تيمية: احمد بن ابراهيم الحنفی.

۹. الاقوال المرضية فی الرد علیٰ الوهابية: عطاء الكسم الدمشقی.

۱۰. اكمال السنة فی نقض منهاج السنة: سيد مهدی قزوينی.

۱۱. كمال المنّة فی نقض منهاج السنة: سراج الدين اليمانی.

۱۲. الامامة الكبریٰ و الخلافة العظمیٰ فی ردّ منهاج ابن تيمية: سيد حسن قزوينی.

جی ہاں! وہابیوں کی جانب سے ہونے والے اعتراضات کے مختلف طریقوں سے جواب دیئے جاچکے ہیں بلکہ علمائے اسلام ہرزمانہ میں ان کے باطل افکار و نظریات کی تردید کرتے رہے ہیں اور انشاءاللہ آئندہ بھی ان کے منھ توڑ جواب دیتے رہیں گے۔ ہمارا فریضہ ہے کہ وہابیت کے مدمقابل کوہ مستحکم کی مانند ڈٹ کر کھڑے ہوجائیں تاکہ یہ خطرناک سیلاب ہمارے قدموں میں لغزش پیدا نہ کرسکے۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

سید غافر حسن رضوی چھولسی "ہندی"

روز ولادت امام رضا علیہ السلام ۱۱/ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ

بمطابق ۷/ستمبر ۲۰۱۴ء بروز یکشنبہ

☆☆☆

وھابیت کا تنقیدی جائزہ

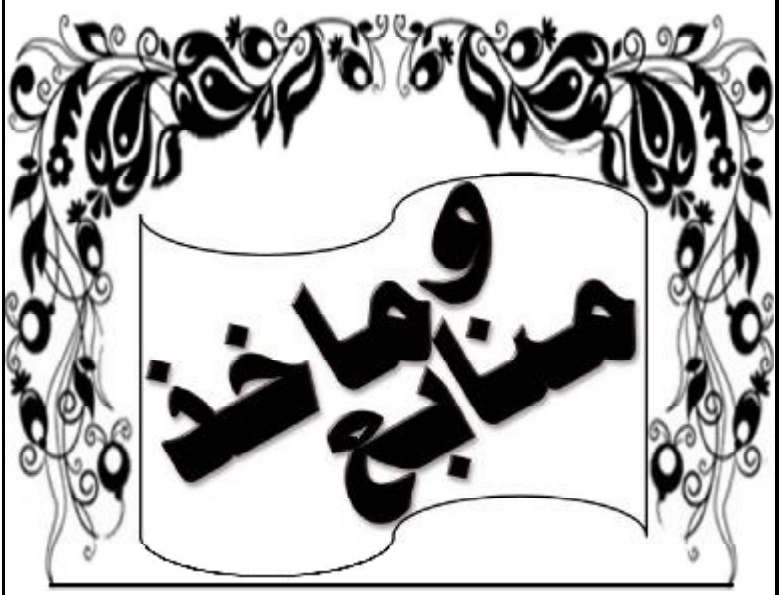

منابع و ماخذ

۱. قرآن کریم.
۲. نهج البلاغه.
۳. ابن تیمیه حیاته و عقائده: صائب عبد السلام.
۴. الاتحاف بحب الاشراف: الشبراوی، منشورات رضی قم.
۵. الاحکام السلطانیة: الماوردی، تبلیغات اسلامی قم.
۶. احیاء العلوم الدینی: غزالی، الثقافة الاسلامیة.
۷. اخبار مکة: ابن الولید ازرقی، دار الاندلس بیروت.
۸. ارشاد الساری: قسطلانی، دار الفکر بیروت.
۹. اسد الغابة: ابن اثیر شیبانی، المکتبة الاسلامیة.
۱۰. اسنی المطالب: ابو یحییٰ انصاری، المکتبة الاسلامیة مصر.
۱۱. الاصابة فی معرفة الصحابة: ابن حجر عسقلانی، دارالکتاب بیروت.
۱۲. الاصول السرخس: دار المعرفة بیروت.
۱۳. اعلام النساء المومنات: محمدحسون وام علی مشکور، اسوه قم.

۱۴. الآغانی: ابن الفرج اصفهانی، دارالفکر بیروت.
۱۵. اقتضاء الصراط المستقیم: ابن تیمیه، دار المعرفة بیروت.
۱۶. الانساب: سمعانی، دار الکتب العلمیة بیروت.
۱۷. ایمان ابوطالب: فخار بن معد، انتشارات فیروز آبادی قم.
۱۸. بحار الانوار: مجلسی، دار الوفاء بیروت.
۱۹. بحوث فی الملل و النحل: سبحانی، جعفر، جامعه مدرسین قم.
۲۰. البدایة والنهایة: ابن کثیر، دار الفکر بیروت.
۲۱. البناء علیٰ القبور: المعلمی الیمانی، دار اطلس ریاض.
۲۲. التاج الجامع للاصول: شیخ منصور علی ناصف، بیروت.
۲۳. تاریخ الاسلام و الملوک: طبری، دار المعارف بیروت.
۲۴. تاریخ الاسلام: ذهبی، دار الکتاب العربی.
۲۵. تاریخ الخمیس: الدیار البکری، دار صادر بیروت.
۲۶. تاریخ بغداد: خطیب بغدادی، دارالکتب العلمیة بیروت.
۲۷. التبرک: علی احمدی میانجی.
۲۸. التبیین فی انساب القرشیین: مقدسی، مکتبة النهضة بیروت.
۲۹. التبیین لاسماء المدرسین: السبط بن العجمی.
۳۰. تذکرة الحفاظ: ذهبی، دار الکتب العلمیة بیروت.
۳۱. الترغیب و الترهیب: المنذری، دار الفکر بیروت.
۳۲. تفیسر الدر المنثور: سیوطی، دار المعرفة بیروت.
۳۳. التفسیر الکبیر: فخر رازی، مطبعة البهیة مصر.
۳۴. تمهید فی شرح الموطأ: ابن عمر قرطبی، وزارت اوقاف.
۳۵. تهذیب الاحکام: طوسی، دار الکتب الاسلامیة طهران.
۳۶. تهذیب التهذیب: ابن حجر عسقلانی، دار الفکر بیروت.
۳۷. تهذیب الکمال: المزی، مؤسسة الرسالة بیروت.
۳۸. الجامع الصغیر: سیوطی، دار الفکر بیروت.

۳۹. الجامع للاصول: ابن اثیر، دار احیاء تراث، بیروت.
۴۰. الجرح و التعدیل: الرازی، دار احیاء تراث، بیروت.
۴۱. الجواهر المضیئة: ابو محمد قرشی حنفی، دار العلوم ریاض.
۴۲. الحدیقة الندیة: نابلسی، المطبعة العامرة استانبول.
۴۳. الحضرة الانسیة فی الرحلة القدسیة: نابلسی، بیروت.
۴۴. حلیة الاولیاء: ابونعیم اصفهانی، دار الفکر بیروت.
۴۵. الخصائص الکبریٰ: سیوطی، دار الکتب الحدیثة قاهره.
۴۶. درر الاخبار فیما یتعلق بحال الاخصار: محمد رضا، الآداب نجف.
۴۷. دفع شبة من شبة و تمرّد: الحصنی الشافعی، دار الکتب العربیة.
۴۸. دول الاسلام: العنبزی.
۴۹. ردّ المختار: ابن عابدینی، بولاق القاهرة مصر.
۵۰. الرفع و التکمیل: الکنوی، مؤسسة قرطبة.
۵۱. الریاض النضرة: المحب الطبری، دار الندوة الجدیدة.
۵۲. سبل الهدیٰ و الرشاد: الصالحی الشامی.
۵۳. سلسلة الاحادیث الضعیفة: الألبانی.
۵۴. سنن ابن ماجه: القزوینی، دار احیاء تراث بیروت.
۵۵. سنن ابی داؤد: السجستانی، دار احیاء السنة النبویة.
۵۶. سنن الترمذی: محمد بن سورة، دار احیاء تراث بیروت.
۵۷. سنن الدار قطنی: علی بن عمر، دار المحاسن قاهره.
۵۸. السنن الکبریٰ: بیهقی، دار المعرفة بیروت.
۵۹. سنن النسائی: احمد بن شعیب، دار احیاء تراث بیروت.
۶۰. سیر اعلام النبلاء: ذهبی، الرسالة بیروت.
۶۱. السیرة الحلبیة: علی بن برهان، بیروت.
۶۲. السیرة النبویة: ابن هشام، دار احیاء تراث بیروت.
۶۳. السیف الصیقل: نقی الدین سبکی، مطبعة السعادة قاهره.

وهابیت کا تعقبی جائزہ

۶۴. شذرات الذهب: ابن عماد حنبلی، دار احیاء تراث بیروت.
۶۵. شرح السنة: البغوی.
۶۶. شرح الشفاء: ملا علی القاری.
۶۷. شرح المواهب اللدنیة: الزرقانی، دار الکتب العلمیة.
۶۸. شفاء السقام فی زیارة خیر الانام: سبکی، دار الآفاق بیروت.
۶۹. الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ: القاضی عیاض.
۷۰. صحیح بخاری: محمد بن اسماعیل، مطبوعات صبح قاهره.
۷۱. صحیح مسلم: مسلم بن حجاج: دار احیاء تراث بیروت.
۷۲. صفة الصفوة: ابن جوزی، دار المعرفة بیروت.
۷۳. صلح الاخوان: خالدی.
۷۴. الضعفاء الصغیر: نجاری، دار القلم بیروت.
۷۵. الضعفاء الکبیر: عقیلی، دار العلمیة بیروت.
۷۶. الضوء اللامع: سخاوی، دار مکتبة الحیاة بیروت.
۷۷. طبقات الحنابلة: ابن حسن بن ابی یعلی.
۷۸. طبقات الشافعیة: الاسنوی.
۷۹. طبقات القراء: سبکی، دار احیاء الکتب العربیة.
۸۰. الطبقات الکبریٰ: ابن سعد، دار بیروت.
۸۱. طرح التثریب فی شرح التقریب: العراقی.
۸۲. العبر فی اخبار من غبر: ذهبی، دار الکتب العلمیة بیروت.
۸۳. عمدة القاری: العین الحنفی، دار احیاء تراث بیروت.
۸۴. الغدیر: الامینی، دار الکتاب العربی بیروت.
۸۵. فتاویٰ السبکی: سبکی، دار المعرفة بیروت.

☆☆☆

وھابیت کا تنقیدی جائزہ